الرحمٰن علم القرآن

بعہد عدالت مہد اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخان بہادر شہریار دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

عرض الانوار

سنہ ۱۳۵۹ھ

المعروف بہ

تاریخ القرآن

مصنفہ

ابوالکمال قاضی عبدالصمد صارم فاضل دیوبند و مولوی فاضل و فاضل جامعہ ازہر مصر

مصنف

اربعین اعظم و ضروری کہانیاں و سودیشی اردو و محمود اور فردوسی و الدر المکنون
فی تفسیر سورۃ الماعون و نگارستان اشعار و خلق عظیم حصہ دوم و زبان و قلم
و تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر و البشایر (عربی) وغیرہ صارم

الناشر

میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی

الرحمٰن علّم القرآن

بعہدِ عدالت مہد اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخاں بہادر شہریارِ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

عرض الانوار

سنہ ۱۳۵۹ھ

المعروف بہ

تاریخ القرآن

مصنفہ

ابو الکمال قاضی عبد الصمد صارم فاضل دیوبند و مولوی فاضل و فاضل جامعہ ازہر مصر

مصنف

اربعین عظم و ضروری کہانیاں و سودیشی اردو و محمود دامہ فردوسی و الدر المکنون
فی تفسیر سورۃ الماعون و نگارستان اشعار و خلق عظیم حصہ دوم و زبان و قلم
و تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر و البشایر (عربی) وغیرہ

صارم

الناشر

میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی

علماءِ کرام ومشاہیرِ ملک کی رائیں

حضرت علامہ عبداللہ العمادی مدظلہٗ، ناظر دینیات ورکن دارالتصنیف والتراجم دولت آصفیہ

مولانا قاضی عبدالصمد صارم اُن اکابر اُدبا میں سے ہیں جن کے رشحات فیض سے تشنہ کامانِ ادب ہمیشہ سیراب وشاد کام ہوتے رہتے ہیں۔ ادب کے متعدد شعبے آپ کی تہذیب وتبویب کے زیر بارِ منت ہیں۔ اور تاریخ پر خصوصیت کے ساتھ آپ کے احسانات ہیں جن میں تاریخ القرآن کو سب سے بڑی اہمیت ہے۔ حیدرآباد کی خوش بختی ہے کہ ایسے سرآمد فاضل کے فضل وکمال سے ہر سال محظوظ ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلۂ طیبہ کو ممتد رکھے اور مسلمانوں کو اس کے ساتھ علمی وابستگی کی توفیق بخشے وباللہ التوفیق۔

جناب مولانا قاری حافظ پروفیسر سید محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

علامہ قاضی عبدالصمد صارم نے تقریباً اکیس مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔ میں بلاخوف تردید کہتا ہوں کہ ان کی تین کتابیں محمود اور فردوسی، تاریخ الحدیث، تاریخ التفسیر ان کے شاہکار ہیں۔ ان کتابوں کو نامور مصنفین وعلما اور شہیر پروفیسروں نے پسند کیا ہے۔ اور غیر ممالک میں بھی پسند کی گئیں اور ترجمہ کی گئیں۔ اب یہ تاریخ القرآن ہے یہ بھی اسی پایہ کی کتاب ہے۔ قرآن مجید کے متعلق ہر قسم کی معلومات اسمیں فراہم کی گئیں ہیں جو جانکاہ کوشش کا نتیجہ اور مصنف علام کی وسعت نظر وتبحر علمی کی شاہد عادل ہیں تواتر قرآن کے متعلق تمام مصنفین لکھتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اس کتاب میں تواتر کو خوب ثابت کیا ہے۔ تواتر کتابت ایک نئی اور ضروری چیز ہے۔ اعراب اور نقاط قرآن مجید وشمار آیات وحروف وحرکات وغیرہ تجزئہ قرآن اور اور مضامین ایسے ہیں جو اب تک اُردو کی کسی تاریخ میں نہیں آئے۔ ربط آیات وسور کو بھی مصنف نے خوب ثابت کیا ہے۔ خداوند ذوالجلال مصنف کی اس اہم اور ضروری دینی خدمت کو قبول فرمائے

جناب مولانا عبدالجبار صاحب حیدرآبادی مدرس مدرسۂ دینیات سلمہ اللہ تعالیٰ

موجودہ دور کے ذہنی انتشار اور روحانی بے چینی نے اقوام عالم کے اندر وحدت ومرکزیت اور انسانی محبت واحترام کے جذبات پیدا کردئے ہیں اسلئے دُنیا ایک ایسا ماحول تلاش کررہی ہے جہاں اُنکی روحانی بے چینیوں کا علاج اور مادی پیچیدگیوں کا صحیح حل اور کشاکش باہمی کا رد عمل ہو۔ اور راحت وسکون کی جنت آباد ہو۔ ظاہر ہے کہ انسانوں کی یہ آرزو انسانوں کی رایوں اور تدبیروں، دنیوی قوانین وآئین سے پوری نہیں ہوسکتی۔ صرف خدا ہی کا قانون ہے جس کے روح پرور نغمات اور انسانیت نواز

تعلیمات سے مصائب آلام کا یہ بادل چھٹ سکتا ہے۔ اس لئے کتاب عزیز کی جس قسم کی بھی خدمت کیجائے وہ وقت کے اہم مطالبہ کا جواب اور عہد حاضر کی ضرورت کی تکمیل ہے۔

مؤلف تاریخ القرآن ملت اسلامیہ کی طرف سے مبارکباد ہیں کہ انہوں نے موجودہ رجحانات کا صحیح اندازہ کیا اور ایک اہم ضرورت کی تکمیل فرمادی۔ میرے نزدیک مؤلف صاحب کی یہ تالیف اُن کی سابقہ مفید نفیس تالیفات سے نہایت اہم اور بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تالیف کو قبول فرمائے۔

عالیجناب مولانا الحاج خواجہ فیض الدین صاحب ایڈوکیٹ حیدرآباد

فاضل مصنف نے اپنی مفید تصانیف میں ایک اور بیش قیمت اور قابل قدر تصنیف کا اضافہ فرمایا ہے۔ یہ کتاب تاریخ القرآن مفید معلومات سے پُر ہے۔ سابقہ ہر ایک تصنیف سے علامہ مصنف کے بحر علمی کا پتہ چلتا ہے مگر یہ کتاب ان سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ ایسے زمانہ میں جبکہ دہریت کا زور ہے۔ مسلمانان عالم کے لئے خصوصًا اُردو خواں طبقہ طبقے کے لئے یہ کتاب ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جو علوم اس کتاب میں ہیں وہ کسی دوسری کتاب میں یکجا موجود نہیں۔ مصنف علام نے علوم کے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ کون شخص ہے جو کلام ربانی کی نسبت ایسے بیش بہا ذخیرہ سے مستغنی ہو۔ مجھے اُمید ہے کہ مسلمان اس سے بہرہ ور ہوں گے۔ خدا مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

جناب مولوی اشراق حسین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ

مولانا قاضی عبدالصمد صاحب صارم کی جدید تصنیف تاریخ القرآن اُردو کے خزانہ میں ایک گوہر نایاب کا اضافہ ہے۔ قرآن مجید کے متعلق ہر قسم کی معلومات اس کتاب میں موجود ہیں، کتاب کو ضرورت زمانہ کے موافق ضرورت شناس زمانہ شناس مصنف نے مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب خاص و عام بالخصوص جدید تعلیمیافتہ طبقے کیلئے مفید ثابت ہوگی۔ میں اس مبارک تصنیف پر مصنف کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب مولوی محمد عثمان صاحب بی۔ اے ایل ایل بی علیگ وکیل ہائیکورٹ سلمہٗ اللہ تعالیٰ

یہ کتاب تاریخ القرآن اہم ضروری اور مفید معلومات سے معمور ہے۔ اس زمانہ میں قرآن مجید کے متعلق ایسی تصنیف کی شدید ضرورت تھی فاضل مصنف نے ہر امر کو مستند دلائل سے ثابت کیا ہے تواتر قرآن و ربط آیات و سور کو خوب ثابت کیا ہے۔ ہر مضمون کی بنا صحیح روایات و مسلم کتب پر ہے کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے بے انتہا جانفشانی سے مواد فراہم کیا ہے۔ رب العزۃ مصنف علام کو دارین میں اجر جزیل عطا فرمائے اور مسلمانوں کو ایسے فاضل مصنف اور ایسی لاجواب و مفید تصنیف کے قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قطعات تاریخ

مقرب الخاقان اُستاذ السلطان جلیل القدر جناب حافظ جلیل حسن صاحب جلیل المخاطب نواب فصاحت جنگ بہادر سلمہٗ

جناب قاضی عبد الصمد نے | شہیر و ذی کمال و ذی خرد نے | لکھی تاریخ قرآں مبارک
بعون و نصرتِ ربِ تبارک | بڑی اس کام میں کی جانفشانی | تو آیا ہاتھ یہ گنجِ نہانی
الٰہی دے قبول عام اس کو | پڑھیں قدسی بھی صبح و شام اسکو | یہ وہ شے ہے جو تھی مستور ابتک
نہ تھی محفل میں شمع طور ابتک | کلام اللہ جو معجز نما ہے | اُسی کا ایک یہ بھی معجزہ ہے
کہ شائع ہوگئی تاریخ ایسی، | ضرورت خلق کو بیحد تھی جسکی | نہ بھولے گا مصنف کا یہ احساں
ملا تشنہ لبوں کو آب حیواں | جلیل اسیر ہے یہ تاریخ شاہد | ہے تاریخ کلام پاک واحد

۱۳ ۵۹ ھ

صاحب التصانیف الکثیرہ الحاج مولانا عبد البصیر آزاد عتیقی سیوہاروی سلمہ اللہ تعالیٰ

کرد ترقیم چو این نسخہ فضل | صارم نکتہ سرا مرد سعید
ہاتفِ غیب زبہر تاریخ، | گفت۔ تاریخ کلام مجید

۱۳ ۵۹ ھ

جناب مولوی فخر الدین صاحب علیگ سیوہاروی ڈپٹی مجسٹریٹ محکمہ انہار ضلع لکھنؤ

صارم فاضل ادیب باکمال | چون رقم زد نسخۂ نایاب این
بہر تاریخش ندا آمد ز غیب | جانِ علم و عینِ فضل و مہدِ دین

۱۳ ۵۹ ھ

جناب ڈاکٹر قاضی عبد القدیر صاحب عرف حشمت علی المتخلص دلگیر متوطن سہنسپور ضلع بجنور

یہ ہے خوب تاریخ قرآن کی | جزا دے مصنف کو رب کریم
یہ ہے مصرعہ سال اس کا دلگیر | بیان کتاب خدائے رحیم

۱۳ ۵۹ ھ

فہرست مضامین

میر محمد کتب خانہ
آرام باغ، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

التماس

دنیا میں یہ شرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ از اول تا آخر اس کے تمام علوم و حاملان علوم کی مسلسل تاریخ محفوظ ہے۔ چونکہ اُردو ہندوستان کی مقبول عام زبان ہے اور علمار کرام کی ہمتیں اسمیں اشاعت علوم دین کے متعلق مصروف ہیں۔ انہی بزرگوں کی تقلید میں خاکسار نے علم حدیث و علم تفسیر کی تاریخیں مرتب کیں جو بفضل خدا اسقدر مقبول ہوئیں کہ ممالک غیر میں بھی پسند کی گئیں اور اُن کا ترجمہ کیا گیا۔

اُردو میں تاریخ قرآن کے متعلق بہت تھوڑا ذخیرہ ہے۔ ضرورت تھی کہ ایک مکمل تاریخ مرتب کی جائے۔ اسی خیال سے میں نے اپنے حسب استعداد اس خدمت کو انجام دیا ہے ؎

نہ بہ نقش بستہ مشوشم نہ بہ حرف ساختہ سرخوشم

نفسے بیاد تو میزنم چہ عبارت و چہ معانیم

سامان طباعت کی گرانی کی وجہ سے میں اختصار بیجا پر مجبور رہا ہوں ؎

بے زری کرد بمن آنچہ نگاروں زر کرد

تاریخ قرآن کے متعلق اُردو میں جس قدر تصانیف میری نظر سے گذری ہیں اُن کی فہرست درج کرتا ہوں

(۱) تاریخ القرآن مصنفہ مفتی عبداللطیف صاحب سابق صدر پروفیسر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن وحال صدر پروفیسر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ۔ (۲) تاریخ القرآن مصنفہ سید نذیر الحق صاحب

(۳) احسن البیان فی تاریخ القرآن مصنفہ مولوی اشفاق الرحمن صاحب کاندہلوی۔

(۴) جمع قرآن مصنفہ مسٹر محمد علی لاہوری ایم اے۔

(۵) جمع قرآن و حدیث مرتبہ انجمن اہلحدیث امرت سر۔

(۶) تاریخ القرآن مصنفہ پروفیسر محمد اسلم جیراجپوری۔

(۷) تاریخ المصاحف مصنفہ حکیم عبدالشکور صاحب۔
(۸) تاریخ القرآن مصنفہ مولانا عبدالبصیر آزاد عتیقی سیوہاروی

لیکن یہ تمام کتابیں رسالہ کہلانے کی مستحق ہیں اور تمام مضامین پر حاوی نہیں ہیں۔ دیگر جن السنہ کی کتابوں سے میں نے استفادہ کیا ہے جابجا اُن کے حوالے درج ہیں۔ تقریباً دو سال تک کتب خانہ خدیویہ مصر و کتب خانہ جامعہ ازہر میں بھی میں نے اس سلسلہ میں کتب بینی کی ہے۔

بعض جگہ میں نے اپنی مصنفہ کتب تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر کا حوالہ دیا ہے۔ وہاں صرف اس قدر مقصد ہے کہ یہ امر یا یہ حوالہ کتب محولہ میں تفصیل سے ہے۔

یہ کتاب پانچ ابواب پر منقسم ہے۔ الباب الاول فی التاریخ۔ الباب الثانی فی المصاحف، الباب الثالث فی اثبات الباب الرابع فی الرجال الباب الخامس فی شہادات الاقوام۔

ہمارے ادارہ علمیہ سے بہت سی ضخیم و مقبول عام و خاص تصانیف شائع ہوچکی ہیں جن کی تعداد ساٹھ کے قریب ہے۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ؎

روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامۂ
من نیز حاضر میشوم تاریخ قرآن در بغل

خداوند ذوالجلال بطفیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری اس خدمت کو قبول فرمائے اور مجھ کو علم دین کی صحیح خدمت کرنے کی اور زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ اور میرے بھائیوں کو اس سے فائدہ پہونچائے۔ اور

اعلیٰحضرت سلطان العلوم نظام الدولہ نظام الملک مظفر الملک و الممالک فتح جنگ آصفجاہ سابع میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ شہنشاہ دکن کے عمر و اقبال، صحت و اولاد و آل، ملک و مال جاہ و اقبال اور اعمال صالحہ میں برکت عظیم بخشے۔ آمین یارب العالمین۔

حقیر فقیر
حسن مصطفےٰ عرف عبدالصمد صارم
رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ
حیدرآباد دکن

۳

الباب الاوّل فی التاریخ

شبِ تار

تاریخ عالم کھلے منہ گواہی دے رہی ہے کہ چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں اُفقِ عالم پر کفر و شرک، جہل و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ سطحِ ارض پر گھپ اندھیرا تھا۔ ربع مسکون کو تاریکی اور ظلمت نے ڈھانپ رکھا تھا۔ ظلم و طغیان، کفر و عصیان کی بجلیاں کوند رہی تھیں۔ زمین پر بسنے والے خاکی پُتلے، آسمان والے خدائے واحد کو بھول گئے تھے۔ اور ایسے ڈھیٹ اور نڈر ہو گئے تھے کہ من مانی چال چلتے تھے، انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو مسخ کر دیا تھا، مصلحین کی اصلاحات پر قلم پھیر دیا تھا۔ خدا پرستی، نفس کشی، علم و فن، امن و امان، شرم و حیا، رحم و کرم، عدل و انصاف، تہذیب و اخلاق، اُلفت و دیانت کا کہیں پتہ نشان نہ تھا۔ جہالت و خیانت، جور و ظلم، بے شرمی اور بے حیائی، مار دھاڑ، لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی۔ مردم خوری، مردہ خوری، انسانی قربانی، دختر کشی، لواطت، زنا، کفر و شرک، ستی اور خودکشی، قمار بازی، شراب خوری، قتل و غارت یہ تمام ذمائم انسان کی طبیعت ثانیہ ہو گئے تھے۔

غلاموں کو جانوروں سے بدتر سمجھتے تھے، حیوانات کو اذیت دے کر مارتے تھے۔ ننگے پھرنا، برہنہ عبادت کرنا، عمر بھر پانی کا استعمال نہ کرنا مقدسین کا خاص طریقہ تھا۔ ایک ایک مرد سو سو بیویاں رکھتا تھا۔ ایک ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہوتے تھے، عورت کا باپ یا شوہر کے ترکے میں کوئی حق نہ تھا۔ نابالغ، اپاہج اولاد باپ کے ترکہ میں حصہ نہ پاتی تھی۔ بتوں کے آگے خودکشی کرنا موجب نجات سمجھا جاتا تھا۔ دختر کشی اور انسانی قربانی کا رواج تھا۔ بعض ممالک میں ندر زن، زمین وقف عام تھے۔ بعض مذہبی فرقے مُردوں کا گوشت، انسان کا بول و براز کھاتے تھے۔ بُت، درخت، پتھر، حیوانات، دریا، چاند سورج، ستارے اور عورت و مرد کی پیشاب گاہیں مسجود تھیں، اسیرانِ جنگ زندہ جلائے جاتے تھے۔ لہو و لعب پر خونریزیاں ہوتی تھیں، قماربازی مقدس شغل اور مقدسین کا شعار تھا۔ شراب، بھنگ وغیرہ گویا لوگوں کی گھٹی میں پڑی تھیں۔ مصلحین اور مشاہیر عالم کے متعلق ناگفتہ بہ واقعات مشہور تھے۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا راج و رواج تھا۔ خدا اور توحید کے نام سے کوئی آشنا نہ تھا، نئے نئے گناہ ایجاد ہو گئے تھے۔ میں زیادہ تفصیل کرنی نہیں چاہتا۔ تاریخ عالم اِن واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ یہاں چند محققین کی رائیں نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں۔

(۱) چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں یورپ میں تاریکی اور جہالت کی حکمرانی تھی۔ ہر سمت جدال و قتال

بے چینی اور بدامنی کے شرارے بلند تھے۔ وڈن نام ایک بُت کی پرستش ہوتی تھی۔ جو نائب خدا سمجھا جاتا تھا۔ فارس میں زر۔ زن۔ زمین کے جھگڑے برپا تھے۔ آگ پوجی جا رہی تھی۔ ہندوستان میں پتھر، سورج، گائے وغیرہ کی پرستش ہوتی تھی۔ یہ عقیدہ تھا کہ خدا ان میں سمایا ہوا ہے۔ چین میں بادشاہ خدا سمجھا جاتا تھا۔ مصر میں یہودیت اور نصرانیت کے جھگڑے تھے۔ (ہسٹری آف دی ورلڈ)

(۲) ۶۱۰ء اپنی آخری سانسوں کے ساتھ دنیا کی جہالت پر خون رو رہی تھی۔ یہودیت بدنما اور مُردہ ہو چکی تھی۔ زبور اور توریت کی تعلیم فنا ہو چکی تھی۔ عیسائیت نے دنیائے نفسانیت کی مُردنی اختیار کر رکھی تھی اور ایک مجہول صورت میں ملتی تھی۔ (ڈی۔ ایم۔ کے۔ اڈنبرا)

(۳) حضرت مسیح کے بعد دنیا کی اخلاقی حالت تباہ ہو گئی تھی۔ ہر طرف جہالت کی گھٹائیں چھا رہی تھیں ہر سمت بدامنی کے شرارے بلند تھے۔ پتھروں کو قابل پرستش سمجھا جاتا تھا۔ اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا تھا۔ (جان ڈیون پورٹ)

(۴) انگلستان میں برٹن اور سیکس قومیں آباد تھیں، ڈولینڈ، کوہ ہٹز، سولزک وغیرہ میں وڈن بُت کی پرستش تھی۔ ہنگری چھٹی صدی میں وحشی و ناشائستہ قوم کے قبضہ میں تھا۔ فرانس نے سیکس قوم سے دریائے الب کے کنارے جدال و قتال کا ہنگامہ بپا رکھا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چار ہزار سیکس قیدی وحشیانہ طور پر قتل کئے گئے۔ اس کے علاوہ ناگفتہ بہ بیہودگیاں فرانس برن ہنیڈ وغیرہ میں رائج تھیں (سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۰ء)

(۵) حضرت محمد منجملہ اُن بزرگ اشخاص کے ہیں جنہوں نے قانون قدرت کی مطابق جہالت اور تاریکی کے زمانہ میں پیدا ہو کر دنیا میں صداقت اور روشنی کو پھیلایا۔ (شردھے پرکاش دیوجی)

(۶) حضرت محمد نے جس وقت خدا تعالیٰ کی یہ آواز بلند کی اُس وقت ہندوستان، ایران، عرب، عجم میں ہر جگہ بُت پرستی کا دور دورہ تھا بلکہ خدا کی ہستی سے لوگ انکار کرتے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو فرمایا کہ ثابت کر دو کہ خدا تعالیٰ واقعی ہے۔ (مضمون رائے بہادر پنڈت مکھن لال بی۔ اے، ایل ایل، بی ایڈووکیٹ و صدر آریہ سماج اجمیر از رسالہ پیشوا دہلی ۱۳۵۶ہجری)

(۷) مسز اینی بسنٹ:۔ آپ ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جسے مشکلات کے مرقع سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور آپ کے اسباب گرد و پیش کو سراپا صعوبت کہہ سکتے ہیں۔ (قاسم العلوم ربیع الاول ۱۳۵۲ھ)

(۸) گیتا میں جیسا کہا گیا ہے کہ جب خرابیاں حد سے متجاوز ہو جاتی ہیں تو اُن کے دور کرنے کے لئے سدھارکوں کا جنم ہوا کرتا ہے۔ اسی اصول کے ماتحت حضرت محمد کا جنم عرب میں ہوا۔ (مہاتما نارائن سوامی پریذیڈنٹ

انٹرنیشنل مادین لیگ دہلی - بحوالہ مذکور)

(۹) ڈاکٹر شار مستشرق لکھتے ہیں۔ قرون وسطیٰ میں جبکہ تمام یورپ میں جہل کی موجین آسمان سے باتیں کر رہی تھیں - عربستان کے ایک شہر سے نیر تاباں کا ظہور ہوا - جس نے اپنی ضیا باریوں سے علم و ہدایت کے دریا بہا دئے - اسی کا طفیل ہے کہ یورپ کو عربوں کے توسط سے یونانیوں کے علوم اور فلسفے نصیب ہوئے (صوت الحجاز ذی قعدہ ۱۳۵۰ھ ہجری)۔

(۱۰) بعض فقرات سوامی لکشمن رائے رہڑی ضلع حصار کے مضمون سے جو اخبار زمیندار لاہور میں چھپا ہے اور جس کو اخبار صحیفہ حیدر آباد دکن نومبر ۱۹۳۲ء نے نقل کیا ہے، نقل کئے جاتے ہیں - پورا مضمون کسی دوسری جگہ درج کیا جائے گا - وھو ھذا۔

" چھٹی صدی عیسوی میں دنیا پر قومی امتیازات اور نسلی تفوق کی حکومت تھی حالت ایسی مردنگ تھی کہ بیان کرتے ہوئے قلم بھی روتا ہے - ایسے وقت میں ضرورت تھی کہ ایک ہادی مبعوث ہو جو انبیاء سابقین کی تعلیمات کو زندہ کرے - مقدسین کے دامنوں سے بدنما دھبے چھڑائے - دنیا کو ظاہری و باطنی ترقی کی راہ جتائے، کفر و شرک، عصیان و طغیان کو مٹائے، توحید، تہذیب، سعادت و صداقت کا علم بلند کرے۔

طلوع سحر

اشرف المخلوقات کی ییزبوں حالت دیکھکر غیرتِ حق کو حرکت ہوئی، دریائے رحمت جوش زن ہوا، خداوندِ ذوالجلال نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کو وہ نسخۂ کیمیا عطا فرمایا جس نے مسِ خاک کو کندن بنا دیا جو قیامت تک کے لئے عالم کی تمام ظاہری و باطنی ضروریات کا کفیل ہے - آپکی ضیا باریوں سے عالم بقعۂ نور ہوگیا - خدائے واحد کے ذکر سے زمین و آسمان، دشت و جبل بحر و بر گونج اُٹھے - علم و تہذیب، انصاف و دیانت کا سمندر موجزن ہوگیا۔

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولاً من انفسہم یتلو علیہم ایٰتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتٰب والحکمۃ (خدا تعالیٰ نے ایمان والوں پر بڑا احسان کیا کہ انہیں ایک رسول بھیجا جو اُن پر خدا کی آیتیں پڑھتا اور ان کو علم اور دانائی کی باتیں سکھاتا ہے)۔

اور حضور پر اپنا کلام ہدایت نظام فرقان حمید قرآن مجید نازل فرمایا - چونکہ آپ اصلاحِ عالم کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور آخری مصلح تھے اس لئے آپ کے متعلق پیشین گوئیاں دُنیا کے تمام قابلِ لحاظ مذاہب کی کتابوں میں ہیں - جن کو راقم سطور نے اپنے عربی رسالہ البشائر مطبوعہ مصر میں جمع کیا ہے - اس رسالہ کا اُردو ترجمہ مع اضافہ ازنام "نبی المبشر" میں عنقریب شائع کرنے والا ہوں مجھے ایک عالم سے معلوم ہوا ہے کہ دار السلام

عمر آباد (مدراس) کے ایک عالم نے حب الحکم علامہ طنطاوی جوہری مصری مرحوم اس کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے

منزل علیہ

کتاب کی توقیر و عظمت قایم کرنے میں صاحب کتاب کی ہستی اور اُس کے محاسن کو بھی بڑا دخل ہوتا ہے اس لئے مناسب ہے کہ قرآن جس مقدس ذات پر نازل ہوا ہے اُس کے کچھ حالات تحریر کر دیئے جائیں۔

آپ کے حالات زندگی یوم ولادت سے وفات تک ہزاروں جلدوں میں محفوظ ہیں اور موافق و مخالف ہر قسم کے مصنفین نے آپ کے متعلق ضخیم جلدیں مرتب کی ہیں - ہر ملک، ہر قوم، ہر زمانہ اور ہر زبان میں آپکے متعلق کافی تصانیف ہو چکی ہیں اور برابر ہو رہی ہیں -

ڈاکٹر مارگولیس کا قول ہے کہ محمد کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے لیکن اسیں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے) ضخیم جلدوں میں بھی آپ کے حالات محصور نہیں ہو سکے تو اس مختصر کی کیا ہستی ہے۔ اگر آپ کے مقدس حالات کے متعلق کسی ایک امر کو بھی لکھا جائے تو ایک رسالہ طیار ہو جائے

دامانِ نگہ تنگ وگلِ حسن تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو ز دامان گلہ دارد

چونکہ اس موقعہ پر آپ کے متعلق کچھ لکھنا ضرور ہے اس لئے نہایت مختصر اور سادہ طور پر لکھا جاتا ہے

آپ مکہ میں صبح کے وقت دوشنبہ کے دن ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو عام الفیل کے پہلے برس یعنی ابرہہ کی چڑھائی سے پچپن دن بعد ۴۰ جلوس نوشیرواں مطابق ۵۷۰ء پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ حسب و نسب حضرت آدم تک کتابوں میں محفوظ ہے۔

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد ماجد انتقال فرما گئے تھے۔ جب آپ چھ برس کے ہوئے تو والدہ ماجدہ کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ جب آٹھ برس کے ہوئے تو آپ کے دادا عبد المطلب وفات پا گئے جب عبد المطلب کا جنازہ اُٹھا تو آپ ساتھ ساتھ تھے آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے۔ دادا نے مرتے وقت آپ کا ہاتھ آپ کے چچا ابو طالب کے ہاتھ میں دیدیا تھا۔ ابو طالب غریب مفلس کثیر العیال آدمی تھے۔

اول تو اُس زمانہ میں، اُس سرزمین میں کوئی تعلیم گاہ، کوئی دار التربیت تھا ہی نہیں، اور اگر اس قسم کا کوئی ادارہ ہوتا بھی تو اُس کا اہتمام کرنے والے پہلے ہی رخصت ہو گئے تھے، نادار کنبہ دار ابو طالب کیا کرتے، آپ نے چچا کی غربت پر نظر کرکے مفت روٹیاں کھانی گوارا نہ کیں اور اُنکی بکریاں چرانے لگے،

اس لئے آپ تعلیم ظاہری سے محروم رہے، آپ کے اُمّی ہونے کو علاوہ مورخین و علماء اسلام کے محققین یورپ ڈیون پورٹ، باسورا سمتھ، کارلائل، گبن وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے۔

رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) بچپن میں بھی کبھی بیہودہ اشغال اور لہو ولعب میں مشغول نہیں ہوئے نہ کبھی کسی سے لڑے، نہ کبھی کلمات ناشائستہ آپ کی زبان پر آئے، نہ کبھی کوئی امر خلاف اخلاق حسنہ آپ سے ظہور پذیر ہوا۔ نہ آپ نے کبھی کسی بُت وغیرہ کی پرستش کی۔ جب آپ جوان ہو گئے تو اپنے حُسن اخلاق اور دیانت سے ایسے مشہور ہوئے کہ لوگوں نے آپ کو امین خطاب دیا۔ چالیس برس کی عمر کے بعد آپ مبعوث برسالت ہوئے اور آپ نے تبلیغ حق شروع کی۔ قوم نے گالی گلوج، اینٹ پتھر سے آپ کا استقبال کیا، اور وہ وہ مصائب و آلام پہونچائے کہ جن کے سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں آپ نے تمام تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا، بدلہ لینا تو ایک طرف کسی کو زبان سے بھی کچھ نہیں کہا،

می ریختند در رہ تو خار باہمہ
چون گل شگفتہ بود رُخ جانفزائے تو

آخر آپ ترکِ وطن پر مجبور ہوئے۔ مدینہ میں قیام کیا۔ سفاک اہل وطن نے حملے شروع کر دئے، خون کی ندیاں بہائیں۔ جب مغلوب ہو کر حضور کے سامنے آئے تو آپ نے سب کو معاف کر دیا۔ آپ ۲۳ برس تک اصلاحِ خلق میں مشغول رہے۔ وہ جزیرۂ عرب جو مرکزِ جہالت و معاصی تھا، مخزن علم و حسنات ہو گیا آپ کی حیات میں اسلام قریب قریب تمام ممالک و اقوام میں پہونچ چکا تھا۔ حضور نے اپنے اخلاق حسنہ اور موافق عقل و فطرت اور مفید خلائق تعلیم کا دنیا میں سکہ جما دیا۔ اور وہ اصلاحات نافذ کیں کہ چشم عالم نے خواب میں بھی نہ دیکھی تھیں۔ ۱۲۔ ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری مطابق سنہ ۲۳ نبوی مطابق جون سنہ ۶۳۲ء کو آپ نے وفات پائی۔ آپ کی مفید تعلیم کا انصاف پسند، صاحبانِ عقل سلیم، علماء مذاہب غیر نے بھی اعتراف کیا ہے۔ غرض قرآن ایسی محترم ہستی پر نازل ہوا جس کے وجود باجود اور جس کی پاک زندگی میں کسی کو شک و شبہ نہیں۔ آپ کے سوانح حیات اور آپ کی تعلیمات کے متعلق فضلائے اقوام غیر نے کثرت سے اظہار رائے کیا ہے۔ اور کسی سے سوائے تعریف کرنے کے کچھ نہ بن پڑا۔ ہم نے آپ کے متعلق محققین کی رائیں اس کتاب کے آخر باب میں جمع کیں ہیں۔

قرآن قرنِ اوّل میں

قرآن عہدِ رسالت میں

نزولِ قرآن

وحی متلو کے ذریعہ سے جو خدا کا کلام رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچا اُس کو قرآن کہتے ہیں۔ خداوند ذوالجلال نے قرآن مجید کو پچپن مختلف ناموں ذکر، کتاب، صحف، قرآن، فرقان وغیرہ وغیرہ سے ملقب فرمایا ہے۔ ربُّ العزۃ نے قرآن مجید کو ماہ رمضان المبارک کی لیلۃ القدر میں لوحِ محفوظ سے (لوحِ محفوظ کوئی تختی یا کتاب نہیں بلکہ وہ ایک مرتبہ تعین علمی کا ہے جس میں تمام معلومات باری تعالیٰ ثبت ہیں) بیت العزت سماءِ دنیا پر کل اُتارا۔ (آسمان دنیا پر نازل کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ لکھکر بھیجدیا بلکہ عالمِ غیب کا یہ اسفل مرتبہ ہے جو عالمِ شہود سے بہت قریب ہے)۔ اِسی نزول کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (ہم نے قرآن کو شب قدر میں اُتارا) اور ارشاد ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (وہ رمضان کا مہینہ ہے جسمیں قرآن اُتارا گیا)۔

ان آیات میں انزال کا ذکر ہے۔ تنزیل کا بیان نہیں۔ انزال و تنزیل میں فرق ہے۔ انزال ایک دم اُتارنے کو کہتے ہیں اور تنزیل بتدریج اُتارنے کو۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال انزل اللہ القرآن الی السماء الدنیا فی لیلۃ القدر فکان اللہ اذا اراد ان یوحی منہ شیئا اوحاہ۔ (یعنی خداوند کریم نے شب قدر میں قرآن کو آسمانِ دنیا پر اُتارا۔ وہاں سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ مستدرک حاکم جلد ثانی)۔ شب قدر رمضان کی آخری طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں نے شب قدر کو ستائیسویں شب رمضان میں قرار دیا ہے۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر صحائف کا نزول رمضان ہی میں ہوا ہے۔ ۱۵ صد قرآن کا نزول ۲۴ کے بعد کسی طاق رات میں ہوا۔ فی الحدیث انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سئل کم انزل اللہ تعالیٰ من کتاب قال مائۃ واربع کتب منہا علی آدم علیہ السلام عشر صحف وعلی شیث علیہ السلام خمسین صحف وعلی ادریس علیہ السلام ثلاثین صحیفۃ وعلی ابراہیم علیہ السلام عشر صحف فی ست لیال مضین من رمضان والتوراۃ علی موسیٰ علیہ السلام فی ست لیال مضین من شہر رمضان والزبور علی داؤد علیہ السلام

فی شان عشر لیلۃ مضت من شہر رمضان والانجیل علی عیسےٰ علیہ السلام فی ثلثۃ عشر لیلۃ مضت من شہر رمضان والفرقان علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم فی ست لیال بقین من شہر رمضان (یعنی خدا نے ایک سو چار کتابیں نبیوں پر نازل کیں۔ دس آدم پر پچاس شیث پر، تیس ادریس پر، دس ابراہیم پر جب رمضان کی چھ راتیں گذر گئیں اور توریت موسیٰ پر رمضان کی چھ راتیں گذرنے کے بعد اور زبور داؤد پر رمضان کی اٹھارہ راتیں گذرنے کے بعد۔ اور انجیل عیسیٰ پر رمضان کی تیرہ راتیں گذرنے پر، اور قرآن محمد پر جب چھ راتیں رمضان کی گذرنے میں رہیں (عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن۔ تفسیر سورۂ قدر)۔

ایسی ہی ایک اور حدیث ہے قال الحافظ فی شرح الصحیح قد اخرج احمد والبیہقی نے الشعب عن واثلۃ بن اسقع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انزلت التوراۃ الخ۔ اسی مضمون کی ایک حدیث کنز العمال جلد اول میں ہے۔

یہ ایک عام بات ہے اور قدرتی بات ہے کہ جن امور کی طرف انسان کو بعد بلوغ خصوصیت سے رغبت ہوتی ہے۔ بچپن ہی سے اس کو ان چیزوں سے دلچسپی ہوتی ہے اور اسی قسم کے آثار اوسکی عادات وحرکات وسکنات سے ظاہر ہوتے ہیں۔ تمام سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ رسول کریم بچپن سے کبھی جاہلانہ مراسم و توہمات میں شریک نہیں ہوئے، کبھی بت وغیرہ کو سجدہ نہیں کیا۔ بلکہ اس قسم کے اعمال وافعال سے آپ کو نفرت تھی۔ جوں جوں سن شریف میں ترقی ہوتی گئی، آپ کو خیال آتا گیا کہ یہ خلاف عقل وانسانیت امور کبھی صحیح نہیں ہو سکتے۔ ضرور کوئی سیدھی راہ ہوگی جو عقل وفطرت کے مطابق اور انسانیت کی شرافت کو نمایاں کرنے والی ہوگی۔

ترقی سن کے ساتھ یہ خیال بھی ترقی کرتا جاتا اور مستحکم ہوتا جاتا تھا۔ اور وہاں سارا عرب ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ آپ کی طبیعت امور خیر کی طرف راغب تھی۔ سچ بولنا۔ امانت کا ادا کرنا۔ وعدے کا پورا کرنا، غریبوں اور اہل حاجت کی مدد کرنا، سب کے ساتھ محبت واخلاص سے پیش آنا وغیرہ وغیرہ آپ کے شعار تھے

اہل وطن سفاک، شرابی، جواری وغیرہ وغیرہ تھے۔ اس لئے آپ سب سے علیحدہ ہو کر غار حرا میں (جو مکہ سے منا کی طرف دو میل کوہ حرا میں ہے) بیٹھا کرتے تھے، کئی کئی دن کا کھانا وغیرہ لیجاتے جب وہ ختم ہو جاتا گھر آ کر اور لیجاتے۔ اس خلوت سے آپ کو تسکین ہوتی تھی۔ اور آپ کو اکثر سچے خواب نظر آتے تھے۔

جب آپ کی عمر قمری حساب سے چالیس سال سات ماہ (شمسی حساب سے ۳۹ سال تین ماہ سولہ دن) ہوئی تو آپ حسب معمول غار حرا میں معتکف و مراقب تھے کہ حضرت جبریل سامنے آئے اور کہا پڑھ ما آپنے

آپ نے فرمایا میں پڑھا نہیں۔ جبریل نے آپ کو سینے سے لگا کر زور سے بھینچا اور چھوڑ دیا اور کہا پڑھ، آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ اس طرح تین بار ہوا۔ آخر بار جبریل نے اس زور سے بھینچا کہ آپ بے حال ہو گئے اور جبریل نے آپ سے کہا استعاذہ کر پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا کر پڑھایا۔ اقرا باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم یعنی پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا پیدا کرنے والا ہے جس نے انسان کو جمے ہوئے لہو سے بنایا، تیرا رب کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے سکھایا انسان کو جو وہ نہ جانتا تھا۔

اخرجه الواحدی عن عکرمة والحسن انهما قالا اوّل مانزل بسم الله الرحمن الرحیم واوّل سورة اقرأ (اتقان)۔ اخرجه ابن جریر وغیره عن ابن عبّاس انه قال اوّل مانزل جبریل علیه السلام علی النبی صلے الله علیه سلم قال یا محمّد استعذ ثم قل بسم الله الرحمن الرحیم کذا فی روح المعانی) یعنی جبریل نے کہا اے محمد استعاذہ کر اور بسم اللہ پڑھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اعوذ بالله من الشیطان الرحیم مجکو جبریل سے اسی طرح پہونچی ہے (مفید القاری)

غرض آیات اقرأ پڑھا کر، وضو نماز سکھا کر اور کچھ راز و نیاز کی باتیں بتا کر جبریل غایب ہو گئے۔ حضور کی کپکپی چڑھ گئی - ہانپتے کانپتے گھر آئے، بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا مجھے کمبل اُڑھا دو، اُنہوں نے کمبل اُڑھا دیا۔ جب ذرا جی ٹھیرا تو آپ نے بی بی صاحبہ کو سب ماجرا سنایا اور فرمایا مجھے اپنی جان کا خوف ہے، بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ آپ خیر خیرات کرتے ہیں، بھوکوں کو کھلاتے ہیں، لوگوں کے کام سنوارتے ہیں، گرے پڑوں کی مدد کرتے ہیں، خدا آپ کو رُسوا اور ضائع نکرے گا۔ اس طرح بی بی صاحبہ نے آپ کو بہت تسلی دلاسا دیا اور آپ کو کتب سابقہ کے مشہور عالم اور عابد و زاہد اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور سب داستان سُنائی۔ ورقہ نے کہا یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ پر نازل ہوا تھا۔ یہ اس اُمت کے نبی ہیں، قوم ان کو ستائے گی، دیس نکالا دے گی۔ اگر میں جیتا رہا تو ان کا ساتھ دوں گا۔ ورقہ کتب سابقہ کے عالم تھے، وہ حسب بشارات کتب سابقہ بعثت رسول کے منتظر تھے اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے اس قسم کے تذکرے کیا کرتے تھے۔ یہ بہت ضعیف اور نابینا تھے۔

مکہ میں اور بھی پیشگوئی وغیرہ کرنے والے تھے جو کسی عظیم الشان ہستی کے ظہور کی پیشین گوئی کرتے تھے، بی بی خدیجہ کے کان بھی ان باتوں سے آشنا تھے۔ اس قسم کی روایتیں خصائص کبریٰ وغیرہ کتابوں میں ہیں۔ چونکہ حضور نے بی بی صاحبہ سے واقعہ بیان کیا، نبوت کا ذکر آیا۔ اس لئے بی بی صاحبہ کو یہ خیال ہوا کہ

اس امر کو ورقہ پر ظاہر کر دینا ضرور ہے کہ جس چیز کا اس کو انتظار تھا غالباً یہ وہی ہے۔ وہ حضور کو ورقہ کے پاس لے گئیں۔ حضور نے ان سے کوئی اس قسم کی خواہش نہیں کی حضور کا اُن کے ساتھ جانا اُن کے اطمینان قلب کے لئے تھا کہ اس کا ذریعہ اوس وقت ورقہ سے بہتر اور نہ تھا۔

حضور کو کسی بات کی ضرورت نہ تھی جبرئیل سب کچھ بتا چکے تھے اور آپ کو یقین آچکا تھا۔ کپکپی کا طاری ہونا بھی ایک لازمی امر تھا۔ کیونکہ وہ شخص جو شاہی آداب و آئین سے واقف نہ ہو جس کو کبھی کسی سرہنگ سلطانی سے بھی سے دو چار ہونے کی نوبت نہ آئی ہو، جس نے کبھی کسی معمولی شان و جلالت والے کو بھی نہ دیکھا ہو اُس کو اک دم ایک مقرب خاص با جلال و جبروت ہستی کا سامنا ہو جائے اور ایک عہدۂ جلیلہ کے عطا ہونے کا فران سُنایا جائے تو اُس پر ضرور اس قسم کی کیفیت طاری ہو گی۔ حضور کا یہ فرمانا کہ مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے، اسلئے تھا کہ جبرئیل نے جو کچھ بتایا تھا جو کچھ پڑھایا تھا وہ سب ملک و قوم کے مراسم و مذاہب کے خلاف تھا، اور حضور قوم کی افتادِ طبع سے واقف تھے کہ اکھڑ ہیں، کٹر ہیں، ہٹی ہیں۔ لڑاکا ہیں۔ یہ جب مجھے خدائے واحد کی پرستش کرتے دیکھیں گے اور مجکو اپنے عقائد و اخلاق کے خلاف پائیں گے تو جان کے گاہک ہو جائیں گے اس وحی کے نزول سے سن نبوی شروع ہوتا ہے گویا یہ سن سلہ نبوی تھا۔ یہ وحی ۷ار رمضان مطابق ۲۸ر جولائی ۶۱۰ء روز دوشنبہ کو ہوئی۔ ابھی تبلیغ کا حکم نہ تھا۔ اس پہلی وحی کے بعد ڈہائی برس تک کوئی وحی متلو نازل نہیں ہوئی۔

اس پہلی وحی کے متعلق صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے۔

حدثنا یحیی بن بکیر حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب وحدثنی عبد اللہ بن محمد حدثنا عبد الرزاق حدثنا معمر قال الزہری فاخبرنی عروۃ عن عائشۃ انہا قالت اول ما بُدِئ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصادقۃ فی النوم فکان لایریٰ رؤیا الا جاءت مثل فلق الصبح فکان یاتی حراء فیتحنث فیہ وھو التعبد فی اللیالی ذوات العدد ویتزود لذلک ثم یرجع الی خدیجۃ فیتزود بمثلہا حتی جاءہ الحق وھو فی غار حراء فجاءہ الملک فیہ فقال اقرأ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ما انا بقارئ فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فاخذنی فغطنی الثانیۃ حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فغطنی الثالثۃ حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ، حتی بلغ مَا لَمْ یَعْلَمْ۔ فرجع بہا ترجف بوادرہ حتی دخل علی خدیجۃ فقال زملونی زملونی فزملوہ حتی ذھب عنہ الروع فقال یا خدیجۃ مالی واخبرہا الخبر

وقال قد خشيت على نفسي فقالت له كلا ابشر فوالله لا يخزيك الله ابدا، انك لتصل الرحم
وتصدق الحديث وتحمل الكل وتقري الضيف وتعين على نوائب الحق ثم انطلقت به خديجة
حتى اتت به ورقة بن نوفل بن اسد بن عبد العزى بن قصي وهو ابن عم خديجة اخي ابيها
وكان امرأ تنصر في الجاهلية وكان يكتب الكتاب العربي فيكتب بالعربية من الانجيل ما شاء
الله ان يكتب وكان شيخا كبيرا قد عمي فقالت له خديجة اي ابن عم اسمع من ابن اخيك
فقال ابن اخي ماذا ترى فاخبره النبي صلى الله عليه وسلم ما رأى فقال ورقة هذا الناموس الذي
انزل على موسى يا ليتني فيها جذعا اكون حيا حين يخرجك قومك فقال رسول الله صلى الله
عليه وسلم او مخرجي هم فقال ورقة نعم لم يأت رجل قط بما جئت به الا عودي وان يدركني
يومك انصرك نصرا مؤزرا ثم لم ينشب ورقة ان توفي وفتر الوحي حتى حزن النبي صلى الله
عليه وسلم فيما بلغنا حزنا غدا منه مرارا كي يتردى من رؤس شواهق الجبال فكلما اوفى بذروة
جبل لكي يلقي منه نفسه تبدى له جبريل فقال يا محمد انك لرسول الله حقا فيسكن لذلك
جاشه وتقر نفسه فيرجع فاذا طالت عليه فترة الوحي غدا لمثل ذلك فاذا اوفى بذروة جبل
تبدى له جبريل فقال له مثل ذلك الحديث - یعنی ہم سے یحیی بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے
لیث نے اُن سے عقیل نے اُن سے ابن شہاب نے (دوسری سند) اور مجھ سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا
کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم سے معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، کہا مجھ سے
عروہ نے بیان کیا، اُن سے عائشہ نے کہا کہ پہلی پہل آنحضرت پر جو وحی آئی وہ یہ تھی کہ آپ سچے خواب دیکھتے
تھے، آپ غار حرا میں جاتے وہاں عبادت کرتے، کئی کئی رات تک آپ غار میں رہتے، توشہ ساتھ لیجاتے،
مدت تک یہی حال رہا یہاں تک کہ آپ کے پاس وحی پہونچی، آپ غار میں تھے کہ جبریل نے آکر کہا پڑھ، آپ نے
کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں یہ سنکر جبریل نے زور سے بھینچا اور چھوڑ کر کہا پڑھ آپ نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں
ہوں، اسی طرح تین دفعہ ہوا اور پھر پڑھایا اپنے رب کے نام سے پڑھ (یعنی سورہ علق کی ابتدائی آیات پڑھیں)
مالم یعلم تک، آنحضرت یہ آیتیں سنکر اپنے گھر کو لوٹے، آپ کو لرزہ چڑھا ہوا تھا۔ خدیجہ نے کپڑا اوڑھا دیا، جب
حالت درست ہوئی تو خدیجہ سے سارا حال بیان کیا۔ اور کہا مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، خدیجہ نے کہا ایسا نہیں
ہوسکتا، آپ کو خدا ضائع نہیں کرے گا کیونکہ آپ رشتہ داروں سے سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں،
لوگوں کے قرضے ادا کردیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، خدیجہ آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ کے
پاس لے گئیں۔ ورقہ نے کہا یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسی کے پاس آیا تھا کاش میں تمہاری پیغمبری کے

زمانہ میں جوان ہوتا۔ کاش میں اسوقت تک جیتا رہتا جب تمہاری قوم تم کو نکالے گی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ میری قوم مجھ کو کیوں نکالے گی۔ ورقہ نے کہا جو کوئی پیغمبر آیا ہے لوگ اُس کے دشمن ہو گئے ہیں اگر میں زندہ رہا تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ اس کے چند روز بعد ورقہ مر گئے۔ کچھ دنوں تک وحی کا آنا بند رہا۔ آنحضرت کو وحی بند ہونے کا سخت رنج ہوا۔ آپ بعض دفعہ پہاڑ پر چڑھ جاتے اور جی میں آتا کہ نیچے گر کر جان دیدوں کہ جبریل آکر سمجھاتے اور کہتے محمد! تم خدا کے سچے رسول ہو، آپ کو تسکین ہو جاتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی جو شرح کی ہے اس میں ایک فقرہ یہ ہے فلما سمع کلامہ ایقن بالحق واعترف بہ۔ جب اُس نے اس کا کلام سُنا تو اس کو حق کا یقین ہو گیا اور اُس نے اعتراف کیا)

سباق وسباق کلام سے ظاہر ہے کہ ایقن کی ضمیر ورقہ کی طرف راجع ہے۔ اس فقرے کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ورقہ نے رسول کا کلام سُنا تو ورقہ کو حق کا یقین ہو گیا اور ورقہ نے حق کا اعتراف کیا۔ کیفیت واقعہ سے بھی اس ترجمہ کی تائید ہوتی ہے۔ ورقہ نے رسول کریم سے حالات سُنکر نبوت کی تصدیق کی۔ اسی تصدیق کی وجہ سے بعض اکابر علماء نے ورقہ کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔

وحی رُک جانے سے حضور کا اضطراب بیجا نہ تھا۔ آپ مدت سے ایک صحیح راہ کی جستجو میں تھے جسکی طرف برسوں کے بعد ایک دن رہنمائی ہوئی اور پھر خاموشی۔

نیا نیا معاملہ تھا۔ جبریل نے سب کچھ ایک ہی دن نہیں بتا دیا تھا۔ شکل سے شاہد مقصود نے ذرا مُنہ دکھایا اور پھر کچھ خبر نہیں۔ اسلئے یہ اشتیاق بھی دامنگیر ہوگا کہ اب آگے کیا ہونے والا ہے، یہ خیال بھی ہوتا ہوگا کہ کیا میرے اندر کوئی کمی پائی گئی جو مجھ سے توجہ ہٹالی گئی یا مجھ سے کوئی خطا سرزد ہو گئی، غرض قسم قسم کے خدشے سوہان روح ہوتے ہوں گے۔ اس کیفیت و حالت کو یا تو وہ سالک راہ بتا سکتا ہے جس کو قبض و بسط کی کیفیات طاری ہوتی ہوں۔

یا اُس عاشق ہجر سے پوچھئے جس کا برسوں کی دوڑ دھوپ کے بعد کہیں ایکبار پیام سلام ہو کر بند ہو گیا ہو وہ کیا کچھ نہ کر گذرے گا، کون سا خیال ہے جو اُس کے دل میں نہ آئے گا۔

جب حضور پہاڑ پر جاتے، جبریل آتے اور کہتے اے محمد تم خدا کے رسول ہو۔ یہ سُنکر آپ کو سکون ہوتا تمام خیالات و اضطرابات کا یہ جامع جواب تھا (تم خدا کے رسول ہو یعنی گھبراؤ مت، رسول معزول نہیں ہوتے۔ اُن سے سلام و پیام منقطع نہیں ہوا کرتا۔ ان کی کامل طور پر رہنمائی کیجاتی ہے۔

حدیث میں فیما بلغنا ہے اس لئے اس کو بلاغات میں سے نہیں سمجھنا چاہیئے۔ فیما بلغنا کے معنی یہ ہیں

کہ اسناد مذکور سے اس واقعہ میں یہ بھی ہم کو پہنچا ہے۔

یہاں بلغنا کے معنی اصطلاحی معنی نہیں ہیں بلکہ صاف لغوی معنی ہیں۔ اصطلاحی معنی جب لئے جاتے ہیں جب لغوی معنی صحیح نہ ہو سکتے ہوں۔ جب یہ فقرہ بھی اسی سند سے پہونچا ہے تو مقطوع نہیں موصول ہے یہ حدیث حضرت عائشہ کی مرسل ہے۔ اس لئے بلاغات کی بحث نہیں۔ کل روایت حضرت عائشہ کی مرسل ہے ورنہ استثناء مذکور ہونا چاہیے تھا۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ابن مردویہ کی روایت میں فیما بلغنا نہیں ہے جیسا کہ فتح الباری اور قسطلانی میں تصریح ہے۔

ڈھائی برس بعد ربیع الاول ۳ نبوی میں دوسری وحی نازل ہوئی۔ یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ (اے چادر میں لپٹے ہوئے اُٹھ اور ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر)

اس وحی سے آپ کو تبلیغ کا حکم ہوا۔ آپ نے سب سے پہلے بی بی خدیجہ پر اسلام پیش کیا۔ وہ بہت کچھ دیکھ چکیں اور سن چکیں تھیں۔ فوراً مشرف باسلام ہو گئیں۔

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعثت یوم الاثنین وصلت خدیجۃ آخر یوم الاثنین وصلے علی یوم الثلاثاء من الغد ثم زید بن حارثۃ ثم ابوبکر (رسول کریم نے فرمایا کہ میں دوشنبہ کو مبعوث ہوا۔ خدیجہ نے اسی دن شام کو نماز پڑھی اور علی نے اگلے روز سہ شنبہ کو پھر زید بن حارثہ نے پھر ابوبکر نے (تاریخ ابن الخمیس ص۲۸۲)

علی، زید، ابوبکر ایک ہی دن ایمان لائے پھر اور اصحاب، پنجشنبہ کو خالد بن سعید، رسول کریم اس حکم کے بعد خفیہ تبلیغ کرتے رہے۔ خفیہ سے یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اسلام کو ظاہر نہ فرماتے تھے۔ جب آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل ہوئی تو آپ نے علانیہ تبلیغ شروع کی۔

خفیہ تبلیغ سے یہ مطلب ہے کہ فرداً فرداً لوگوں پر اسلام پیش کیا جاتا تھا۔ خفیہ سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اسلام کی کسی کو خبر ہی نہ تھی یا آپ کے دعوئ نبوت سے لوگ آگاہ ہی نہ تھے۔ اگر ایسا اخفا ہوتا تو مختلف خاندانوں، مختلف حیثیتوں کے لوگ کس طرح مشرف بہ اسلام ہوتے۔ کفار کیوں ایذا دیتے، کیونکہ آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ و حکم تبلیغ سے تین سال بعد نازل ہوئی ہے یعنی ربیع الاول ۴ نبوی میں اور اس وقت تک چالیس سے زیادہ مرد مسلمان ہو چکے تھے۔ ابوبکر مکہ کے چیف جسٹس تھے۔ عثمان دولتمند اور تاجر تھے۔ بلال غلام تھے۔ اسی طرح ہر حیثیت اور مختلف خاندانوں کے لوگ تھے اور اس دوران میں کفار مکہ نے بھی خوب ایذا رسانی کی۔ حبشہ کی دونوں ہجرتیں ہو چکیں تھیں یہ صورت اس اخفاء سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی بلکہ اخفاء کا یہ مطلب ہے کہ فرداً فرداً نصیحت کی جاتی تھی مجمعوں، بازاروں، حرم وغیرہ میں تبلیغ نہیں کی جاتی تھی

اس آیت کے نازل ہونے سے تبلیغ عام شروع ہو گئی۔

نزول آیات مدثر کے بعد وحی کا سلسلہ جاری رہا۔ قرآن تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ مختلف سورتوں کی آیات اور بعض چھوٹی چھوٹی سورتیں نازل ہوتی رہیں۔ یہ سلسلہ دس برس تک مکہ میں اور تیرہ برس تک مدینہ میں جاری رہا۔ آخری آپ کو وفات سے نو دن پہلے یعنی ۳۔ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری یوم شنبہ کو ہوئی۔ حسب روایت صحیح بخاری آخری آیات یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْکُمْ الخ نازل ہوئیں۔ عن البراء قال آخر سورۃ انزلت کاملۃ براءۃ وآخر سورۃ انزلت خاتمۃ سورۃ النساء یستفتونک الخ۔ (براء سے روایت ہے کہ مکمل سورت آخر میں براءۃ نازل ہوئی۔ اور سورہ نساء کی آخری آیات یستفتونک الخ (بخاری)۔

کتابتِ قرآن

سب سے پہلے رسول کریم پر جو وحی نازل ہوئی (یعنی سورۂ علق کی ابتدائی آیات) اسمیں کتابت کی طرف ترغیب اور کتابت کی طرف اشارہ ہے (عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ قلم سے علم سکھایا) علق کے بعد سورۂ قلم کا نزول ہوا یہ بھی کتابت کی طرف اشارہ ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ فَاكْتُبُوْهُ (اے مسلمانو! قرض اور اس کے وعدہ کو لکھ لیا کرو)

جب قرآن مجید میں سب سے پہلے کتابت کی طرف اشارہ ہے اور لین دین کی تحریر کی تاکید ہے تو قرآن جو علم اور دین کی اصل ہے وہ کیوں نہ لکھا جاتا ہوگا۔ چنانچہ حضور نے فرمایا ہے لا تکتبوا عنی شیئاً غیر القرآن یعنی مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ قرآن لکھا جاتا تھا اور ارشاد ہے :-

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم قیدوا العلم قلت ما تقییدہ قال کتابتہ
یعنی رسول کریم نے فرمایا علم (حدیث) کو قید میں لاؤ۔ میں نے دریافت کیا کہ قید سے کیا مطلب ہے فرمایا لکھنا۔
(مستدرک حاکم جلد اول) جب حدیث کے لکھنے کی تاکید ہے تو قرآن کیوں نہ لکھا جاتا ہوگا۔

قرآن کی کتابت پر قرآن کی اندرونی شہادتیں بھی ہیں۔ قَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰی عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا (کافر کہتے ہیں یہ پرانے قصے ہیں جن کو نبی لکھاتا ہے اور لوگ لکھتے ہیں)۔
ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ (یہ ایسی کتاب ہے جس میں شک نہیں) رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (اللہ کا رسول پاک صحیفے سناتا ہے) کتاب اور صحیفہ جب ہی کہا جائے گا جب لکھا ہوا ہوگا۔ لَّا یَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (نہ چھوویں اس کو مگر پاک صاف لوگ) چھوا جب ہی جائے گا جب لکھا ہوا ہوگا۔

حضور نے قرآن دیکھکر پڑھنے کا بڑا ثواب بتایا ہے، تلاوت ناظرہ جب ہی ممکن ہے کہ کتاب لکھی ہوئی ہو

قراءتك نظرًا تضاعف على قراءتك ظاهرًا كفضل المكتوبة على النافلة (یاد سے تلاوت پر دیکھکر تلاوت کرنے کو ایسی فضیلت ہے جیسے فرض نماز کو نفل پر) کنز العمال

من سرہ ان یحب اللہ ورسولہ فلیقرأ فی المصحف - (رسول کریم نے فرمایا ہے کہ جسے خدا اور رسول کی محبت پسند ہو وہ قرآن دیکھکر پڑھے (کنز العمال جلد اول)

مشکوۃ میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص ترکے میں قرآن چھوڑے اس کو ہمیشہ ثواب ملتا رہے گا (باب العلم) ان حدیثوں سے قرآن کے لکھنے کا حکم اور قرآن کا لکھا ہوا ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ دیکھکر تلاوت جب ہی ہو سکے گی جب لکھا ہوا ہوگا۔ ترکے میں لکھا ہوا ہی چھوڑا جا سکتا ہے۔

اصحاب رسول جو حضور کے ہر قول و فعل پر فوراً عمل کرتے تھے اور امور خیر پر بڑے حریص تھے انہوں نے یہ ارشاد سنکر کیوں نہ قرآن کو لکھا ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور نے قرآن کے لکھنے کا اول ہی سے انتظام فرمایا تھا ام خالد بن خالد بن سعید بن ابی العاص کہتی ہیں کہ اول بسم اللہ میرے باپ نے لکھی (یعنی خالد بن سعید نے جو پانچویں مسلمان تھے) (استیعاب جلد اول ص۱۵۵)

عن زید بن ثابت قال کنت اکتب الوحی لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وکان اذا نزل علیہ الوحی اخذتہ برحاء شدیدۃ وعرق عرقا مثل الجمان ثم سری عنہ فکنت ادخل علیہ بقطعۃ الکتف او کسرۃ فاکتب وھو یملی علیّ فما افرغ حتی تکاد رجلی تنکسر من نقل القرآن حتی اقول لا امشی علی رجلی ابدا فاذا فرغت قال اقرأ فاقرأہ فان کان فیہ سقط اقامہ ثم اخرج بہ الی الناس (زید بن ثابت کہتے ہیں کہ جب رسول کریم پر وحی نازل ہوتی تو مجھ کو بلاتے، میں تختی وغیرہ لیکر آتا۔ آپ لکھاتے پھر سنتے، اگر کوئی غلطی ہوتی تو صحیح کرا دیتے پھر میں اس کو لوگوں میں لاتا تھا۔ (مجمع الزوائد)

عن البراء قال لما انزلت لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ادع لی فلانا فجاء ومعہ الدواۃ واللوح او الکتف فقال اکتب (براء کہتے ہیں کہ جب آیت لا یستوی القاعدون نازل ہوئی تو رسول کریم نے فرمایا فلاں کاتب کو بلاؤ وہ کاتب تختی دوات قلم وغیرہ لیکر آیا آپ نے فرمایا یہ آیت لکھو۔ بخاری)

ان حدیثوں سے چند امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) جب کوئی آیت نازل ہوتی فوراً لکھائی جاتی (۲) کئی کاتب تھے (۳) تحریریں اور سامان کتابت وغیرہ

کاتبوں ہی کے پاس رہتا تھا (۴) نوشتے، پتھر کی تختی، شانے کی ہڈی وغیرہ پر لکھے جاتے تھے۔
عن عبد اللہ بن عمرؓ قال بینما نحن حول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نکتب۔
عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم کے گرد حلقہ کئے ہوئے لکھ رہے تھے۔ دارمی)
حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب آیت وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ نازل ہوئی تو جبرئیل نے رسول کریم سے کہا کہ اس آیت کو بقرہ کی ۲۸۰ آیتوں کے بعد لکھاؤ (تفسیر خازن جلد اول)
اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے لکھانے کا حکم خداوند ذوالجلال کی طرف سے تھا۔
یہ ایک مستند تاریخی روایت ہے کہ حضرت عمر نے جب یہ سنا کہ اُن کے بہن بہنوئی مسلمان ہو گئے ہیں تو غصہ سے لال پیلے ہو گئے اور تھراتے کانپتے شمشیر بکف دونوں کو قتل کرنے چلے تو اندر سے کچھ پڑھنے کی آواز سنی۔ اندر پہونچکر اُن سے دریافت کیا کہ تم کیا پڑھ رہے، اُنہوں نے اول تو اُس کو چھپایا، پھر بتادیا اور لکھا ہوا دکھایا۔ ایک جگہ لکھا ہوا تھا بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ، لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ پھر لکھا ہوا تھا بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ، طه مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ إِلَّا تَذْكِرَةً لِمَنْ يَخْشَىٰ، تَنْزِيلًا مِمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَاوَاتِ الْعُلَى الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ۔ یہ آتیں جدا جدا سورتوں کی ہیں (تفسیر الجواہر للطنطاوی)
جو قرآن حضور کاتبوں سے لکھاتے تھے اس کے علاوہ صحابہ بھی اپنے واسطے لکھتے تھے جیسے حضرت عمر کے بہنوئی نے یہ آیات لکھی تھیں۔
مشہور شاعر عرب لبید جب مسلمان ہوگئے تو قرآن لکھنے کا شغل اختیار کیا۔ خدا جانے عمر میں کتنے قرآن لکھے ہوں گے (جمہرۃ العرب ص۳۱)
ناجیہ الطفاوی صحابی کا یہی کام تھا کہ قرآن لکھا کرتے تھے۔ خدا جانے عمر میں کتنے قرآن لکھے ہونگے (استیعاب قسم دوم جلد اول ص۱۱)
اُمہات المومنین ام سلمہ، حفصہ، عائشہ نے قرآن لکھائے اور دیکھکر تلاوت کرتی تھیں (کنز العمال)
حضرت عائشہ نے اپنے آزاد کردہ غلام ابویونس سے قرآن لکھایا (ترمذی)
عمر بن رافع نے حضرت حفصہ کیلئے قرآن لکھا (تیسیر الاصول، کتاب التفسیر)
حضرت علی سے روایت ہے کہ ہم نے رسول کریم سے سوائے قرآن اور اس صحیفے کے کچھ نہیں لکھا (بخاری)
استاذن رجل علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وھو بین مکۃ والمدینۃ فقال انہ

قل فاتنی اللیلۃ جزء من القرآن فانی لا او ثرعلیہ شئ۔ یعنی ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان، اور اس نے عرض کیا کہ رات میرا قرآن کا ایک جزو گم ہو گیا (کتاب المصاحف) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن عام طور پر لکھے ہوئے لوگوں کے پاس اس کثرت سے تھے کہ سفر و حضر میں لوگ ساتھ رکھتے تھے، اس گمشدگی اور ایسی ہی گمشدگی سے یہ خیال کرنا کہ قرآن یا قرآن کا کوئی جز تلف ہو گیا، حماقت ہے کیونکہ قرآن سینکڑوں کے پاس لکھا ہوا تھا۔ ہزاروں کو حفظ یاد تھا۔ لاکھوں نے پڑھا تھا۔ کسی ایک کے پاس سے گم ہو جانے سے سب کے پاس سے گم ہونا لازم نہیں آتا ہاں اس کے پاس کا حصہ گم ہو گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قرآن لکھے ہوئے دیکھے، فرمایا یہ تم کو فریب نہ دیں، خدا ایسے شخص کو عذاب نہ دے گا جسے قرآن یاد ہو (کنز العمال) یعنی اس خیال سے حفظ کرنے سے غافل نہ ہو جانا کہ ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔

عن عبد اللہ بن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو دشمنوں کی سرزمین لیجانے سے منع فرمایا ہے (بخاری کتاب الجہاد)

عمرو بن حزم صحابی کو حضورؐ نے یمن کا گورنر مقرر کیا تو آن کو کچھ احکام لکھا دئے تھے۔ انمیں ایک حکم یہ بھی تھا فلا یمس القرآن انسان الا وھو طاھر (پاک آدمی کے سوا کوئی قرآن کو نہ چھوئے۔) تاریخ طبری جلد سوم و ابن خلدون)۔

عہد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی قسم کے لکھنے والے تھے (۱) جو سورتوں کو یاد کرنے کے لئے مختلف سورتیں اپنی ضرورت اور شوق کے موافق لکھتے تھے۔ انمیں ترتیب نہ ہوتی تھی، نہ ہو سکتی تھی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سورہ فاتحہ نہ لکھی۔ سبب پوچھا تو کہا یہ تو سب کو یاد ہوتی ہے۔ اسی طرح معوذتین وغیرہ یہ اپنے شاگردوں کو بھی اسی طور پر تعلیم کرتے تھے۔ تکمیل کے بعد شاگردوں کو حفظ کرائے ہوئے اور ناظرہ پڑھائے ہوئے سب کی سند دیتے تھے۔ امام قاضی ابوبکر و امام رازی و امام نووی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ابن مسعودؓ نے پورے موجودہ قرآن کی اپنے تلامذہ کو سند دی ہے۔ امام ابن حزم لکھتے ہیں:۔ قراءۃ عاصم عن زر عنہ وفیھا المعوذتان والفاتحۃ یعنی عاصم کی سند میں جو ابن مسعود سے ہے اور نہایت صحیح ہے معوذتین اور فاتحہ ہیں۔

اب سے پچاس برس پہلے تک یہ دستور تھا کہ مدرسین طلباء کو چھوٹی سورتیں حفظ کرا دیتے تھے تاکہ نماز وغیرہ میں پڑھیں اور بڑی سورتیں ناظرہ پڑھاتے تھے۔ مطابع کے رواج سے پہلے اکثر مدرسین کا یہ دستور تھا

کہ بڑی سورتیں طلبا کو لکھا دیتے تھے، چھوٹی یاد کرا دیتے تھے۔ اخی معظم مولوی حکیم صلاح الدین سے اُن کے استاد حکیم فرید احمد صاحب عباسی پروفیسر طبیہ کالج دہلی نے فرمایا کہ مجربات کی بیاض مرتب کر لیا کرو۔ بھائی صاحب نے تمام نسخے لکھنے شروع کر دیئے۔ حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کے مطب کا ایک بہت ہی عام نسخہ مشہور ہے جس کو پیٹ غل کے نام سے لکھتے ہیں اس نسخہ کو حکیم صاحب مرحوم کے خدام تک بھی جانتے ہیں، بھائی صاحب نے یہ بھی لکھ لیا۔ استاد نے ایکدن جو بیاض دیکھی تو یہ ورق پھاڑ دیا اور فرمایا یہ تو سب کو معلوم ہے۔

اسی طرح وہ چھوٹی سورتیں جو ہر وقت اور عام استعمال میں تھیں ان کو عبداللہ بن سعود نے نہیں لکھا۔ عبداللہ بن سعود نے چار مرتبہ قرآن لکھا۔ ایک مرتبہ تو رسول کریم کی حیات میں، اسوقت صرف بڑی بڑی سورتیں لکھیں، دوبارہ مکمل قرآن اپنی معلومات کے مواقف بترتیب نزول، تیسری بار عہد خلافت صدیقی میں جب قرآن ترتیب ہوا، ترتیب سے لکھا۔ چوتھی مرتبہ عہد خلافت عثمانی میں جب قرآن لغت قریش پر جمع کیا گیا، یہ بھی اس سے متفق ہو گئے۔ یہ نسخہ آج تک موجود ہے۔ (بابُ المصاحف دیکھیئے)

اور بھی صحابہ نے اسی طرح کئی کئی بار قران لکھا۔

(۲) وہ جو پُورا قرآن لکھنے کے ارادے سے لکھتے تھے جیسے زید بن ثابت وہ خود کہتے ہیں نؤلف القرآن من الرقاع کہ ہم حضور کی حیات میں مناسبت سے قرآن کو پُرزوں سے لکھ رہے تھے۔ یعنی حضور جو متفرق اشیا پر قرآن تحریر کراتے تھے اُس سے پھر نقل کیجاتی تھی۔ مناسبت سے لکھنا یعنی سورتیں ترتیب آیات سے۔

(۳) جو کبھی رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کوئی آیت یا سورت نازل ہوئی اور لکھنے والوں کے ساتھ اُنہوں نے بھی لکھ لی۔

(۴) جو کوئی آیت یا سورت لکھتے حضور جو اسکی تفسیر فرماتے بطور یادداشت اس کو بھی لکھ لیتے۔

(۵) جو اپنے ورد کیلئے مختلف سورتیں لکھتے، یہ صورت اب تک رائج ہے۔ جیسے پنج سورہ، ہفت سورہ وغیرہ

(۶) جو اپنی معلومات کی سوافق ترتیب نزول سے لکھتے تھے۔

(۷) جو بڑی سورتیں علیحدہ اور چھوٹی سورتیں علیحدہ لکھتے تھے۔

سر ولیم میور لکھتا ہے:۔ لیکن اس بات کے ماننے کی زبردست وجوہ موجود ہیں کہ رسول کی زندگی میں متفرق طور پر قرآن کے لکھے ہوئے نسخے صحابہ کے پاس موجود تھے، اور ان نسخوں میں پُورا قرآن یا تقریباً تمام قرآن لکھا ہوا موجود تھا۔ اسمیں شک نہیں کہ محمد کے دعوئ نبوت سے بہت پہلے مکہ میں فن تحریر مروّج تھا اور مدینہ میں جاکر تو خود پیغمبر نے اپنے مراسلات لکھوانے کیلئے کئی کئی صحابہ مقرر کئے تھے۔ جو لوگ بدر میں گرفتار ہو کر آئے تھے انہیں اس شرط پر عدہ رہائی دیا گیا تھا کہ وہ بعض مدنی آدمیوں کو لکھنا سکھا دیں

اور اگرچہ اہل مدینہ اہل مکہ کی برابر تعلیم یافتہ نہ تھے لیکن وہاں بھی بہت سے ایسے لوگ موجود تھے جو اسلام سے پہلے لکھنا جانتے تھے۔ (دیباچہ لائف آف محمد)

قرآن کے لکھے ہوئے نسخے عہد رسول میں عام طور پر زیر استعمال تھے (انگریزی ترجمہ قرآن ڈاکٹر راڈویل)

تبلیغ اسلام دوشنبہ ربیع الاول سنہ نبوی سے شروع ہوئی۔ اس وقت تک پانچ چھوٹی چھوٹی آیتیں سورۂ علق کی اور ابتدائی آیات سورۂ مدثر کی نازل ہوئی تھیں۔ پنجشنبہ ربیع الاول سنہ نبوی کو یعنی ابتدائے تبلیغ سے چوتھے دن خالد بن سعید ایمان لائے۔ اُن کی بیٹی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے بسم اللہ میرے باپ نے لکھی۔ گویا یہ آغاز کتابت قرآن کا دن تھا۔

اور ۳۔ ربیع الاول سنہ ہجری کو آپ کو آخری وحی ہوئی۔ اور اس آخری وحی کو ابی بن کعب نے لکھا۔ یہ آخری تاریخ تکمیل تحریر کی تھی۔

کاتبان وحی

رسول کریم نے چالیس صحابہ کو کتابت کی خدمت پر مامور کر رکھا تھا (روضۃ الاحباب)

انمیں زیادہ مشہور یہ ہیں۔ ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان بن عفان۔ علی ابن ابی طالب، زید بن ثابت عبداللہ بن سعد۔ زبیر بن العوام۔ خالد بن سعید۔ حنظلہ بن ربیع۔ علاء۔ خالد بن ولید۔ عبداللہ بن رواحہ محمد بن مسلمہ۔ عبداللہ بن عبداللہ بن سلول۔ مغیرہ بن شعبہ۔ عمرو بن العاص۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ جہم بن الصلت۔ معیقیب بن فاطمہ۔ شرحبیل بن حسنہ۔ عبداللہ بن ارقم الزہری، ثابت بن قیس بن شماس حذیفہ بن الیمان۔ عامر بن فہیرہ۔ عبداللہ بن ابی سرح۔ سعید بن جبیر۔ ابان بن سعید۔ (تاریخ طبری۔ صحاح طبقات ابن سعد)

قرآن کا خط

مکہ میں بنی ہاشم میں خط قیراسوند رائج تھا۔ اس لئے مکہ میں جس قدر کتابت ہوئی وہ اسی خط میں ہوئی (ابن الندیم) مدینہ میں جو کتابت ہوئی وہ خط حیری میں ہوئی۔ سنہ ۱۶ھ سے خط کوفی میں کتابت ہونے لگی سنہ ۳۱۰ھ سے خط نسخ میں کتابت ہونے لگی۔ اور اس پر اجماع امت ہو گیا۔ اب اس کے خلاف جائز نہیں۔

رسم خط قرآن

قرآن مجید کا رسم الخط آج تک وہی ہے جو زمانۂ رسالت میں تھا۔ یہ رسم الخط بھی توفیقی ہے۔ یہ رسم خط دنیا کے تمام خطوں کی رسم سے علیحدہ ہے۔ یہ رسم نہ پہلے کبھی تھا۔ نہ آج تک کسی خط میں رائج ہے۔

ایک جگہ ایک لفظ کو دراز تا سے لکھا ہے۔ دوسری جگہ اسی لفظ کو گول تا سے جیسے فطرت فطرۃ۔ رحمت، رحمۃ، سُنّت، سُنّۃ۔

بعض جگہ ایک لفظ کو ملا کر لکھا ہے اسکو موصول کہتے ہیں۔ دوسری جگہ جُدا جُدا لکھا ہے اس کو مقطوع کہتے ہیں۔ جیسے کلما۔ کل ما، بئس ما۔ بئسما۔ فی ما۔ فیما۔

قرآن کا رسم خط ایسا ہے کہ اسمیں اختلاف قرأۃ بھی آجاتا ہے۔ مثلاً سورۂ فاتحہ میں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں کلمہ ملک میں دو قرائتیں ہیں، ایک باثباتِ الف یعنی صیغۂ اسم فاعل۔ دوسری باسقاط الف یعنی مَلِكْ بمعنی بادشاہ تو اس کو ایسے طریقہ پر لکھا گیا کہ دونوں طرح پڑھا جا سکے۔

فكتب تلك المصاحف على ما استقر عليه فى العرضة الاخيرة عنه صلے الله عليه وسلم عن جبريل عليه الصلوٰة والسلام عن الله تعالىٰ (لکھا قرآن کو زید بن ثابت نے (بعہد خلافت عثمان) اُسی رسم الخط سے جو آخری پیشکش میں باللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریل کیواسطے سے پہونچی تھی (التسہیل البیان فی رسم نظم القرآن ص۱۴ – فوائد مکیہ ص۲۸)

تعلیم قرآن

جب تک حضور مکہ میں مقیم رہے، آپ ارقم مخزومی کے مکان میں قرآن پڑھاتے تھے۔ جب مدینہ میں تشریف لیگئے تو مسجد میں تعلیم دیتے تھے اور کچھ اصحاب صُفّہ (صفہ مسجد میں ایک چبوترہ تھا جس پر ساکین صحابہ رہتے تھے۔) پر پڑھتے تھے۔ اصحاب صفہ رات کو ایک معلم کے پاس جمع ہو قرآن سیکھتے تھے (مسند احمد)

علم حاصل کرنے کی ترغیب قرآن و حدیث میں بہت ہے۔ اور قرآن پڑھنے کو تو خداوند ذوالجلال نے لازمی کر دیا ہے کہ ہر نماز میں کچھ نہ کچھ قرآن پڑھا جاتا ہے۔ حضور نے قرآن پڑھنے کے اسقدر فضائل اور ایسا اجر بیان فرمایا ہے کہ صحابہؓ ذوق و شوق سے قرآن پڑھتے تھے۔

ان افضلكم من تعلم القران وعلمه۔ (تم میں وہ شخص افضل ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے (بخاری)

مثل الذى يقرأ القرآن كالاترجة طعمها طيب وريحها طيب (قرآن پڑھنے والا اُس پھل کی مثل ہے جس کا مزہ بھی اچھا ہے اور خوشبو بھی اچھی ہے۔ بخاری)

يقال لصاحب القرآن اقرأ وارتق (قیامت کے دن قرآن پڑھنے والے کو کہا جائے گا کہ قرآن پڑھ اور بلند درجات کی طرف عروج کر۔ مشکوٰۃ)

عن عائشة مثل الذى يقرأ القرآن وهو حافظ له مع السفرة الكرام الخ (جو قرآن پڑھتا ہے

پڑھتا ہے وہ مثل فرشتوں کی ہے۔بخاری)

یجئ صاحب القرآن یوم القیامۃ فیقول یارب حلہ فیلبس تاج الکرامۃ (قیامت کے دن جب قرآن پڑھنے والے آئیں گے تو قرآن خداوند کریم سے عرض کرے گا کہ ان کو تاج کرامت عطا فرما (ترمذی)

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اقرؤا القرآن فان اللہ لا یعذب الخ رسول کریم نے فرمایا جو قرآن پڑھتا رہے گا خدا اُس کو عذاب میں مبتلا نکرے گا (داری)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑتا ہوں، ایک قرآن، دوسرے حدیث، جب تک ان کو پکڑے رہوگے گمراہ نہوگے (مشکوٰۃ) نیز فرمایا ہے کہ خداوند کریم کو قرآن تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے (داری) نیز فرمایا کہ قرآن پڑھنے والے کو ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں ملتی ہیں (داری)

خیرکم من قرا القرآن واقراہ (تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے (طبرانی)

یہ تو آخرت کی باتیں تھیں۔حضور دنیا میں بھی اُن لوگوں کے مراتب بڑھاتے تھے جو قرآن پڑھتے تھے۔

عن ابی ھریرۃ قال بعث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعثا وھم ذو عدد فاستقرأھم فاستقرأ کل رجل منھم الخ یعنی رسول کریم نے ایک لشکر ترتیب دیا۔ ہر سپاہی سے قرآن سُنا۔جس کو جس قدر یاد تھا اُسنے سُنایا، ایک کم عمر سپاہی کو سب سے زیادہ یاد تھا۔آپنے اس کو سپہ سالار بنادیا (ترمذی جلد ثانی)

شہدار اُحد کو جب آپ نے دفن فرمایا تو شہدار زیادہ تھے، کپڑا کم تھا، اسلئے ایک ایک قبر اور ایک ایک چادر میں کئی کئی رکھے گئے۔ رکھتے وقت آپ دریافت فرماتے تھے کہ اس کو کس قدر قرآن یاد تھا جس کو جس قدر زیادہ یاد تھا اس کو قبلہ کی جانب مقدم کرتے (ترمذی جلد ثانی)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے ایک عورت کے متعلق درخواست نکاح کی، آپنے فرمایا تیرے پاس کچھ مال ہے، اُس نے انکار کیا۔ اُس کے پاس صرف ایک تہبند تھا۔آپ خاموش ہوگئے، وہ شخص مایوس ہوکر جانے لگا۔آپنے اُس سے دریافت کیا کہ تجھ کو کچھ قرآن بھی یاد ہے اُسنے کہا ہاں فلاں فلاں سورت آپ نے فرمایا حفظ پڑھ سکتے ہو اُس نے کہا ہاں، آپنے اُس کا نکاح کردیا۔ (بخاری کتاب النکاح)

نماز میں امامت کا حکم آپ اُسی کو دیتے جو قرآن زیادہ جانتا تھا۔چنانچہ اپنے سامنے آپنے حضرت ابوبکر کو امام بنایا کیونکہ وہ تمام قرآن کے حافظ اور قاری اور سب سے بڑے عالم تھے۔ فروہ مرادی کو مذحج۔ زبید مراد تین قبیلوں پر اسی لئے حاکم بنایا کہ وہ قرآن سب سے زیادہ پڑھا تھا (ابن خلدون)

عثمان ابن ابی العاص قرآن اچھا پڑھتے تھے اسلئے طائف کا حاکم مقرر کیا (ابن ہشام)

جب قرآن کا پڑھنا دنیوی و اُخروی ترقیوں کا ذریعہ تھا تو کیوں نہ صحابہ اس طرف ذوق شوق سے رجوع ہوتے

قرآن پڑھنے کا اجر عظیم مقرر کرنے میں اور قرآن جاننے والے کو ترجیح میں صرف اشاعتِ قرآن ہی کا خیال نہیں تھا بلکہ اس لئے بھی ان کو ترجیح دی جاتی تھی کہ قرآن مجید دنیا کے تمام علوم مدونہ کا جو سرفت و عقل سے تعلق رکھتے ہیں سرچشمہ ہے۔ علم آلٰہیات۔ علم طبعیات، علم ریاضیات، علم الاخلاق، سیاست مدن یعنی قانون انتظام ملکی۔ علم تدبیر منزل یعنی قواعد انتظام خانہ داری، ان علوم ستہ اور اُن کے فرعی علوم کے متعلق قرآن میں اُصول و ہدایات ہیں لہٰذا جو شخص سب سے زیادہ قرآن پر عبور رکھتا ہوگا وہی ان علوم کا حق ادا کرے گا۔ یہ امر بالاتفاق موّرخین سے ثابت شدہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اُس زمانہ میں جبکہ دنیا سے ظاہری و باطنی ترقی نابود ہوگئی تھی۔ اخلاق و شائستگی، عدل و انصاف، حسن انتظام، امن و امان، علم و فن کا نام بھی نہ رہا تھا ایسی خوبی سے کاروبار سلطنت کو انجام دیا کہ دنیا شاہراہ ترقی پر گامزن ہوگئی یہ حضرات نہ کہیں تعلیم حاصل کرنے گئے، نہ کہیں طرز انتظام سیکھنے گئے نہ کبھی پہلے کے کارکردہ تھے نہ حضور نے کوئی علوم و فنون کا کالج قایم کیا تھا۔ صرف قرآن پڑھے ہوئے تھے وہی اُن کا رہنما تھا۔ اسی سے تمام مسایل و مشکلات حل کرتے تھے۔ کتب سیر و تاریخ و فقہ میں اُن کے انتظامات کا طرز، اُن کے فیصلے مذکور ہیں۔ آج تک کوئی عقیل و فہیم اُن پر انگلی نہ رکھ سکا۔ یہ سب کچھ قرآن ہی سے تھا

دنیا میں دیکھا گیا ہے کہ مختلف اشخاص مختلف علوم و فنون میں صاحب کمال ہوئے ہیں کوئی جامع کمالات نہیں ہوا۔ کوئی مدبر ہے تو کوئی جنرل ہے۔ کوئی جج ہے تو کوئی انجینر ہے۔ کوئی پروفیسر ہے تو کوئی کلکٹر ہے۔ لیکن ان قرآن جاننے والے اصحاب کے حالات پر نظر کیجئے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کا ہر فرد مدبر بھی تھا۔ جنرل بھی تھا۔ جج بھی تھا معلم بھی تھا۔ اس جامعیت کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے دنیا کی کوئی یونیورسٹی ایسی جامع ہستیاں پیدا نہ کرسکی۔

غرض جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ فوراً لکھا دیتے تھے۔ اور صحابہ کو پڑھا دیتے تھے۔ قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی ثابت ہے کہ آپ قرآن پڑھاتے تھے۔ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (یہ نبی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے)

عن عمرو بن العاص قال اقرأنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس عشرۃ سجدۃ فی القرآن یعنی عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ مجکو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے (ابوداؤد و ابن ماجہ) احفظوا عنا کما حفظنا نحن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ابوسعید صحابی نے ابونضرہ سے کہا کہ قرآن ہم سے اسی طرح حفظ کرو جیسے ہم نے رسول کریم سے حفظ کیا ہے (دارمی)

قال خطبنا عبد اللہ بن مسعود فقال لقد اخذت من فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

یضعًا وسبعین سورۃ (ابن مسعود نے کہا کہ میں نے رسول کریم سے ستر سے زیادہ سورتیں یاد کیں۔ (بخاری فضائل القرآن)۔ ابوالدرداء نے کہا میں نے قرآن رسول کریم سے پڑھا (تذکرۃ الحفاظ جلد اول)

بخاری میں جابر اور ابن مسعود سے دو روایتیں ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو دعائے استخارہ اور التحیات اس طرح یاد کرائی جیسے قرآن یاد کراتے تھے۔ ایسی ہی ایک روایت ترمذی میں ابن عباس سے ہے، اور ترمذی میں ایک روایت ہے کہ جب آیت مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ الخ نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو پڑھائی (ترمذی جلد اول)

جو شخص نیا مسلمان ہوتا تھا آپ اس کو صحابہ کی سپرد کرتے تھے۔ کہ اس کو قرآن پڑھاؤ۔ عن عبادۃ بن الصامت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشتغل فاذا قدم رجل مہاجرا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفعہ الی رجل منا یعلمہ القرآن یعنی جب کوئی نومسلم آتا تو رسول کریم اس کو کسی مہاجر کے سپرد کر دیتے کہ اس کو قرآن پڑھاؤ (کنز العمال جلد اول ص۲۳۱)

قبیلہ عامر کے دس آدمی آکر مسلمان ہوئے اور اتنے دن مدینہ میں ٹھیرے کہ ابی بن کعب سے انہوں نے قرآن پڑھ لیا (ابن خلدون جلد ثانی) ایسا ہی قبیلہ غامد اور قبیلہ بنی عامر و مذحج وطفیل بن عمر الدوسی اور عمرو بن معدیکرب کے متعلق ابن خلدون میں لکھا ہے۔ تمیم کے ستر آدمیوں نے اسی طرح قرآن پڑھا، (استیعاب جلد ثانی) جن قبایل یا مواضع میں مسلمان ہو جاتے تو آپ وہاں تعلیم دینے کیلئے صحابہ کو مامور فرماتے۔ اہل مدینہ جب قبل ہجرت مکہ میں آکر مشرف باسلام ہوئے تو آپ نے اُن کی تعلیم کیلئے ابن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر کو بھیجدیا۔ زید بن ثابت نے بیان کیا کہ میں نے حضور کے مدینہ تشریف لانے سے قبل سترہ سورتیں یاد کرلی تھیں۔ اسوقت میری عمر گیارہ سال کی تھی (ابن خلدون وکامل ابن اثیر)۔

اسی طرح معاذ کو مکہ و یمن، عمرو بن حزم کو نجران قبایل عضل و قارہ میں چھ اصحاب مرثد، عاصم بن خبیب خالد بن بکر۔ زید بن دثنہ۔ عبداللہ بن طارق کو بنی الحارث میں خالد بن ولید کو تعلیم دینے کیلئے بھیجا، وفد بیر و قرآن پڑھکر مدینہ سے گیا۔ (طبقات ابن سعد۔ استیعاب، ابن خلدون، طبری۔ زاد المعاد)

عمرو بن حزم کو آپنے جو احکام لکھائے تھے انہیں یہ حکم بھی تھا عَلِّمِ النَّاسَ الْقُرْاٰنَ (لوگوں کو قرآن پڑھاؤ) ابن خلدون)

اور اسی قسم کی بہت سی روایتیں ہیں جن سے ثابت ہے کہ آپنے قرآن کی تعلیم لازمی قرار دے رکھی تھی اور اس کا کافی انتظام کیا تھا۔ آپ کی حیات میں قرآن کی ہر طرح اشاعت ہوگئی تھی۔ آپکی حیات میں تقریبًا تمام ممالک و اقوام میں اسلام پہونچگیا تھا۔ اور مسلمانوں کی تعداد لاکھوں تھی۔ ان میں سے ایک بھی ایسا

نہ تھا جو کچھ نہ کچھ قرآن نہ پڑھا ہو۔ آج بھی روئے زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں مل سکتا جس کو قرآن کی دو چار سورتیں یاد نہ ہوں۔ کیونکہ نماز فرض ہے اور قرآن کا نماز میں پڑھنا لازم ہے اگر شومئی بخت سے کوئی مسلمان پابند نماز نہیں تو کبھی نہ کبھی تو نماز پڑھتا ہی ہے اس لئے اس کو کچھ نہ کچھ قرآن ضرور یاد ہوتا ہے۔

حفظِ قرآن

جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو آپ فوراً صحابہ کو لکھا دیتے اور پڑھا دیتے۔ صحابہ حفظ کر لیتے کان داب الصحابۃ رضی اللہ عنہم من اول نزول الوحی الی اٰخرہ المسارعۃ الی حفظہ یعنی تمام زمانہ وحی میں صحابہ کا یہ معمول رہا کہ جو وحی نازل ہوئی اُس کو حفظ کر لیا (زبدۃ البیان فی رسوم مصاحف عثمان)

آپ کے عہد مبارک میں حُفاظ کی یہ کثرت تھی کہ تمام جزیرۃ العرب کے حصص و دیہات تک میں حُفاظ و معلم ہو چکے تھے۔ اور ایک ایک قبیلہ میں حضور نے دس دس، بیس بیس۔ چالیس چالیس، ستر ستر قاری بھیجے سریہ بیر معونہ میں جو ابتدائے سنہ ہجری میں ہوا۔ ستر حُفاظ شہید ہوئے۔ اور کئی لڑائیوں میں کثیر تعداد حُفاظ شہید ہوئے۔ کتب تاریخ میں بتفصیل تمام واقعات و اسماء موجود ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے طبقات القراء میں لکھا ہے کہ ایک جماعت صحابہ کی ایسی تھی جنہوں نے پورا قرآن حفظ کر لیا تھا اور حضور کو سُنا دیا تھا بجملہ اُن کے وہ سات قاری ہیں جن کی سند آج تک دنیا میں مسلّم ہے۔ من جملتہم سبعۃ ائمۃ اعلام ودارت علیہم اسانید القراٰن وذکروا فی صدر الکتب الاجازات عثمان بن عفان وعلی ابن ابی طالب واُبی بن کعب وعبداللہ بن مسعود وزید بن ثابت وابوموسی الاشعری وابوالدرداء طبقات القراء) یعنی قرآن کی سند ان سات ائمہ کی مشہور ہے۔

اور حضور نے فرمایا ہے استقرؤا القراٰن من اربعۃ من عبداللہ بن مسعود وسالم مولی ابی حذیفۃ واُبی بن کعب ومعاذ بن جبل (یعنی قرآن ان چار سے پڑھو۔ بخاری)

ابی بن کعب کے متعلق تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔ اقرأ الصحابۃ وسید القراء قرأ القراٰن علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم (صحابہ میں سب سے زیادہ قاری اور قاریوں کے سردار تھے۔ رسول کریم سے قرآن پڑھا تھا۔

ابو موسیٰ اشعری کے متعلق ہے حفظ القراٰن وعرضہ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم قرآن حفظ کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنایا۔ مفتاح السعادت جلد اوّل)۔

ابوبکر صدیق کے حافظ ہونے کے متعلق امام ابوالحسن اشعری نے تصریح کی ہے (مفتاح السعادت جلد اوّل) اور اصحاب نے بھی قرآن حفظ کر کے سُنایا تھا۔ فاما من حفظہ کلّہ منہم وعرض علی النبی صلے

اللہ علیہ وسلم فجماعۃ من نجباء محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اجلۂ صحابہ کی ایک جماعت نے پورا قرآن حفظ کیا اور حضور کو سنایا۔ طبقات القراء)

صحابہ میں دس ہزار حافظ زیادہ مشہور تھے۔ ان دس ہزار میں (۳۷) کو خصوصیت خاصہ حاصل تھی۔ ابوبکر صدیق[1]۔ عمر فاروق[2]۔ عثمان بن عفان[3]۔ علی ابن ابی طالب[4]۔ عبداللہ بن مسعود[5]۔ طلحہ[6]۔ سعد بن ابی وقاص[7]۔ حذیفہ[8] بن الیمان۔ ابوہریرہ[9]۔ عبادہ[10] بن الصامت۔ معاذ[11] بن جبل۔ مجمع[12] بن حارثہ۔ فضالہ[13] بن عبید۔ ابوموسیٰ[14] اشعری۔ عمرو[15] بن العاص۔ سعد[16] بن عبادۃ۔ عبداللہ[17] بن عباس۔ ابوایوب[18] انصاری۔ عبداللہ[19] بن ذوالبجادین۔ عبید[20] بن معاویہ بن زید بن ثابت۔ ابوزید[21]۔ سالم[22] مولی ابی حذیفہ۔ سلمہ[23] بن مخلد بن الصامت سعد[24] بن عبید بن نعمان انصاری۔ زید[25] بن ثابت۔ ابی[26] بن کعب۔ عبداللہ[27] بن السائب۔ سلیمان[28] بن ابی حثمہ تمیم[29] الداری۔ معاذ[30] بن الحارث۔ ابوالدرداء[31]۔ عقبہ[32] بن عامر الجہنی۔ عبداللہ[33] بن عمر بن الخطاب۔ سعد[34] بن المنذر ابن اوس قیس[35] بن صعصعہ۔ عبداللہ[36] بن عمرو بن العاص۔ ابوحلیمہ[37] معاذ (تہذیب التہذیب، طبقات ابن سعد تذکرۃ الحفاظ للذہبی و مفتاح السعادت، اتقان، صحیح بخاری)

مردوں کے علاوہ عورتیں بھی حافظ تھیں۔ ان میں چار زیادہ مشہور تھیں۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ، ام المومنین حفصہ، ام المومنین ام سلمۃ۔ ام ورقہ بن نوفل (ابوداؤد)

حفظ قرآن اور تلاوت قرآن کی یہ کثرت تھی کہ عمرو بن سلمہ کا گھر ایک چشمہ کے کنارے تھا۔ آپ کا سات برس کا سن تھا، آنے جانے والے مسافر چشمے پر آرام کرتے تھے۔ جس طرح عام عادت ہے کہ تفریحی مقام پر کچھ پڑھنے لگتے ہیں تو آنے جانے والے قرآن پڑھتے تھے۔ یہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن جس طرح بچوں کی عادت ہے کہ آنے جانیوالوں سے سنکر کچھ یاد ہو جاتا ہے ان کو بھی قرآن مجید کا کچھ حصہ یاد ہو گیا تھا۔ بخاری)

عبداللہ بن عمرو بن العاص کے متعلق ہے فاضلاً حافظاً عالماً قرأ الکتاب (یعنی فاضل تھے حافظ تھے، عالم تھے، قاری تھے (استیعاب)

قیس بن صعصعہ و سعید بن المنذر بن اوس و عبداللہ بن عمر فاروق و عقبہ بن عامر الجہنی تمیم الداری و عبداللہ بن السائب، ان اصحاب کے متعلق طبقات ابن سعد و استیعاب جلد اول، کنز العمال جلد اول و تاریخ الخلفاء۔ فتح الباری و اسد الغابہ، تہذیب التہذیب جلد ہفتم میں لکھا ہے کہ یہ سب حفاظ میں سے تھے

سلیمان بن ابی حثمہ یہ حافظ قرآن تھے حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں انہیں عورتوں کو قرآن سُنانے پر مامور کیا تھا اور خلیفہ سوم حضرت عثمان نے ان کو تراویح کا امام مقرر کیا تھا (طبقات ابن سعد جلد پنجم ص ۱۶ و ۱۷)

اور دیگر اصحاب کے متعلق تفصیل طلب حضرات تذکرۃ الحفاظ و استیعاب و تہذیب التہذیب وغیرہ کتب دیکھیں
مسٹر ولیم میور لکھتے ہیں:۔ قوت حافظہ اُن کی انتہائی درجہ پر تھی۔ اور اس کو وہ لوگ قرآن کی نسبت
کمال سرگرمی سے کام میں لاتے تھے ان کا حافظہ ایسا مضبوط تھا اور ان کی محنت ایسی قوی تھی کہ اکثر اصحاب
پیغمبر کی حیات میں بڑی صحت کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے (لائف آف محمد)

چھٹی صدی عیسوی دنیا کا تاریک ترین زمانہ تھا۔ ایک عرب ہی پر منحصر نہیں ہے دنیا کے ہر حصہ میں پڑھے
لکھوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ فی ہزار ایک کا بھی اوسط نہ تھا۔ ایسے زمانہ میں بہترین ذریعہ حفاظت کا حفظ
تھا۔ تحریر پر اس قدر بھروسہ نہیں ہوسکتا تھا، اول تو لکھنے والے کم، مطابع، پریس نہ تھے۔ اسلئے قلیل التعداد
تحریروں میں جعلسازی آسانی سے ہوسکتی تھی۔ اسی وجہ سے قرون ثلاثہ میں ہمارے ائمہ حدیث اُس راوی کو
ضعیف سمجھتے تھے جو کتاب دیکھکر روایت کرتے تھے۔

مذاہب عالم کی کتابیں تحریر ہوئیں کیا انجام ہوا۔ اگر قرآن کا مدار بھی تحریر پر ہوتا تو یہی حشر ہوتا۔
قرآن کی حفاظت حفظ ہی سے ہوسکی اور بغیر اس کے ممکن نہ تھی۔ عہد رسول میں ایک دو نہیں ہزاروں
سینوں میں مکمل محفوظ تھا۔ اور لاکھوں سینوں میں متفرق طور پر اور بہت سے ممالک میں قرآن پہونچکر
لوگوں کے دل نشین ہوگیا تھا۔ حضور کی حیات میں عرب، افریقہ، ایران، روم، ہند، چین وغیرہ ممالک
میں اسلام پہونچ گیا تھا۔

ہندو فاضل منشی جے بہادر لکھتے ہیں:۔ تبر سان مشہور چینی مورخ نے لکھا ہے کہ ۶۲۸ء میں وہاب
ابن ابی کبشہ رسُول کا فرمان لیکر شاہ چین کے دربار میں داخل ہوئے شہنشاہ چین نے ان کا بہت اعزاز کیا
اور کانٹین میں مسجد تعمیر کرنے کی اجازت دی (تلقین مذہب مطبوعہ ۱۳۲۷ ہجری وکٹوریہ پریس ص ۱۴۸)
سر بانک ہندی کی روایت بھی کسی جگہ درج ہے۔ حفظ کے ذریعہ حفاظت کا تذکرہ قرآن میں بھی ہے
بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ (عنکبوت) یعنی یہ کتاب کھلی ہوئی آیتوں
کا مجموعہ ہے جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہے۔

اسلام کے ساتھ ہی ساتھ حضور کے عہد مبارک میں قرآن اکثر ممالک میں شائع ہوگیا تھا۔

تلاوت قرآن

قرآن جس قدر جس نے پڑھا تھا وہ اسکی تلاوت کرتا ہی تھا۔ اب بھی اکثر مسلمان تلاوت کرتے ہیں۔
حضور علیہ السلام کا صرف ایک حدیث سے سات روز میں ثابت ہے جو ترتیب قرآن کے بیان میں نقل

کیگئی ہے۔ باقی اصحاب میں بڑے بڑے باکمال تلاوت کرنے والے تھے۔
عثمان غنی و تمیم داری ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے (تہذیب التہذیب و استیعاب)
عبداللہ بن عمر بن الخطاب و عبداللہ بن عمرو بن العاص ایک رات میں ختم کرتے تھے (فتح الباری)
سعد بن المنذر بن اوس تین دن میں ختم کرتے تھے (فتح الباری۔ اُسد الغابہ)
قیس بن صعصعہ کو حضور نے فرمایا تھا کہ ایک ہفتہ میں ختم کیا کرو۔ (استیعاب جلد اوّل)

قرآن بوقت وفاتِ رسولؐ

حضور نے جب رحلت فرمائی ہے تو آپ کے صحابہ کی تعداد لاکھوں تھی۔ اور دور دراز ممالک میں اسلام پہونچ گیا تھا۔ حجۃ الوداع میں حضور کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب تھے۔ یہ تعداد حج کرنے والوں کی اس زمانے کے اعتبار سے تو کروڑوں سے اور اُس زمانہ کے اعتبار سے پانچ چھ لاکھ سے حاصل ہو سکتی ہے۔
نماز فرض تھی۔ پانچوقت پڑھی جاتی تھی۔ نماز میں قرآن کا پڑھنا فرض تھا۔ اسلئے تھوڑا بہت قرآن تو ہر مسلمان کو یاد تھا۔ اور اس طرح اقطاع عالم میں چوبیس گھنٹے برابر تلاوت قرآن جاری تھی۔
ہزاروں حافظ تھے۔ مشہور حفاظ کی تعداد دس ہزار بیان کی گئی ہے۔ عورتیں بھی حافظ تھیں غلام بھی حافظ تھے۔ ایسے ایسے تلاوت کرنے والے تھے کہ ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے۔ آپ نے مکمل قرآن لکھا دیا تھا۔ صدہا صحیفوں میں لکھا ہوا تھا۔ آپ نے جو قرآن لکھایا تھا وہ متفرق اشیا پر تھا۔
آپ نے قرآن قواعد تجوید کے ساتھ پڑھایا تھا اور ترتیب کے ساتھ آپ تلاوت کرتے تھے اور صحابہ پڑھتے تھے۔ اعراب و نقاط کا لکھنے میں رواج نہ تھا۔ پڑھنے میں تھا۔ آپ نے تاکید فرمائی اعربوا القرآن (کنز العمال)
امام سیوطی نے لکھا ہے ولکن ملکۃ الاعراب الموجودۃ فی نفوسھم قبل اختلاطھم بالعجمیۃ (یعنی اہل عرب کے نفوس میں اعراب کا ملکہ تھا جو ان کو غلطی سے محفوظ رکھتا تھا جب تک کہ وہ عجمیوں سے نہ ملے تھے۔ اتقان)
آیات و وقوف بھی توقیفی ہیں۔ آپ نے صحابہ کو تعلیم فرمائے تھے مگر ان کا کوئی نشان کتابت میں مقرر تھا
آپ نے قرآن کو سات منزلوں پر تقسیم فرمادیا تھا۔ بعض سورتوں اور آیات کی تعداد حضور سے منقول ہے۔
لیکن قرآن بین الدفتین جمع نہیں ہوا تھا۔ انما القرآن کان علیٰ ھذا التالیف والجمع فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما ترک جمعہ فی مصحف واحد یعنی قرآن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسی ترتیب پر تھا مگر ایک مصحف میں جمع نہ ہوا تھا۔ (خازن جزو اوّل)

قرآن عہدِ خلافت اوّل میں

حضرت زید بن ثابت کی حدیث سے جس کو تمام محدثین نے نقل کیا ہے جمع قرآن کی کیفیت عہد خلافت اولیٰ میں معلوم ہوتی ہے۔

ان زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال ارسل الیّ ابو بکر الصدیق مقتل اھل الیمامۃ فاذا عمر بن الخطاب عندہ قال ابو بکر رضی اللہ عنہ ان عمر اتانی فقال ان القتل استحر یوم الیمامۃ بقرّاء القرآن انی اخشی ان یستحر القتل بالقرّاء بالمواطن فیذھب کثیر من القرآن وانی اریٰ ان تامر بجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال عمر ھذا واللہ خیر فلو یزل عمر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری لذلک ورأیت فی ذلک الذی رأی عمر قال زید قال ابو بکر انک رجل شاب عاقل لا نتھمک و قد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فتتبع القرآن فاجمعہ قال فواللہ لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علیّ مما امرنی بہ من جمع القرآن قلت کیف تفعلون شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ھو واللہ خیر فلو یزل ابو بکرؓ یراجعنی حتی شرح صدری للذی شرح لہ صدر ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما فتتبعت القرآن اجمعہ من العسب واللخاف و صدور الرجال حتی وجدت اٰخر سورۃ التوبۃ مع ابی خزیمۃ الانصاری لم اجدھا مع احد غیرہ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حتی خاتمۃ براءۃ فکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفاہ اللہ ثم عند عمرؓ فی حیاتہ ثم عند حفصۃ بنت عمر رضی اللہ عنہما۔ یعنی زید بن ثابت سے روایت ہے کہ جنگ یمامہ کے زمانہ میں ابو بکر نے مجھے بُلوایا۔ عمر بھی وہاں موجود تھے خلیفہ نے کہا یمامہ کی لڑائی میں بہت قاری شہید ہوئے ہیں۔ ایسے ہی اگر اور چند لڑائیاں ہوئیں تو مجھے ڈر ہے کہ قرآن کا اکثر حصہ تلف ہو جائے گا۔ عمر نے مجھ سے کہا کہ تو قرآن جمع کرا۔ تو نوجوان سمجھدار معتبر آدمی ہے، کاتب وحی بھی ہے اسلئے مناسب ہے کہ تو تلاش کر کے (عام تحریرات سے) قرآن جمع کر۔ میں نے کہا کہ یہ ایسا بھاری کام ہے کہ اس کے مقابلہ میں پہاڑ کا ہٹا دینا آسان ہے اور جو کام رسول نے نہیں کیا وہ آپ کیسے کریں گے۔ خلیفہ نے کہا کہ ہاں یہ نیک کام ہے۔ مجھے اور خلیفہ کو اسمیں گفتگو ہوئی میری بھی سمجھ میں آگیا کہ یہ کام مناسب ہے۔ اسپر میں نے قرآن کو کھجور کے پیٹھوں، پتھر کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کیا۔ سورۂ توبہ کی آخری آیات ابو خزیمہ کے پاس سے ملیں۔ میرا لکھا ہوا قرآن حضرت ابو بکر

پاس محفوظ رہا۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس۔ ان کے بعد حضرت حفصہ کے پاس محفوظ رہا۔

زید بن ثابت وحی کے کاتبوں میں اوّل درجہ کے کاتب تھے۔ اور عرضۂ اخیرہ میں حضور سے دو مرتبہ قرآن سُنا۔ اسلئے تمام کاتبوں میں خلیفہ نے انہیں کو منتخب کیا۔ زید کے اظہار رضامندی کے بعد اس امر پر غور کرنے کیلئے حضرت عمر کے مکان پر ایک جلسہ کیا گیا اسمیں حضرات ذیل شریک تھے۔

ابوبکر صدیق۔ عمر بن الخطاب، عثمان بن عفان۔ علی بن ابی طالب، ابی بن کعب۔ عبداللہ بن مسعود عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن الزبیر۔ عبداللہ بن عباس۔ ابن السائب، خالد بن الولید۔ طلحہ۔ سعد۔ حذیفہ سعید۔ سالم۔ ابوہریرہ۔ عبادہ بن صامت، ابوزید۔ ابودرداء۔ ابوموسیٰ اشعری۔ عمرو بن العاص۔ زید بن ثابت سب نے اسپر اتفاق کیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب میں ارتداد پھیلنا شروع ہوا۔ مدعیان نبوت کھڑے ہوگئے۔ اسلام کے خلاف ہر قسم کی سازشیں شروع ہوگئیں یہ ایک پُرآشوب وقت تھا۔ اشرار کو ہر قسم کی شرارت کا موقع حاصل تھا۔ حضور موجود نہ تھے کہ جن کے ہر لفظ پر لوگ آمنّا وصدّقنا کہتے تھے۔ اس لئے اسوقت ہر قسم کی احتیاط کی ضرورت تھی۔ قرآن مجید جو حضورؐ نے تحریر کرایا تھا وہ متفرق اشیاء پر تھا۔ صحابہ نے جو بطور خود لکھا تھا اسکی یہ کیفیت تھی کہ کسی کے پاس ایک سورت، کسی کے پاس دس سورتیں، کسی کے پاس کچھ آیتیں۔ کسی کے پاس آیت کے ساتھ تفسیری جملے بھی لکھے ہوئے تھے۔ بعض بعض کے پاس پُورا قرآن جس کو انہوں نے اپنی اپنی معلومات کی موافق بترتیب نزول لکھا تھا۔ یہ ترتیبیں مختلف تھیں کیونکہ ہر شخص کی معلومات میں کچھ نہ کچھ فرق تھا۔ حضور نے بترتیب نزول جمع نہیں کرایا تھا۔ نہ سب کی ترتیب نزول آپ نے صحابہ کو معلوم ہوئی تھی، آپ نے ترتیب توقیفی کے ساتھ یاد کرایا تھا۔ اور اسی ترتیب سے آپ پڑھتے پڑھاتے تھے لیکن چونکہ سلسلۂ کلام جاری تھا ابھی معلوم نہ تھا کہ اسمیں سے کچھ منسوخ ہوگا یا درمیان میں اور سورتیں یا آیتیں نازل ہونگی۔ اسلئے ترتیب توقیفی پر حضور نے لکھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہ عام قاعدہ بھی ہے کہ کتاب کی ترتیب ختم تصنیف پر ہوتی ہے۔ پھر ایسی کتاب کی ترتیب ختم سے پہلے کیونکر مناسب ہوسکتی ہے کہ جو پارہ پارہ نازل ہورہی ہو جس کے اختتام کا حال کسی کو معلوم ہو۔ جسمیں ناسخ و منسوخ کا بھی سلسلہ ہو۔ چونکہ رسول کریم نے اس ترتیب پر تحریر کا کوئی حکم نہیں دیا تھا اسی وجہ سے اوّل حضرت ابوبکر کو تامل ہوا۔ حضرت عمر نے اس خیال سے کہ کلام ختم ہوگیا۔ ابھی صحابہ اور حفاظ موجود ہیں۔ قرآن ترتیب توقیفی پر اگر جمع نہ ہوا تو کل کو بڑا فتنہ برپا ہوگا، کوئی کہے گا کہ یہ ترتیب ہے۔ کوئی کہے گا بس اسی قدر سورتیں ہیں۔ کوئی کہے گا یہ آیتیں اس طرح ہیں اسلئے حضرت عمر نے خلیفہ سے کہا کہ آپ قرآن جمع کرا دیجئے۔ چونکہ اس زمانہ میں تحریر سے حفظ پر زیادہ بھروسہ تھا۔

پریس و مطابع نہ تھے۔ لکھنے والے کم تھے۔ حفاظ ہزاروں تھے۔ اس لئے تحریر کے متعلق تو کوئی فتنہ پرداز کوئی شگوفہ چھوڑ سکتا تھا۔ اور اس پر وہ لوگ جو لکھے پڑھے نہ تھے یا جن کے یہاں کوئی تحریر نہ تھی برہم ہو سکتے تھے۔ اس لئے حضرت عمر نے کہا کہ اگر جنگ یمامہ کی طرح اور دو چار معرکہ ہو گئے (کیونکہ اس جنگ میں بارہ سو مسلمان شہید ہوئے انہیں سات سو حفاظ تھے اور مشہور قراء میں سے سالم بھی شہید ہو گئے (عمدۃ القاری و نہایۃ الایجاز فی سیرۃ ساکن الحجاز) اور حفاظ کا خاتمہ ہو گیا اور کسی نے کوئی شرارت برپا کر دی تو ممکن ہے کہ لوگ قرآن کے بعض حصص سے انکار کر دیں، کہدیں کہ ہمیں تو اسی قدر یاد ہے۔ ہمارے پاس تو اتنا ہی لکھا ہوا ہے تو قرآن کے بعض حصوں کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسوجہ سے حضرت عمر نے تحریک کی جو بعد شوریٰ منظور ہوئی۔

اس جمع کیلئے یہ بھی ممکن تھا کہ دو چار، دس بیس حفاظ کو بٹھا کر لکھ لیا جاتا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ لکھے ہوئے قرآنوں کو لیکر مرتب کر لیا جاتا۔ لیکن اس شورہ پشتر کے زمانہ میں ہر صورت خطرہ تھا۔ لہذا ایسی صورت اختیار کی گئی کہ جسمیں کسی کو شبہ و شکایت کا موقع نہ ملے۔

خلیفہ کے حکم سے حضرت عمر اور زید بن ثابت حرم کے دروازے پر بیٹھ گئے اور منادی کرا دی گئی۔ (قام عمر فقال من کان تلقی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً من القرآن فلیات بہ، وکانوا یکتبون ذلک فی الصحف والالواح والعسب قال وکان یقبل من احد شیئاً حتی یشہد شاھدان۔ یعنی اعلان کیا گیا کہ جس کسی کے پاس کوئی حصہ قرآن کا رسول کریم کے سامنے کا لکھا ہوا ہے وہ لائے اور وہ دو گواہوں کی شہادت سے قبول کیا جاتا تھا۔ ابو داؤد) اور وہ تحریرات طلب کی گئیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی تھیں (فتح الباری جلد اول ص۱۲۳ و اتقان للسیوطی نوع ۱۸)۔

شیعوں کے یہاں بھی ایک طویل حدیث حضرت علی کی احتجاج طبرسی میں ہے جسکا یہی مطلب ہے (فصرخ منادیھم من کان عندہ شیٔ من القرآن فلیاتنا بہ۔ یعنی منادی ہوئی کہ جس کے پاس قرآن کا کچھ حصہ ہے وہ لائے۔ تفسیر صافی شیعی) اور ہر تحریر کا حفاظ سے مقابلہ کیا جاتا تھا (وکان غرضھم ان لا یکتب الا من عین ما کتب بین یدی النبی لا من مجرد الحفظ یعنی صرف اسکی نقل کیجاتی تھی جو رسول کریم کے سامنے لکھا گیا۔ محض حفظ ہی پر نہ لکھا جاتا تھا (اتقان و فتح الباری)

مختلف لوگ جو لائے وہ مختلف اشیاء پر تھا، اونٹ کی ہڈیوں پر، کھجور کے پٹھوں پر، وغیرہ وغیرہ کوئی ایک سورت لایا، کوئی چار سورتیں، کوئی کچھ آیتیں۔ اور اعلان کے موافق ہر ایک سے گواہ لئے گئے سورۂ احزاب اور سورہ توبہ کی آخری آیات ابو خزیمہ لائے۔ ان کو اور کوئی نہیں لایا۔ زید کہتے ہیں کہ ان آیات کو

اور کوئی نہیں لایا۔ (کنت اسمع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ بھا۔ یعنی میں نے رسول کریم کو سنا تھا کہ آپ پڑھتے تھے) لیکن چونکہ اسمیں جمع کرنے والوں یا خاص لکھنے والوں کا دخل نہ تھا۔ اس لئے باوجود یاد ہونے کے زید بن ثابت اس کو جب تک نہ لکھ سکے جب تک ایک شخص اور نہ لایا۔ یہ کارروائی خود بتاتی ہے کہ اطمینان عام مقصود ہے۔ ورنہ زید اور عمر دونوں حافظ تھے، دونوں کاتب وحی تھے، لکھ لیتے، مگر جو شرط مقرر کی گئی اس کے خلاف نہیں کیا۔ ورنہ اصحاب رسول میں ہزاروں ایسے تھے جو تنہا اپنی یاد پر جمع کر سکتے تھے۔ حضرت علی نے تین دن میں جمع کر ہی لیا تھا۔ (باب المصاحف دیکھئے) مگر یہاں تو عام اطمینان کے لئے عوام سے مطالبہ تھا۔ اور یہ بعد ثبوت قبول کیا جاتا تھا۔ ابو خزیمہ کے آیات لانے کا بیان بھی بغرض اطمینان عام ہے کیونکہ یہ آیات صرف ابو خزیمہ ہی کے پیش کرنے پر قبول کی گئیں، اُن سے گواہ نہیں لئے گئے، یہ صورت بظاہر اعلان کے خلاف تھی۔ لیکن اسکی وجہ زید نے خود بیان کردی کہ ابو خزیمہ سے گواہ اسلئے نہیں لئے گئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ذو شہادتین (دو گواہی والا) قرار دیا تھا۔ اس کا اظہار ضروری تھا اور پھر گواہیں خود کو بھی پیش کردیا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ آیات کسی اور کے پاس لکھی ہوئی نہ تھیں سب لکھنے والوں کے پاس تھیں۔ لیکن یہاں مطالبہ صرف اُن کا تھا جو حضور کے سامنے لکھی گئیں، ان کو ابو خزیمہ کے سوا اور کسی نے نہ لکھا تھا (انہ کان یتطلب نسخ القرآن من الاصل الذی کتب بامر النبی صلے اللہ علیہ وسلم وبین یدیہ فلم یجد تلک الآیات الا مع خزیمۃ۔ خازن جلد اوّل) یعنی جو رسول کریم کے سامنے لکھی گئیں وہ طلب کی گئیں اور یہ آیتیں ابو خزیمہ کے سوا حضور کے سامنے کی لکھی ہوئی اور کسی کے پاس نہ تھیں)

اس حدیث پر سرسری نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کارروائی اطمینان عام کے لئے تھی اور یہ بیان بھی اطمینان عام کیلئے ہے۔

قرآن کا اس طرح متفرق اشیاء اور مختلف اشخاص کے پاس سے جمع ہو جانا کہ جس میں کسی کو شبہ نہو یہ قرآن کی تحریر اور اسکی حفاظت کی زبردست دلیل ہے۔

یہ قرآن چمڑے پر لکھا گیا۔ قال ابن حجر فی روایۃ عمارۃ بن غزیۃ ان زید بن ثابت قال امرنی ابوبکر فکتبتہ فی قطع الادیم (یعنی زید نے کہا کہ میں نے ابوبکر کے حکم سے چمڑے کے ٹکڑوں پر لکھا (اتقان)

یہ قرآن خط حجری میں لکھا گیا۔ سورتیں علیحدہ علیحدہ لکھی گئیں۔ کئی جلدیں مرتب ہوئیں۔ اس نسخہ کو اُم کہتے تھے۔ یہ نسخہ مرتب ہو کر رکھا رہا۔ کسی کا اسکی نقل کرنا یا اسمیں تلاوت کرنا مذکور نہیں۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ بغرض اطمینان عام مرتب کیا گیا۔ سب نے اپنے اپنے واسطے لکھ لئے تھے۔ ورنہ لوگ اسکی نقل کرنے کو دوڑے پھرتے۔ حضرت عثمان کے زمانہ تک کسی نے اس کو چھوا تک نہیں۔ امام ابن حزم نے لکھا ہے کہ خلیفہ اوّل کے عہد میں

کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآن نہ ہوں (کتاب الفصل الملل والنحل جلد ثانی)

اس عہد کے ایک مصحف کا ورق جس پر سورہ جن کی آیات تحریر ہیں، یورپ کے مشہور کتب خانہ بورڈلین لائبریری میں ہے اور بھی مصاحف اس عہد کے ہیں (باب المصاحف دیکھئے)

اس عہد تک نقاط و حرکات و علامات کا رواج نہ تھا۔ اذا مات عمر کانت مائۃ الف صحف من مصر الی العراق والشام والیمن یعنی جب حضرت عمر کی وفات ہوئی ایک لاکھ قرآن مصر، عراق، شام اور یمن میں تھے۔ (کتاب الفصل) حجاز اور دیگر ممالک مستثنیٰ ہیں۔ اسلئے ہم سوا لاکھ فرض کرتے ہیں حضرت عثمان کے عہد میں اور بھی اضافہ ہوا ہوگا۔ اس لئے کل تعداد دو لاکھ قرار دینی چاہیئے۔ لیکن حضرت عثمان نے جب قرآن جمع کرایا تو نہ اپنا قرآن لیا نہ اور کسی کا وہی صحف ابوبکر طلب کئے۔ اور وہی مختلف پرزے جو رسول کریم کے سامنے لکھے گئے اور پھر ترتیب انہی سے بمقابلہ حفاظ ہوئی۔ اس کارروائی سے بھی ثابت ہے کہ اطمینان عام مقصود ہے۔ ورنہ لکھے ہوئے تو لاکھوں تھے۔

حضرت ابوبکر کا مرتب کرایا ہوا نسخہ ان کے پاس رہا۔ اُن کے بعد حضرت عمر کے پاس رہا۔ اُن کے بعد حضرت عثمان نے اس کو نہیں لیا۔ حضرت عمر کی بیٹی ام المؤمنین حفصہ کے پاس رہا۔ اُن کی وفات کے بعد مروان حاکم مدینہ نے لیلیا۔ اُس کے پاس سے ایک سفر میں گم ہو گیا۔

جمع قرآن

جمع قرآن سے یہ مطلب ہے کہ جن لوگوں نے بجمیع وجوہ لغات و حروف و قرات خود رسول کریمؐ سے حاصل کیا اور حفظ کیا اور لکھا (عمدۃ القاری)

حفظ کرنے والے تو بہت تھے، ان کا شمار کیا بتایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اصحاب رسول کریمؐ کی تعداد لاکھوں تھی۔ جن لوگوں نے قرآن جمع کیا۔ انہی کا صحیح شمار معلوم نہیں۔ علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے۔ ان الذین جمعوا القرآن علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یحصیھم عدد ولا یضبطھم احد

یعنی جن لوگوں نے رسول کریم کے عہد میں قرآن جمع کیا اُن کا کوئی شمار نہیں (عمدۃ القاری)

حدیثوں میں قرآن جمع کرنے والوں میں سب سے زیادہ فائق اصحاب کا ذکر ہے۔ جن کی تعداد (۲۹) ثابت ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک صاحب کی جمع میں ایک یا دو سورتیں رہ گئیں تھیں کہ حضور کی وفات ہو گئی ہر راوی نے اپنی اپنی معلومات کی موافق جمع کرنے والوں کے نام بتلائے ہیں

اخرج ابو عمرو عن محمد بن کعب القرظی قال کان ممن جمع القرآن علی عھد النبی

صلے اللہ علیہ وسلم وھو حی عثمان بن عفان وعلیؓ بن ابی طالب وعبد اللہ بن مسعود من المہاجرین وسالم مولی ابی حذیفۃ (یعنی رسول کریم کی حیات میں عثمان، علی، ابن مسعود نے مہاجرین میں سے اور سالم نے قرآن جمع کیا (ازالۃ الخفا جلد دوم ص۲۷۰)

عن عامر الشعبی قال جمع القران علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ستۃ رھط من الانصار معاذ بن جبل وابی بن کعب وزید بن ثابت وابو الدرداء وابو زید وسعد بن عبید قال قد کان بقی علی مجمع بن جاریۃ سورۃ او سورتان حین قبض النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعنی رسول کریم کی حیات میں انصار میں سے چھ آدمیوں نے قرآن جمع کیا تھا۔ معاذ بن جبل۔ اُبی بن کعب، زید بن ثابت ابو الدرداء۔ ابو زید۔ سعد بن عبید۔ اور مجمع کے قرآن میں ایک یا دو سورتیں کم تھیں کہ حضور کی وفات ہو گئی۔

عن محمد بن سیرین قال جمع القرآن علی عھد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابی بن کعب وزید بن ثابت وعثمان بن عفان وتمیم الداری۔ یعنی حضور کی حیات میں اُبی، زید، عثمان اور تمیم نے قرآن جمع کیا۔

قال محمد بن کعب القرظی جمع القرآن فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمسۃ من الانصار معاذ بن جبل وعبادۃ بن الصامت وابی بن کعب وابو ایوب الانصاری وابو الدرداء یعنی رسول کریم کی حیات میں پانچ انصاریوں نے قرآن جمع کیا۔ معاذ۔ عبادہ۔ اُبی۔ ابو ایوب، ابو الدرداء۔

یہ روایتیں طبقات ابن سعد جلد دوم میں ہیں۔

عن انس قال مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یجمع القرآن غیر اربعۃ ابو الدرداء ومعاذ ابن جبل وزید بن ثابت وابو زید ونحن ورثناہ یعنی انس کہتے ہیں کہ رسول کریم کی حیات میں چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا۔ ابو الدرداء، معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت۔ ابو زید۔ اور ابو زید کے قرآن کا وارث میں ہوا (بخاری باب فضائل القرآن)

اس حدیث میں صرف قبیلہ انصار کا ذکر ہے جس کا ثبوت حدیث مرقومہ بالا کے فقرے خمسۃ من الانصار سے ہوتا ہے۔

وفی الریاض من حدیث ابو ثور الفھمی عن عثمان قال لقد جمعت القرآن علی عھد النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ حضور کی حیات میں میں نے قرآن جمع کیا۔

عقبہ بن عامر کے متعلق ہے وھو احد من جمع القرآن (وہ بھی قرآن جمع کرنے والوں میں سے تھا۔ تہذیب التہذیب)

ابوموسی اشعری۔ قیس بن ابی صعصعہ، قیس بن سکن، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن حارث
ثابت بن بشیر بن ابی، ان اصحاب کا بھی جمع کرنا مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری۔ تاریخ خطیب بغدادی)

صحابیات میں ام ورقہ بن نوفل نے بھی قرآن جمع کیا تھا۔ (عمدۃ القاری)

جمع کا لفظ اسی وجہ سے اختیار کیا گیا کہ ان اصحاب نے بجمیع وجوہ قرآن حاصل کیا اور خود حضور سے حفظ کیا اور لکھا۔ خالی حفظ کا جہاں ذکر ہے وہاں حفظ ہی کا لفظ آیا ہے۔ جہاں پڑھنے کا مذکور ہے وہاں قرأ آیا ہے۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حفظ عشر آیات من اول سورۃ الکھف عصم من الدجال (جس نے سورہ کہف کے شروع کی دس آیتیں حفظ کریں وہ دجال سے محفوظ رہے گا (مسلم)

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ سورۃ الواقعۃ فی کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابداً (جس نے سورہ واقعہ رات کو پڑھی اس کو فاقہ نہ ہوگا (مشکوۃ)

استیعاب میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کے متعلق ہے کان فاضلاً حافظاً عالماً قرأ الکتاب۔
ابوالدرداء کے متعلق ہے احد الذین جمعوا القرآن حفظاً علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مفتاح السعادت جلد اول ص ۳۵۴)

زید بن ثابت کے متعلق ہے من الراسخین فی العلم کتب الوحی وحفظ القرآن (ذہبی جلد اول ص۳۲)
ابوموسیٰ اشعری کے متعلق ہے۔ حفظ القرآن وعرضہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مفتاح جلد اول ص۲۵۵)

احفظوا عنا کما حفظنا نحن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ابوسعید خدری نے کہا ہم سے قرآن اسی طرح حفظ کرو جس طرح ہم نے رسول کریم سے حفظ کیا تھا (دارمی)

غرض حفظ اور چیز ہے۔ جمع اور چیز ہے۔ جمع میں حفظ بھی شامل ہے کتابت بھی شامل ہے۔
ہمارے سلف صالحین ائمہ و محدثین و مفسرین کا ہمیشہ سے یہ عقیدہ ہے کہ رسول کریم نے صحابہ کو تمام قرآن پڑھا دیا تھا۔ حفظ کرا دیا تھا۔ لکھا دیا تھا۔ چونکہ وحی کا سلسلہ جاری تھا اسلئے تحریر میں ترتیب نہیں کرائی تھی اور نہ بین الدفتین جمع کرایا تھا۔ ہر تصنیف کا یہ قاعدہ ہے کہ بعد ختم تصنیف ترتیب ہوتی ہے اور ایسی کتاب جس کا تعلق ۔۔۔۔۔ کسی انسان سے نہو اور وہ ٹکڑے ٹکڑے منجانب اللہ ایک شخص پر نازل ہورہی ہو اور کلام لانے والا اس کو ہر فقرہ اور ہر جزو کا موقع بتاتا ہو کہ یہ فقرہ فلاں موقعہ پر لکھا جائے اور یہ سورۃ فلاں سورۃ کے بعد لکھی جائے۔ اور اسمیں ناسخ اور منسوخ کا سلسلہ بھی ہو۔ ایسا کلام جب تک ختم نہو جائے

ترتیب کسطرح ممکن ہے اور سلسلۂ نزول کلام حضور کی وفات سے نو دن قبل تک جاری رہا۔ حضور کی وفات پر معلوم ہوا کہ اب سلسلۂ کلام ختم ہو گیا۔ اس لئے کلام کی ترتیب اور اس کا بین الدفتین جمع ہونا حضور کی حیات میں نہ ہو سکا۔

قال الخطابی انما لم یجمع القرآن صلے اللہ علیہ وسلم فی المصحف لما کان یترقبہ من ورود ناسخ لبعض احکامہ او تلاوتہ۔ رسول کریم نے قرآن مصحف واحد میں اسلئے جمع نہیں کرایا تھا کہ یہ خیال تھا کہ شاید کوئی حکم یا آیت منسوخ ہو (اتقان ص٥٩)

ان القرآن کان علی ھذا التالیف والجمع فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما ترک جمعہ فی مصحف واحد یعنی قرآن اسی ترتیب سے تھا رسول کریم کے زمانہ میں مگر ایک مصحف میں جمع نہیں ہوا تھا۔ خازن جزو اول)

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلقن اصحابہ ویعلمھم ما نزل علیہ من القرآن علی الترتیب الذی ھو الآن فی مصاحفنا بتوقیف جبریل علیہ السلام۔ یعنی رسول کریم نے قرآن کی یہی ترتیب صحابہ کو بتائی تھی جس ترتیب پر اسوقت موجود ہے۔ اور یہ جبریل کی تعلیم سے تھا۔ (حوالہ مذکور)

قولہ لم یفعلہ رسول اللہ قال الخطابی وغیرہ یحتمل ان یکون صلی اللہ علیہ وسلم انما لم یجمع القرآن فی الصحف لما کان یترقب من حل و ناسخ لبعض احکامہ او تلاوتہ فلما انقضی نزولہٗ بوفاتہ صلے اللہ علیہ وسلم الھم اللہ الخلفاء الراشدین ذلک وفاءً لوعدہ الصادق لضمان حفظہ علی ھذہ الامۃ المحمدیۃ فکان ابتداء ذلک علی ید الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ بمشورۃ عمر رضی اللہ عنہ (عمدۃ القاری باب جمع القرآن) یعنی رسول کریم نے ایک مصحف میں قرآن جمع نہیں کرایا کیونکہ وہ تمام نہ ہوا تھا اور ناسخ و منسوخ کا بھی معاملہ تھا۔ آپ کی وفات سے اس کا نزول ختم ہوا اور خدا نے جو اس کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا وہ ابوبکر کے ہاتھ پر پورا ہوا۔

حضرت علی سے روایت ہے رحمہ اللہ علی ابی بکر اول من جمع کتاب اللہ عزوجل ابوبکر پر رحمت ہو کہ انہوں نے پہلی پہل کتاب اللہ کو جمع کرایا۔ (حوالہ مذکور)

جس طرح حضور نے تعلیم فرمایا تھا اسی ترتیب سے حضرت ابوبکر نے جمع کرایا اور تمام صحابہ نے بھی اپنے لئے اسی طرح لکھے۔

ترتیب قرآن

قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں کی ترتیب حضور علیہ السلام کی فرمائی ہوئی ہے۔ حضور کو جبریل علیہ السلام

آیات و سور کے مواقع سے آگاہ فرماتے تھے۔ اسی طرح حضور صحابہ کو تعلیم کرتے تھے۔

امام ابوبکر انباری فرماتے ہیں۔ انزل اللہ تعالیٰ القرآن کلہ الی سماء الدنیا ثم فرقہ فی بضع وعشرین سنۃ فکانت السورۃ تنزل لامر یحدث والآیہ جوابا لمستخبر ویوقف جبریل النبی صلے اللہ علیہ وسلم علی موضع الآیۃ والسورۃ فاتساق السور کاتساق الآیات والحروف کلہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فمن قدم سورۃ او اخرھا فقد افسد نظم القرآن یعنی جبریل رسول کریم کو آیات و سور کے مواقع بتا دیتے تھے۔ سورتوں کا باہمی اتصال ایسا ہی ہے جیسے آیات اور حروف کا یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ (اتقان)

ترتیب السور ھکذا عند اللہ فی اللوح المحفوظ۔ سورتوں کی ترتیب وہی ہے جو لوح محفوظ پر خدا کے نزدیک ہے۔ برہان کرمانی)

غرض اس پر اجماع ہے کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور جبریل حضور کو بتاتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو تعلیم فرماتے تھے۔

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلقن اصحابہ ویعلمھم ما نزل علیہ من القرآن علی الترتیب الذی ھو الآن فی مصاحفنا بتوقیف جبریل علیہ السلام یعنی رسول کریم نے قرآن صحابہ کو اسی طرح اور اسی ترتیب سے تعلیم کیا تھا جو ترتیب حضرت جبریل نے بتائی تھی۔ خازن جزو اول)

ترتیب کی دو قسمیں ہیں ایک ترتیب نزولی۔ دوسری ترتیب رسولی۔

ترتیب نزولی۔ یعنی جس ترتیب سے قرآن نازل ہوا اس ترتیب پر بعض صحابہ نے قرآن لکھا تھا جب کوئی سورت نازل ہوتی وہ لکھ لیتے۔ لیکن چونکہ شان نزول میں صحابہ میں اختلاف ہے اسلئے سب کی یہ ترتیب ایک ہی نہ تھی مختلف تھی ہے انہوں نے اسلئے جمع نہیں کیا تھا کہ قرآن اسی ترتیب پر رہے گا بلکہ وقت کے وقت لکھتے تھے۔ قرآن کی آیات و سورمیں باہم ربط و مناسبت ہے۔ دوسری ترتیب سے ربط بگڑ جاتا ہے وہ ایسے ناواقف اور کم علم نہ تھے کہ کلام کو ربط کے خلاف مرتب کرتے۔ چونکہ سلسلۂ وحی جاری تھا کسی کو معلوم نہ تھا کہ اور کیا ہونے والا ہے اس لئے کسی نے اس ترتیب سے قرآن مرتب نہیں کیا۔ جب سلسلۂ وحی منقطع ہو گیا تو اس ترتیب پر سب نے بالاتفاق مرتب کیا۔ اس ترتیب پر سب کیونکر متفق ہوتے، یہ حضور کی فرمودہ تھی اور حضور اور تمام صحابہ اسی ترتیب سے پڑھتے تھے۔

علامہ ابن حصار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سورتوں اور آیتوں کی ترتیب کی بھی آنحضرت کو وحی ہوتی تھی حضور اُسی کے موافق آیتوں اور سورتوں کا موقع بیان فرما دیتے تھے۔ اِسی وجہ سے تمام صحابہ کا اس ترتیب پر

اجماع ہے (اتقان) چونکہ آیتوں اور سورتوں میں باہم ربط ہے اور شان نزول پر سب کا اتفاق نہیں اسی وجہ سے حضرت عکرمہؓ نے امام ابن سیرین نے کہا کہ انسانوں اور جنوں کی مجموعی طاقت سے باہر ہے کہ قرآن کو شان نزول کے موافق ترتیب کر سکیں (اتقان جزو اوّل ص۵۸)

محققین یورپ نے کوشش کی کہ قرآن کی سورتوں کو ایک قسم کی تاریخی ترتیب دیں لیکن یہ سب ناکام رہے اور انہوں نے اپنی ناکامی کا اعتراف کیا۔

ڈاکٹر تھیوڈر نولڈکی نے ۱۸۶۰ء میں تاریخ قرآن شائع کی۔ یہ یورپ میں ایسی مقبول ہوئی کہ گورنمنٹ نے اس کو انعام دیا اس نے لکھا ہے کہ ترتیب نزول کا معلوم کرنا ناممکن ہے۔

میور نے تفصیلی طور پر ترتیب معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کامیابی نصیب نہیں ہوئی وہ کہتا ہے کہ یہ بھی ناممکن ہے کہ محمد کے کسی ہمعصر نے ایسی فہرست تیار کی ہو (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا)

ڈاکٹر ایچ گرم نے بھی اسکی کوشش کی لیکن وہ بھی ناکامیاب ہوا۔

ڈاکٹر ہارٹ وک ہرش فالڈ نے بھی یہ کام شروع کیا تھا لیکن وہ لکھتا ہے کہ اب تک میں نے تین سورتوں کو تاریخی جگہ دینے کی جو کوشش کی ہے وہ ایک حد تک بڑی ابتدا ہے جس کے ذریعہ سے میں نے قرآن کی سورتوں کی تنزیلی ترتیب کی چھان بین شروع کی ہے۔ میں پہلے ہی سے یہ اقرار کیوں نہ کر لوں کہ اس سلسلہ میں قابل اطمینان نتائج حاصل کرنے کی بہت ہی کم امید ہے (نئی تحقیقاتیں متعلق قرآن)

قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں میں باہم ربط ہے جس کلام میں ربط نہ ہو وہ فصیح و بلیغ نہیں ہو سکتا موجودہ ترتیب سے سورتوں کا ربط قائم ہے۔ ترتیب نزولی سے ربط قائم نہیں رہتا۔

سورتوں کی بے ربطی ترتیب نزولی سے

علق۔ اس سورت میں انسان پر افضال و اکرام اور اسکی ترقیات کا مذکور ہے

مدثر میں انذار کفار مقصود ہے۔

مزمل تسلیۂ رسول ہے۔

نٓ منکرین نبوت کی طرف روئے سخن ہے اور کفار کے لئے عقوبت دنیوی و اخروی کا مذکور ہے

فاتحہ۔ درخواست ہدایت

لہب۔ مشرکین کے خسارہ میں ہونے کا مذکور ہے

موجودہ ترتیب میں ربط

فاتحہ۔ درخواست ہدایت۔

بقرہ - درخواست ہدایت کی منظوری، ہدایت نامہ کا عطا ہونا۔
آل عمران - ہدایات کا مذکور (مبداء و معاد و آخرت جس پر اہل ہدایت کو یقین لانا ضروری ہے)
کا بیان - نیکی و بدی کی جزا سزا کا ذکر جہاد فی سبیل اللہ کا مذکور
نساء - سابقہ سورتوں میں عقاید و عبادات کا دستور العمل تھا - اسمیں معاملات کا دستور العمل ہے
مائدہ - سورہ نساء کا خاتمہ اِس وعدے پر ہے کہ ہم تم سے شرائع کو بیان کرتے ہیں - اس سورۃ کو
اس بیان سے شروع کیا گیا ہے
انعام - سورہ مائدہ کا خاتمہ ابطالِ شرک اور بیان توحید پر ہوا - اسمیں اثبات توحید و رسالت
اور دیگر شرائع کا بیان ہے۔
آیات و سور کا ربط، ربط کے بیان میں ملاحظہ فرمائیے۔

آیات کی بے ربطی ترتیب نزولی سے

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ، اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ
عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ (پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو لہو کی بوند سے
اور تیرا رب کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے سکھایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا)
يَا اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ، قُمْ فَاَنْذِرْ ، وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ، وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (لے لحاف میں
لپٹے ہوئے کھڑا ہو اور ڈر سنا اور اپنے رب کی بڑائی بول اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندگی سے دور رہ)
يَا اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا نِّصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ
الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (لے کپڑے میں لپٹنے والے کھڑا رہ رات کو، مگر کسی رات آدھی رات یا اس سے کم کر دے
تھوڑا سا یا زیادہ کر اُس پر اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو)
موجودہ ترتیب میں آیات کا ربط ربط کے بیان میں ملاحظہ فرمائیے۔

ترتیبِ رسولی

ترتیب رسولی وہ ہے جس کو رسول کریم نے جبریل کی تعلیم سے قائم کیا اور صحابہ کو تعلیم کی اور وہ ترتیب
یہی قرآن کی موجودہ ترتیب ہے۔

ترتیب آیات

عن جبیر بن نفیر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ ختم سورۃ البقرہ بآیتین
اعطیتھا من الکنز الذی تحت العرش یعنی رسول کریم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے سورۃ بقرہ کو ایسی دو آیتوں

ختم کیا ہے جو تجکو خزانہ عرش سے ملی ہیں (دارمی)

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ جب آیت وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ نازل ہوئی (فقال جبریل للنبی ضعہا علیٰ راس مأتین وثمانین من سورۃ البقرہ) تو جبریل نے رسول کریم سے کہا کہ اس کو سورہ بقر کی (۲۸۰) آیتوں کے بعد لکھو (خازن جلد اول)

حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ مجھے جبریل نے کہا کہ آیت اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ کو فلاں سورت سے فلاں آیت کے بعد رکھو (اتقان نوع ۱۸)

فقال عثمان کان رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم ینزل علیہ السور ذوات العدد فکان اذا نزل علیہ الشئ دعی بعض من یکتب فیقول ضعوا ھذہ الآیات فی السورۃ التی یذکر فیہا کذا وکذا
رسول کریم پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کاتب کو بلا کر فرماتے کہ اس کو فلاں سورت میں لکھو (ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ مسند احمد بن حنبل۔ مستدرک حاکم۔ صحیح ابن حبان)

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم من حفظ عشر آیات من اول سورۃ الکہف عصم من الدجال رسول کریم نے فرمایا کہ جس نے سورہ کہف کی اول کی دس آیتیں حفظ کرلیں وہ دجال سے محفوظ رہے گا (مسلم)

عن معقل بن یسار عن النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم قال من قال حین یصبح ثلث مرات اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم فقرأ ثلاث آیات من آخر سورۃ الحشر
رسول کریم نے فرمایا جو صبح کو تین مرتبہ اعوذ پڑھکر سورہ حشر کی آخری دس آیتیں پڑھے

عن ابی مسعود البدری قال قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم الآیتان من آخر سورۃ البقرہ من قرأھا فی لیلۃ کفتاہ رسول کریم نے فرمایا جو آخر سورہ بقر کی دو آیتیں رات کو پڑھے وہ اُس کو کافی ہوں گی (بخاری)

ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آیات کی ترتیب حضور نے فرمادی تھی۔ قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ ترتیب توقیفی ہے۔ یعنی جس آیت میں کسی دوسری آیت کا حوالہ ہے وہ آیت اُس سے پہلے واقع ہوئی ہے جیسے آیت مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فِی الْکِتَابِ فِیْ یَتَامَی النِّسَآءِ میں آیت وَاٰتُوا الْیَتٰمٰی اَمْوَالَهُمْ کا حوالہ ہے۔ چنانچہ یہ آیت اُس سورہ میں اس سے پہلے واقع ہے۔ اسی طرح سورہ حج میں اُحِلَّتْ لَکُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ اس آیت میں جن حرام جانوروں والی آیات کا حوالہ ہے وہ سب اس سورۃ سے پہلی سورتوں میں ہیں یعنی بقر۔ مائدہ۔ انعام۔ نحل۔ اس سورۃ یعنی سورہ حج کے بعد

کسی سورت میں تا آخر قرآن نہیں۔ اسی ترتیب آیات کے متعلق حضرت زید بن ثابت نے فرمایا ہے قال کنا عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نؤلف القرآن فی الرقاع (ہم رسول کریم کے سامنے پرزوں پر قرآن تالیف کر رہے تھے۔ (اتقان نوع ۱۸) تالیف کہتے ہیں ترتیب و مناسبت سے جمع کرنے کو۔

ترتیب سور

رسول کریم نے فرمایا ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل۔ کہف۔ مریم۔ طٰہٰ۔ انبیاء یہ میرا خزانہ ہیں (بخاری) چنانچہ یہ سورتیں اسی ترتیب سے ہیں۔ رسول کریم بستر پر تشریف لاتے تو اخلاص اور معوذتین پڑھتے۔ (کنز العمال) بعینہٖ یہی ترتیب ہے۔

عن عائشۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اعطیت مکان التوراۃ السبع الطوال واعطیت مکان الزبور المئین واعطیت مکان الانجیل السبع المثانی وفصلت بالمفصل رسول کریم نے فرمایا کہ مجھے قرآن میں توریت کے بدلے سات بڑی بڑی سورتیں دی گئیں اور زبور کے عوض مئین اور انجیل کی جگہ سبع مثانی اور مفصل اُن سے زیادہ۔ (منار الہدیٰ)۔ یہی روایت واثلہ بن الاسقع صحابی سے مسند احمد بن حنبل میں ہے۔ قرآن کی بھی یہی ترتیب ہے۔

اوس ثقفی کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم کے عہد میں صحابہ سے دریافت کیا کہ آپ لوگ قرآن کس طرح پڑھتے ہیں انہوں نے کہا کہ پہلے دن تین سورتیں، دوسرے دن پانچ، تیسرے دن سات، چوتھے دن نو پانچویں دن گیارہ۔ چھٹے دن تیرہ، ساتویں دن قاف سے آخر تک (اتقان)
یہی قرآن کی موجودہ ترتیب ہے۔

اول دن کی تین سورتیں۔ بقر معہ فاتحہ۔ آل عمران۔ نساء
دوسرے دن کی پانچ۔ مائدہ۔ انعام۔ اعراف۔ انفال۔ براءۃ
تیسرے دن کی سات۔ یونس۔ ھود۔ یوسف۔ رعد۔ ابراھیم۔ حجر۔ نحل۔
چوتھے دن کی نو۔ بنی اسرائیل۔ کہف۔ مریم۔ طٰہٰ۔ انبیاء۔ حج۔ مؤمنون۔ نور۔ فرقان
پانچویں دن کی گیارہ۔ شعرا۔ نمل۔ قصص۔ عنکبوت۔ روم۔ لقمان۔ سجدہ۔ احزاب۔ سبا۔ فاطر۔ یٰسین۔
چھٹے دن کی تیرہ۔ صافات۔ ص۔ زمر۔ مؤمن۔ حٰم سجدہ۔ شوریٰ۔ زخرف۔ دخان جاثیہ۔ احقاف۔ محمد۔ فتح۔ حجرات

ساتویں دن - قاف سے آخر تک ۔

عن عمرو بن العاص قال اقرأنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خمس عشرۃ سجدۃ فی القرآن منہا ثلاث فی المفصل وفی سورۃ الحج سجدتین - یعنی عمرو بن العاص نے کہا کہ مجکو رسول کریم نے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے انمیں سے تین مفصل میں اور دو سورہ حج میں ہیں - (ابوداود ـ مشکوۃ - ابن ماجہ)

اس حدیث سے ترتیب آیات و سور ثابت ہوتی ہے - قرآن میں پندرہ سجدے ہیں - تین مفصل میں ہیں - دو سورہ حج میں ہیں -

ابو جعفر رازی نے لکھا ہے کہ وہ احادیث جن سے ترتیب سور کا پتہ چلتا ہے اسقدر ہیں کہ ان سے تمام قرآن کی سورتوں کی ترتیب ثابت ہوتی ہے - قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی موجودہ ترتیب کا ترتیب رسولی ہونا ثابت ہوتا ہے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (ایسی ایک ہی سورت بنالاؤ)

یہ آیت سورہ بقر میں ہے جو دوسری سورہ ہے - اس سے پہلے ایک ہی سورت ہے یعنی فاتحہ -

قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ (تم ایسی دس ہی سورتیں گھڑ لاؤ) یہ آیت سورہ ہود میں ہے جو گیارہویں سورت ہے اس سے پہلے دس ہی سورتیں ہیں -

عن ابن وھب قال سمعت مالك يقول انما الف القرآن علی ما کانوا یسمعون من النبی صلے اللہ علیہ وسلم - ابن وہب کہتے ہیں کہ میں نے مالک سے سُنا وہ کہتے تھے کہ قرآن جس ترتیب پر نبی کریم کو سُنایا گیا اسی ترتیب پر ہے (اتقان)

زید بن ثابت کان اخر عرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم القرآن علی مصحفہ وھو اقرب المصاحف من مصحفنا وقد کتب زید لعمر بن الخطابؓ یعنی زید نے آخر میں قرآن رسول کریم کو سُنایا جس طرح اُس کے مصحف میں تھا - اور وہ قریب قریب ایسا ہی تھا جیسا ہمارا مصحف (معارف ابن قتیبہ)

"قریب قریب ایسا ہی تھا" اس سے یہ مطلب ہے کہ ہمارا قرآن لغت قریش پر ہے - زید بن ثابت قریشی نہ تھے، اُن کا قرآن اُن کے لغت پر تھا -

قال ابو جعفر النحاس المختار ان تالیف السور علی ھذا الترتیب من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

یعنی یہ ترتیب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہے - (اتقان)

قال البغوی فی شرح السنۃ الصحابۃ جمعوا بین الدفتین القرآن الذی انزلہ اللہ علی رسولہ نکتبوہ کما سمعوہ من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من غیر ان قدموا شیئا او اخروا او وضعوا شیئا لم یاخذوہ من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وکان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یلقن اصحابہ

ویعلمھم ما انزل علیہ من القران علی الترتیب الذی ھو الان فی مصاحفنا۔ امام بغوی نے کہا، کہ اللہ نے جو قرآن حضور پر نازل فرمایا تھا صحابہ نے اس کو بین الدفتین جمع کیا۔ اور جیسے رسول کریم نے تعلیم کیا ویسے ہی لکھا۔ اسی ترتیب پر رکھا۔ نہ کچھ کم کیا۔ نہ کچھ زیادہ کیا۔ نہ کچھ مقدم مؤخر کیا۔ وہی ترتیب آج تک ہے (اتقان)

امام ابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی نے فرمایا ہے وکان یوقف جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی موضع السورۃ والآیات فاتساق السور والآیات کاتساق الآیات والحروف فکلہ عن محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی جبریل رسول کریم کو آیات اور سور کا موقع بتاتے تھے اور آیتوں اور سورتوں کی ترتیب ایسی ہی ہے جیسے آیتوں اور حرفوں کی۔ اور سب رسول کریم کی طرف سے ہے (التذکار فی افضل الاذکار)

عن ابن عباس قال ابی بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قرأ قل اعوذ برب الناس افتتح من الحمد ثم قرأ من البقرۃ الی اولئک ھم المفلحون ثم دعا بدعاء الختمۃ۔ ابی ابن کعب نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورہ ناس پڑھتے یعنی قرآن ختم کرتے تو پھر الحمد سے شروع کرتے، اور سورہ بقر کا پہلا رکوع پڑھکر دعا خاتمہ فرماتے (داری) اس حدیث سے ثابت ہے کہ قرآن الحمد سے شروع ہے الحمد کے بعد بقر ہے اور قرآن سورہ ناس پر ختم ہے

اسی کتاب میں ایک اور حدیث ہے۔ عن زرارۃ بن ابی اوفی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای العمل افضل قال الحال والمرتحل قال ما الحال والمرتحل قال صاحب القران یقرأ من اول القران الی اخرہ ومن اخرہ الی اولہ کلما حل ارتحل حضور سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے فرمایا الحال اور مرتحل دریافت کیا گیا حال اور مرتحل کیا ہے فرمایا کہ قرآن پڑھنے والا کہ اول سے آخر تک پڑھے اور پھر آخر سے اول کی طرف عود کرے (مشکوٰۃ)

تلاوت قرآن کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قرآن ختم کرتے ہیں تو آخر میں سورہ ناس ہے اس کو پڑھکر پھر الحمد سے شروع کرکے سورہ بقر کے پہلے رکوع کو مفلحون تک پڑھتے ہیں پھر دعا خاتمہ پڑھتے ہیں۔ ان حدیثوں میں اسی کا بیان ہے

ایک اور حدیث ہے جس کو جلیل القدر محدثین ترمذی، ابوداؤد، نسائی۔ احمد بن حنبل، اور حاکم نے روایت کیا ہے اُس سے ترتیب کے متعلق ایک شبہ واقع ہوتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر اسکو بیان کرکے شبہ صاف کردیا جائے۔

عن ابن عباس قال قلت لعثمان ما حملکم علی ان عمدتم الی الانفال وھو من المثانی دبراءۃ

وھی من المثانی فقرنتم بینھما ولم تکتبوا بینھما سطر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ووضعتموھا فی السبع الطوال فقال عثمان کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینزل علیہ السور ذوات العدد فکان اذا نزل علیہ الشئ دعی لبعض من کان یکتب فیقول ضعوا ھؤلاء الایات فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا وکذا وکانت الانفال من اوائل ما نزل بالمدینۃ وکانت براءۃ من اٰخر القرآن نزولاً وکانت قصتھا شبیھۃ لقصتھا فظننت انما منھا فقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یبین لنا انما منھا لاجل ذلک قرنت بینھم ولم اکتب بینھما سطر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ووضعتھا فی السبع الطوال - یعنی ابن عباس نے عثمان سے دریافت کیا کہ تم نے سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے اور سورۂ برارت کو جو مئین میں سے ہے کیوں ملا دیا اور دونوں کے درمیان بسم اللہ کیوں نہ لکھی اور قرآن کی بڑی سورتوں میں رکھا۔ حضرت عثمان نے جواب دیا کہ آنحضرت پر متعدد سورتیں نازل ہو رہی تھیں جب کچھ نازل ہوتا تو آپ کاتب کو بلا کر فرماتے کہ ان آیتوں کو فلاں سورت میں لکھو۔ انفال اُن سورتوں میں سے ہے جو مدینہ میں اوّل نازل ہوئیں اور براءۃ آخر زمانہ میں چونکہ ان دونوں کا مضمون ملتا ہوا ہے اسلئے میں سمجھا کہ دونوں ایک ہیں۔ مگر آنحضرت نے نہیں فرمایا کہ براءۃ انفال کا حصہ ہے۔ میں نے دونوں کو ملا دیا اور درمیان میں بسم اللہ نہیں لکھی اور قرآن کی سات بڑی سورتوں میں اسکو بھی لکھدیا۔ رسول کریم نے وفات کیوقت تک اس کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتاہے کہ حضرت عثمان نے رسول کریم کے عہد میں بڑی سورتیں لکھی تھیں اور سوال سے ظاہر ہے کہ سوال زمانۂ ترتیبِ قرآن سے متعلق ہے۔ عہد خلافت عثمان سے متعلق نہیں۔ پڑھنے میں ترتیب حضور نے ارشاد فرمائی تھی۔ تحریری ترتیب ابوبکر کے زمانہ میں ہوئی۔ اور اسی طرح ہوئی جس طرح کہ رسول کریم نے فرمائی تھی اسلئے تعلیم میں ترتیب حضور کے عہد میں رائج تھی۔ ابوبکر کے زمانہ میں جو قرآن جمع کیا گیا اس کے کاتبوں اور جمع کرنے والوں میں حضرت عثمان نہ تھے بلکہ حضرت عمر اور زید بن ثابت تھے۔

حضرت عثمان نے اپنے زمانہ میں جب قرآن جمع کرایا تو جمع کرنے والوں اور کاتبوں میں یہ خود شامل تھے زید اور عبداللہ بن زبیر وغیرہ تھے۔ اسلئے یہ سوال نہ خلافت ابوبکر کے زمانہ سے متعلق ہے۔ نہ خلافت عثمان کے زمانہ سے اور ترتیب کا سوال ہے۔ ترتیب حضور نے فرمائی تھی اسلئے یہ سوال اسی عہد سے متعلق ہے۔

اس تمام معاملہ پر غور کرنے کے بعد اس حدیث پر نظر کرنی چاہیئے۔ اخرج النحاس فی ناسخہ انہ قال کانت الانفال وبراءۃ یدعیان فی زمن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم القرینتین فلذلک جعلتھا فی السبع الطوال یعنی عہد رسالت میں انفال اور براءۃ کو قرینتین کہتے تھے۔ (روح المعانی جلد نہم ص۱۴۱)

اب صاف ثابت ہو گیا کہ ان کی ترتیب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مشتہر ہو چکی تھی۔ اس سے اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ براۃ نازل ہوئی۔ ابھی حضور اس کے متعلق کچھ فرمانے نہ پائے تھے کہ حضرت عثمان مشابہت مضمون کی وجہ سے اس کو انفال کے بعد پڑھنے لگے۔ جب یہ امر مشہور ہوا تو آپ نے کچھ نہیں فرمایا اور لوگ ان کو قرینتین کہنے لگے۔ قرآن میں جس طرح اور صحابہ کے موافقات ہیں یہ معاملہ موافقات عثمانی میں سے ہے۔ اور حضور نے اس ترتیب کو پسند فرمایا اور آخر تک آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ براۃ انفال کا جزو ہے اس لئے یہ علیحدہ سورت شمار ہوئی۔ بسم اللہ اسلئے نہیں لکھی گئی کہ حضور نے نہیں فرمایا۔ غرض جو کچھ ہوا ہے حضور کے سامنے ہوا ہے۔

بسم اللہ کے متعلق یہ ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کے ساتھ نازل ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ نازل نہیں ہوئی اس لئے نہیں لکھی گئی اور ائمہ نے اور وجوہ بھی لکھے ہیں۔

ان ترتیب الایات والسور ووضع البسملۃ فی الاوائل من النبی ولما لم یؤمر بذلک فی اول سورۃ براءۃ ترکت بلا بسملۃ وقال القشیری ابو نصر عبد الرحیم بن عبد الکریم والصحیح ان البسملۃ لم تکتب فی براءۃ لان جبریل ما نزل بھا فی ھذہ السورۃ یعنی ترتیب آیات وسور اور ابتدا سورت پر بسم اللہ کا لکھنا رسول کریم کے حکم سے ہے۔ آپ نے براۃ پر بسم اللہ لکھنے کا حکم نہیں دیا اس لئے نہیں لکھی گئی۔ امام قشیری نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ براۃ میں اسلئے نہیں لکھی گئی کہ جبریل نہیں لائے۔ (التذکار فی افضل الاذکار)

بعض ائمہ نے لکھا ہے کہ سورۃ برارت میں چونکہ کفار پر شدت کا حکم ہے اور اسمیں آیت قتال بھی ہے اور انقطاع معاملہ کا اعلان ہے اور بسم اللہ رحم وکرم کیلئے ہے، ایسے موقع پر رحم وکرم کا کیا مذکور، اسلئے اسپر بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ اس سورت کا دوسرا نام سورۃ العذاب بھی ہے

حضرت قاری عبد الرحمن محدث پانی پتی لکھتے ہیں: "سوائے سورۂ براۃ کہ در ابتدائے آن تسمیہ نگویند چرا کہ تسمیہ برائے امان است ودر براۃ آیت سیف فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ وغیرہما کہ دلالت بر عدم امان کفار می کنند نازل شد پس آیت امان بر سر این سورۃ مناسب نیست (لمحۃ تحفہ مقدمہ)

ایسا ہی امام سخاوی نے لکھا ہے۔

روایت ہے کہ رسول کریم نے آخر سال رمضان میں بالترتیب دو مرتبہ قرآن جبریل علیہ السلام کے ساتھ پڑھا (مقنع وشاطبی)

یہ امر مسلم ہے کہ حضور اور صحابہ قرآن کو تلاوت کرتے تھے۔ نمازیں پڑھتے تھے۔ تراویح میں پڑھتے تھے

اور یہ امر بغیر ترتیب کے ممکن نہیں۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کو ترتیب نزول لکھدیا جائے۔ اور اختلاف بھی ظاہر کردیا جائے۔

نام سورت	نمبر نزول ابن عباسؓ کے نزدیک	عکرمہ	حسین بن الحسین	جابر بن یزید	نمبر ترتیب
علق	۱	۱	۱	۱	۹۶
ن	۲	۲	۲	۲	۶۸
مزمّل	۳	۳	۳	۳	۷۳
مدثر	۴	۴	۴	۴	۷۴
فاتحہ	۰	۰	۰	۵	۱
لہب	۵	۵	۵	۶	۱۱۱
کوّرت	۶	۶	۶	۷	۸۱
اعلیٰ	۷	۷	۷	۸	۸۷
لیل	۸	۸	۸	۹	۹۲
فجر	۹	۹	۹	۱۰	۸۹
ضحےٰ	۱۰	۱۰	۱۰	۱۱	۹۳
الم نشرح	۱۱	۱۱	۱۱	۱۲	۹۴
عصر	۱۲	۱۲	۱۲	۱۳	۱۰۳
عادیات	۱۳	۱۳	۱۳	۱۴	۱۰۰
کوثر	۱۴	۱۴	۱۴	۱۵	۱۰۸
تکاثر	۱۵	۱۵	۱۵	۱۶	۱۰۲
ماعون	۱۶	۱۶	۱۶	۱۷	۱۰۷
کافرون	۱۷	۱۷	۱۷	۱۸	۱۰۹
فیل	۱۸	۱۸	۱۸	۱۹	۱۰۵
فلق	۱۹	۱۹	۱۹	۲۰	۱۱۳
ناس	۲۰	۲۰	۲۰	۲۱	۱۱۴

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
اخلاص	۲۱	۲۱	۲۱	۲۲	۱۱۲
نجم	۲۲	۲۲	۲۲	۲۳	۵۳
عبس	۲۳	۲۳	۲۳	۲۴	۸۰
قدر	۲۴	۲۴	۲۴	۲۵	۹۷
والشمس	۲۵	۲۵	۲۵	۲۶	۹۱
بروج	۲۶	۲۶	۲۶	۲۷	۸۵
تین	۲۷	۲۷	۲۷	۲۸	۹۵
قریش	۲۸	۲۸	۲۸	۲۹	۱۰۶
قارعہ	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۱۰۱
قیامہ	۳۰	۳۰	۳۰	۳۱	۷۵
ویل لکل	۳۱	۳۱	۳۱	۳۲	۱۰۴
مرسلات	۳۲	۳۲	۳۲	۳۳	۷۷
ق	۳۳	۳۳	۳۳	۳۴	۵۰
	۳۴	۳۴	۳۴	۳۵	۹۰
طارق	۳۵	۳۵	۳۵	۳۶	۸۶
اقتربت الساعۃ	۳۶	۳۶	۳۶	۳۷	۵۴
ص	۳۷	۳۷	۳۷	۳۸	۳۸
اعراف	۳۸	(ان دونے اسکے متعلق کوئی تفصیل نہیں کی)		۳۹	۷
جن	۳۹	۳۸	۳۸	۴۰	۷۲
یسین	۴۰	۳۹	۳۹	۴۱	۳۶
فرقان	۴۱	۴۰	۴۰	۴۲	۲۵
فاطر	۴۲	۴۱	۴۱	۴۳	۳۵
مریم	۴۳	•	•	۴۴	۱۹
طٰہ	۴۴	۴۲	۴۲	۴۵	۲۰

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
واقعہ	۴۵	۴۳	۴۳	۴۶	۵۶
شعراء	۴۶	۴۴	۴۴	۴۷	۲۶
نمل	۴۷	۴۵	۴۵	۴۸	۲۷
قصص	۴۸	۴۶	۴۶	۴۹	۲۸
بنی اسرائیل	۴۹	۴۷	۴۷	۵۰	۱۷
یونس	۵۰	۴۸	۴۸	۵۱	۱۰
ھود	۵۱	۴۹	۴۹	۵۲	۱۱
یوسف	۵۲	۵۰	۵۰	۵۳	۱۲
حجر	۵۳	۵۱	۵۱	۵۴	۱۵
انعام	۵۴	۵۲	۵۲	۵۵	۶
صافات	۵۵	۵۳	۵۳	۵۶	۳۷
لقمان	۵۶	۵۴	۵۴	۵۷	۳۱
سبا	۵۷	۵۵	۵۵	-	۳۴
زمر	۵۸	۵۶	۵۶	۵۸	۳۹
مؤمن	۵۹	۵۷	۵۷	۵۹	۴۰
فصلت	۶۰	۵۹	۵۹	۶۰	۴۱
شوریٰ	۶۱	۶۰	۶۰	۶۸	۴۲
زخرف	۶۲	۶۱	۶۱	۶۱	۴۳
دخان	۶۳	۵۸	۵۸	۶۲	۴۴
جاثیہ	۶۴	۶۲	۶۲	۶۳	۴۵
احقاف	۶۵	۶۳	۶۳	۶۴	۴۶
ذاریات	۶۶	۶۴	۶۴	۶۵	۵۱
غاشیہ	۶۷	۶۵	۶۵	۶۶	۸۸
کہف	۶۸	۶۶	۶۶	۶۷	۱۸

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
نحل	۶۹	۶۷	۶۷	۷۱	۱۶
نوح	۷۰	۶۸	۶۸	۷۲	۷۱
ابراہیم	۷۱	۶۹	۶۹	۰	۱۴
انبیاء	۷۲	۷۰	۷۰	۷۱	۲۱
مؤمنون	۷۳	۷۱	۷۱	۷۴	۲۳
تنزل السجدہ	۷۴	۷۲	۷۲	۶۹	۳۲
طور	۷۵	۷۳	۷۳	۷۳	۵۲
مُلک	۷۶	۷۴	۷۴	۷۵	۶۷
حاقہ	۷۷	۷۵	۷۵	۷۶	۶۹
معارج	۷۸	۷۶	۷۶	۷۷	۷۰
نبأ	۷۹	۷۷	۷۷	۷۸	۷۸
نازعات	۸۰	۷۸	۷۸	۷۹	۷۹
اذا السماء انفطرت	۸۱	۸۰	۸۰	۸۰	۸۲
اذا السماء انشقت	۸۲	۷۹	۷۹	۸۱	۸۴
روم	۸۳	۸۱	۸۱	۸۲	۳۰
عنکبوت	۸۴	۸۲	۸۲	۸۳	۲۹
تطفیف	۸۵	۸۳	۸۳	۸۴	۸۳
		مدنی سورتیں			
بقرہ	۸۶	۸۴	۸۴	۸۵	۲
انفال	۸۷	۸۶	۸۶	۸۷	۸
آلِ عمران	۸۸	۸۵	۸۵	۸۶	۳
احزاب	۸۹	۸۷	۸۷	۸۸	۳۳
ممتحنہ	۹۰	۸۹	۸۹	۹۰	۶۰
نساء	۹۱	۹۰	۹۰	۰	۴

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
اذازلزلت	۹۲	۹۱	۹۱	۰	۹۹
حدید	۹۳	۹۲	۹۲	۰	۵۷
محمّد	۹۴	۹۳	۹۳	۰	۴۷
رعد	۹۵	۹۴	۹۴	۰	۱۳
رحمٰن	۹۶	۹۵	۹۵	۰	۵۵
دھر	۹۷	۹۶	۹۶	۰	۷۶
طلاق	۹۸	۹۷	۹۷	۰	۶۵
بیّنہ	۹۹	۹۸	۹۸	۰	۹۸
حشر	۱۰۰	۹۹	۹۹	۰	۵۹
نصر	۱۰۱	۱۰۰	۱۰۰	۹۱	۱۱۰
نور	۱۰۲	۱۰۱	۱۰۱	۹۲	۲۴
حج	۱۰۳	۱۰۲	۱۰۲	۹۳	۲۲
منافقون	۱۰۴	۱۰۳	۱۰۳	۹۴	۶۳
مجادلہ	۱۰۵	۱۰۴	۱۰۴	۹۵	۵۸
حجرات	۱۰۶	۱۰۵	۱۰۵	۹۶	۴۹
تحریم	۱۰۷	۱۰۶	۱۰۶	۹۷	۶۶
جمعہ	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۹۸	۶۲
تغابن	۱۰۹	۱۰۹	۱۰۹	۹۹	۶۴
صف	۱۱۰	۱۰۷	۱۰۷	۱۰۰	۶۱
فتح	۱۱۱	۱۱۰	۱۱۰	۱۰۱	۴۸
مائدہ	۱۱۲	۸۸	۸۸	۰	۵
توبہ	۱۱۴	۰	۰	۰	۹

ربط

قرآن مجید کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کلام بہت جلد ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہوتا ہے، گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مضمون کو بالاستقلال وضاحت کیساتھ بیان کرنے کے بعد دوسرے مضمون کو شروع کیا جاتا ہے۔

ان حضرات نے اس طرف خیال نہیں فرمایا ہے کہ قرآن ایک دینی، دُنیوی، ظاہری و باطنی قوانین کا مجموعہ ہے۔ اسمیں مُلکی، مالی، دیوانی، فوجداری ہر قسم کے ضوابط ہیں۔ عبادات و معاملات کا مکمل دستور العمل ہے اخلاق کا ذخیرہ ہے۔ علوم و فنون کا مخزن ہے۔ ایسی کتاب میں اگر تفصیل و تشریح سے کام لیا جاتا تو کلام کی حد نہ رہتی اور تحمل بشری سے باہر ہو جاتا۔ اسمیں ہر قسم کے ضوابط و علوم کے اُصول بیان ہوئے ہیں اس لئے ایک امر سے دوسرے امر کی طرف جلد کلام منتقل ہوتا ہے۔ کمال یہ ہے کہ جو کسی بشر سے ممکن نہیں کہ یہ انتقال محسوس نہیں ہوتا۔ کلام کی دل آویزی میں کسی قسم کا فرق نہیں آتا۔ ہر ملک میں قوانین ہیں۔ فوجداری الگ، مال الگ، دیوانی الگ، متفرقات الگ، وہ اسقدر مجلدات میں ہیں کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو ایک انبار لگ جائے مگر اس پر بھی ناکافی۔ قابل داد یہ امر ہے کہ تمام دنیا کے قوانین واصلاحات اور علوم کثیرہ کا ذخیرہ ایک معمولی جلد کی کتب میں محصور ہے۔ اس کے علاوہ جو اعتراض کیا جاتا ہے اور جس صورت کا مطالبہ کیا جاتا ہے وہ کسی عام اصلاحی کتاب اور کسی قانون میں ممکن نہیں ہے۔ قانون ایک جگہ چند فقرات میں چوری کو بیان کرتا ہے۔ اُس کے بعد ہی دو تین سطر میں شراب خوری اور اس کے بعد ہی قمار بازی کو بتاتا ہے، اگر وہ چوری کی تشریح کرنے لگے اور اُس پر ایک پورا رسالہ لکھدے تو قانون کی انتہا نہ ہے اور ایسی کتاب قانون کی فہرست سے خارج کر دی جائے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کی آیات و سور میں ربط نہیں ہے۔ یہ خیال سرتاپا غلط ہے کیونکہ قرآن کا نام قرآن ہے ہی اسلئے کہ اسکی آیات و سور باہم مربوط ہیں۔ یہ کس قدر کمال کی بات ہے کہ مختلف مضامین کا بیان، مختلف مسائل کا ذکر لیکن سب مناسبت و ربط کے ساتھ۔ ربط و مناسبت کو معلوم کرنیکے لئے وسیع علم اور عقل سلیم کی ضرورت ہے۔

ربط کی بہت سی قسمیں ہیں۔ رابطہ کبھی عام ہوتا ہے کبھی خاص، کبھی حسّی کبھی عقلی، کبھی خیالی، کبھی تلازم ذہنی ہوتا ہے جیسا کہ سبب و مسبّب، علت و معلول، نظیرین و ضدین وغیرہ علاقات میں ہوا کرتا ہے جب اس قاعدۂ کلیہ کو ملحوظ رکھا جائے گا تو مناسبت کا اصول معلوم ہو جائے گا۔

اب ایک آیت کے بعد دوسری آیت کو دیکھئے۔ اگر وہ پہلی آیت کا تکملہ یا تتمہ ہے خواہ احکام میں خواہ قصص میں، خواہ استدلال میں تو ارتباط ظاہر ہے اور اگر ایک دوسرے کی تفسیر، شرح یا تاکید یا بدل یا کسی سوال مقدر کا جواب یا کسی سابقہ بیان کا تتمہ ہے تو بھی مناسبت ظاہر ہے اور اگر دونوں جملے بطور خود مستقل ہیں تو اگر ایک دوسرے پر حروف مشترکہ عطف کے ساتھ معطوف ہے تو ضرور ان دونوں میں علاقات مذکورہ میں سے کوئی نہ کوئی علاقہ ہوگا۔ جیسے آیت اَللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ قبض اور بسط میں علاقہ تضاد ہے، عذاب کے بعد ثواب کا، رحمت کے بعد غضب کا، ترغیب کے بعد ترہیب کا بیان جن آیات میں ہے وہاں یہ علاقہ تضاد ہی ہے۔ اور اگر ان دونوں جملوں میں عطف نہیں تو ضرور ان میں کوئی نہ کوئی رابطہ روابط ذیل میں سے ہوگا۔

(۱) تنظیر یعنی ایک نظیر کو دوسری سے ملحق کرنا (۲) مضادت یعنی ایک چیز بیان کرنے کے بعد اس کی ضد کو بیان کرنا (۳) استطراد یعنی ایک بات کا ذکر کرتے ہوئے اُس کے مناسب دوسری بات کو بیان کرکے جلد اصل مضمون کی طرف آجانا (۴) حسن التخلص یعنی ایک بات بیان کرنے کے بعد اس کے مناسب دوسرے مضمون کی طرف اس خوبی سے منتقل ہو جانا کہ سامع کو خیال بھی نہ آنے پائے کہ کلام کا طرز بدل گیا ہے غرض مناسبت و ربط آیات و سور کو سمجھنے کیلئے فصاحت و بلاغت کے اصول و فروع پر کافی عبور ہونا چاہیے

اگر قرآن مجید کی تمام آیات کا ربط بیان کیا جائے تو قرآن کی برابر حجم کی تیس جلدیں بمشکل کافی ہوں گی۔ میں یہاں بطور نمونہ کے چند آیات کا ربط اجمال کے ساتھ لکھتا ہوں۔

سورہ آل عمران پارہ سوم اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ - تا - عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔

یعنی جو لوگ حقیر معاوضہ لیتے ہیں اُس عہد کے مقابلہ میں جو اُنہوں نے اللہ سے کیا ہے (اخفائے حق یا اختیار باطل سے کوئی دنیوی فائدہ حاصل کرتے ہیں) اور اپنی قسموں کے مقابلہ (حقوق العباد و معاملات کے لئے جھوٹی قسم کھانا) ان لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں نہیں ملے گا۔ اور نہ خدا اُن سے کلام کرے گا نہ اُن کی طرف دیکھے گا نہ اُن کو پاک کرے گا اور اُن کے لئے سخت عذاب ہے)۔

اِس آیت سے پہلی آیتوں میں اہل کتاب کی خیانت فی الدین کا ذکر تھا۔ یہاں خیانت فی الدین کے ساتھ اُن کی معاملات میں خیانت کا ذکر اور اُس پر وعید ہے۔

اِس سے آگے ہے:۔ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَلْوٗنَ - تا - هُمْ يَعْلَمُوْنَ یعنی بے شک ان لوگوں میں بعض ایسے ہیں کہ کج کرتے ہیں اپنی زبان کو کتاب میں تاکہ لوگ اسکو کتاب کا جزو سمجھیں حالانکہ وہ کتاب کا جزو نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے ہے حالانکہ وہ خدا کے پاس سے نہیں آیا وہ اللہ پر جھوٹ لگاتے ہیں

اور جانتے ہیں) اوپر کی آیتوں میں اہل کتاب کی خیانت فی الدین اور خیانت فی المعاملات کا ذکر تھا
یہاں اُن کی ایک تیسری خیانت کا ذکر ہے یعنی وہ صحائف میں تحریف کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں
اس کے بعد ہے :- مَا كَانَ لِبَشَرٍ - تا - اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یعنی کسی بشر سے یہ بات نہیں
ہو سکتی کہ اللہ اس کو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ،
خدا کو چھوڑ کر بلکہ کہے گا کہ اللہ والے بن جاؤ۔ بوجہ اس کے کہ تم کتاب سکھلاتے ہو اور بوجہ اس کے تم پڑھتے ہو
اور نہ یہ بات بتائے گا کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب قرار دے لو، کیا وہ تم کو کفر کی بات بتائے گا بعد
اس کے کہ تم مسلمان ہو)

سابقہ آیات میں اہل کتاب کی خیانت فی الدین و خیانتِ معاملات اور صحف میں خیانت کا بیان
تھا۔ یہاں اُن کی اس خیانت کا مذکور ہے جو وہ انبیا اور ملائکہ کے متعلق کرتے ہیں۔

دوسرا موقعہ

سورۂ توبہ - يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ
النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ، يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ
وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ، اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ
اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (اے ایمان والو!
بہت سے عالم اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے
اور جو لوگ گاڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسکو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں سو ان کو خوشخبری سُنا دے
عذاب دردناک کی جس دن کہ آگ دہکاویں گے اس مال پر دوزخ کی پھر داغیں گے اس سے اُن کے ماتھے اور کروٹیں
اور پیٹھیں (کہا جائیگا) یہ ہے جو تم نے گاڑ کر رکھا تھا اپنے واسطے، اب چکھو مزا اپنے گاڑنے کا، مہینوں
کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کے حکم میں جس دن اُس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین،
ان میں چار مہینے ادب کے ہیں۔

عبارت تحت خط کا اوپر کے فقروں سے کوئی ربط نہیں معلوم ہوتا۔ بظاہر بالکل بے جوڑ ہیں
لیکن ان میں خاص مناسبت ہے وہ یہ کہ:-

اوپر سے بیان ہوتا آ رہا ہے کہ کفار اور بت پرستوں سے اہل کتاب نے بھی مشابہت پیدا کر لی ہے جس طرح
انہوں نے بتوں کو معبود اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دے رکھا ہے۔ اسی طرح یہود اور نصاریٰ

عزیز اور مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیا ہے۔ یہ اہل کتاب اپنے علما اور درویشوں کے فتووں پر عمل کرتے ہیں جو رشوتیں لے لے کر نئے نئے احکامات جاری کرتے ہیں اور توریت و انجیل کے احکام کو پس پشت ڈالدیتے ہیں اور یہ اہل کتاب اندھے ہو کر اُن کی تقلید کرتے ہیں۔ ذرا بھی عقل سے کام نہیں لیتے۔ یہی حال ان کفار کا ہے کہ رشوت خوار پجاریوں اور ظالم رئیسوں کے کہنے سے پُرانے دستور دین ابراہیمی کے قانون کو بدلدیتے ہیں اور عقل و فکر سے کام نہیں لیتے۔ دین ابراہیمی کا مسئلہ تھا اور عرب میں دستور تھا کہ ذی قعدہ ذی الحجہ محرم رجب یہ چار مہینے ادب و احترام کے تھے۔ انمیں جنگ و جدل وغیرہ موقوف رہتی تھی۔ لیکن راشی اور مفسد امیروں اور پجاریوں نے یہ دستور مقرر کردیا ہے کہ کبھی لوٹ مار مچانیکے لئے کہدیتے ہیں کہ اب کے سال محرم نہیں آیا۔ یا اب کی بار محرم سے پہلے صفر آگیا۔ یا اس سال محرم حرام اور صفر حلال رہے گا۔ اور یہ جاہل ان لوگوں کے کہنے کے موافق عمل کرتے ہیں اُن کو اتنی عقل نہیں کہ ابتدائے عالم سے بارہ مہینے مقرر ہیں اور کوئی مہینہ مقدم و مؤخر نہیں ہو سکتا۔ اب ربط ظاہر ہوگیا۔

قرآن مجید انسان کی ظاہری و باطنی ترقی و اصلاح کیلئے ایک قانون ہے۔ اسکی ہر صورت ہر قصے میں عبادات، اعتقادات، معاملات، اخلاق کے متعلق احکام و مسائل ہیں۔ میں سب کی تفصیل نہیں کرسکتا۔ اجمالاً سورتوں کا ربط بیان کرتا ہوں۔

سورہ فاتحہ ۔ یہ قرآن کی پہلی سورت ہے۔ اسمیں خداوند کریم نے اپنے بندوں کو یہ سکھایا ہے کہ طلب ہدایت و اصلاح کیلئے ہم سے اس طرح درخواست کرو۔

بقر۔ یہ فاتحہ کے بعد ہے اسمیں اس درخواست کی منظوری ہے اور ہدایت کی کتاب کا عطا ہونا اور ہدایت کے اصول و مسائل کا بیان ہے۔

آل عمران۔ اس سورۃ میں مبدا و معاد و آخرت کا بیان ہے۔ نیکی و بدی کی جزا و سزا کا مذکور ہے جس کا اہل ہدایت کو جاننا ضروری ہے۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کا بیان ہے۔ تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب ہے۔

نساء ۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ مضمون تقویٰ پر ہوا ہے۔ اس سورت کو اسی مضمون سے شروع کیا ہے۔ اسمیں مکمل تقویٰ میں ایک تو وہ معاملات ہیں جو مخالفین کے ساتھ واقع ہوتے ہیں، دوسرے معاملات باہمی۔ تیسرے معاملات ما بین اللہ والعبد۔

مائدہ ۔ سورۂ نساء کا خاتمہ اس وعدہ پر ہے کہ ہم تم سے شرائع کو بیان کرتے ہیں۔ اس سورت کو اس امر سے شروع کیا ہے کہ ہمارے بیان کردہ شرائع کی پوری طرح بجا آوری کرو۔ یہ مناسبت تو دونوں سورتوں کے آغاز و انجام میں ہے باقی پوری سورتوں میں بھی اشتمال علی الشرائع سے ربط ظاہر ہے۔

انعام ۔ سورت سابقہ کا خاتمہ ابطال شرک اور بیان توحید پر ہوا اسمیں اثبات توحید رسالت واُصول شرائع مذکور ہیں۔ اثبات توحید و رسالت کیلئے قصص ہیں۔ اثبات قرآن، اثبات بعث کا بھی بیان ہے اسی سلسلہ میں ان مضامین کی تائید۔ اثبات کیلئے منکرین کے عناد اور اُن کی وعید، مکذبین کے حالات ہلاکت مخالفین کے رسوم قبیحہ کا مذکور ہے ۔ دین حق کی تعیین ہے ۔

اعراف ۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ دین حق کی تعیین و ترغیب و ترہیب پر ہوا تھا۔ اس سورۃ میں دین حق کی تبلیغ کا حکم ہے اور معاد نبوت اور مشرکین کے عناد و فساد کا ذکر ہے ۔

انفال ۔ سورہ سابقہ میں مشرکین کے جہل و فساد و عناد کا مذکور تھا ۔ اس میں اُس وبال کا بیان ہے جو اس جہل و عناد کی وجہ سے اُن پر آیا۔ اور اس کے متعلق احکام ہیں ۔ منکرین و مومنین دونوں کو تذکیر نعم و نقم سے بھی خطاب ہے۔

توبہ ۔ انفال میں مشرکین کے عناد و وبال کا مذکور ہے اسمیں اعلان نقض عہد اور محاجہ کفار بالسنان کا بیان ہے ۔

یونس سورہ سابقہ میں محاجہ کفار بالسنان کا ذکر تھا۔ اسمیں محاجہ کفار باللسان کا بیان ہے اور ابطال شرک و بیان توحید و رسالت ہے اور دین حق کی طرف اشارہ ہے ۔

ھود ۔ اسمیں دینِ حق کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور اس کے اظہار کا موجب تمام حجت ہونا مذکور ہے آخر میں تسلیہ رسول کا وعدہ ہے۔

یوسف ۔ سورہ ہود میں جو تسلیہ کا وعدہ تھا ۔ یہ سورت اس کا ایفا ہے چونکہ کفار کے اقوال و افعال سے حضور کو اذیت ہوتی تھی اور کفار اسلام کی راہ میں روڑے اٹکاتے تھے ۔ اس پر حضور کو حزن و ملال ہوتا تھا ۔ اس سورت میں حضرت یوسف کا قصہ بیان کرکے آپ کو تسلی دی گئی ہے اور دکھایا گیا ہے کہ مخالفین کی مخالفت سے اہل حق کو ضرر نہیں ہوتا ۔ آخر میں توحید و رسالت وعدہ وعید حقیقت قرآن کا بالاجمال مذکور ہے۔

رعد ۔ اسمیں سورۂ یوسف کے آخری مضامین کی تکمیل کی گئی ہے ۔ لیکن رسالت کا بیان اسمیں بھی بالاجمال ہے ۔ حقیقت قرآن اور وعدہ وعید کا مذکور ہے۔

ابراھیم اسمیں مضمون رسالت کی تکمیل اور توحید و معاد کا مذکور ہے ۔

حجر ۔ معاد کے بعد سزا و جزا کے بیان کی ضرورت تھی ۔ وہ اس سورت میں ہے اور توحید اور حقیقت قرآن و تسلیہ رسول ہے ۔

نحل۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ توحید اور عدم توحید کی وعید کے مضمون پر ہوا تھا۔ اسمیں مضامین توحید بپیرایۂ امتنان ہیں۔

بنی اسرائیل۔ سورۃ سابقہ کے مضامین توحید کی اسمیں تکمیل کی گئی ہے اور بعض واقعات ترغیب و ترہیب کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔

کہف۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ مضمون توحید پر ہوا تھا۔ اسمیں مضامین توحید کے ساتھ ابطال شرک و بیان رسالت وحقارت دنیا، جزا و سزا، ذم تکبر اور جدال وغیرہ ہیں۔

مریم۔ سورۂ کہف کا خاتمہ بیان توحید و رسالت پر ہے۔ اسمیں ان کا اثبات اور معاد کا بیان ہے

طٰہٰ۔ سورۂ مریم کے مضامین کی تکمیل اور ان کا بیان مدلل بطرز جدید ہے۔

انبیاء۔ اسمیں توحید و نبوت اور معاد کی تحقیق ہے۔

حج۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ مضمون انذار پر ہوا تھا۔ اس سورت کو اسی مضمون سے شروع کیا ہے نبوت کے متعلق شبہات کا جواب ہے۔ بعث و حساب جنت و دوزخ و قیامت کا مذکور ہے۔

مؤمنون۔ سورہ حج کا خاتمہ صلوۃ و زکوٰۃ کے بیان پر ہے۔ اسمیں ان کی تاکید و تفصیل ہے اور بیان آثار قدرت الٰہیہ، مکارم اخلاق وغیرہ کے مضامین ہیں۔

نور۔ سورہ سابقہ کے آخر میں بیان تھا کہ خلق انسان میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اسکو احکام کا مکلف کیا جائے۔ اور آخرت میں جزا و سزا دیجائے۔ اس سورۃ میں احکام علیہ اور توحید و رسالت پر ایمان لانے کا بیان ہے اور مناقب مطیعین اور مثالب عاصیان ہیں۔

فرقان۔ سورۂ سابقہ میں مثالب عاصیان تھے۔ اسمیں ذم شرک و مشرکین ہے اور رسالت کا بیان، اعمال فاضلہ و معاد کا ذکر و جواب شبہات متعلق رسالت ہے۔

شعرا۔ رسالت و قرآن کی حقانیت، دلائل توحید، توبیخ منکرین۔

نمل۔ سورہ سابقہ کا خاتمہ اثبات وحی و رسالت پر تھا۔ اسمیں ان مضامین کی تکمیل ہے اور اثبات توحید و معاد ہے۔

عنکبوت۔ سابقہ سورت کا خاتمہ اس امر پر ہوا تھا کہ منکرین سعی کرتے ہیں کہ دین حق سے منحرف ہو جائیں۔ اس سورت میں استقامت علی الدین کے متعلق احکام ہیں۔

روم۔ سورۃ سابقہ میں استقامت علی الدین کے موانع کے متعلق احکام تھے۔ اسمیں بعض واقعات ایسے بیان ہوئے ہیں جو اہل ایمان کی تقویت و فرحت کا باعث ہوں اور کفار کے

تعنت وعناد کی تکذیب۔ اثبات توحید اور بعض اعمال ومدح قرآن ہے
لُقمان۔ سابقہ سورت کا خاتمہ مدح قرآن پر ہوا اسکواسی مضمون سے شروع کیا ہے۔
اور ذم شرک وذکر معاد اور لقمان کو حکمت عطا ہونے کا مذکور ہے وہ حکمت کیا تھی معرفت حق۔
سجدہ۔ کتاب حکمت کی حقیقت کا اثبات، تسلیہ رسول وتوبیخ منکرین وجواب مطاعن منکرین
احزاب۔ سورۂ سابقہ کا اختتام کفار کے اس طعن کے جواب پر تھا کہ وہ رسول کریم سے
کہتے تھے کہ آپ جس فیصلے کو کہتے ہیں یعنی فیصلہ آخرت وہ کب ہوگا اور یہ اعتراض حقارت وتذلیل سے
کرتے تھے اس سورت میں اُن کے جواب میں حضور کی منصوریت ومحبوبیت کا ذکر ہے۔
سبا سورۂ سابقہ کا خاتمہ حمد الٰہی پر تھا اسکی ابتدا حمد سے ہے اور بیان توحید و رسالت
وحقیقت قرآن وتسلیۂ رسول وترہیب کفار واثبات توحید۔
فاطر۔ سابقہ مضمون اثبات توحید کی تکمیل وابطال شرک و تسلیۂ رسول۔
یٰس۔ سورۂ سابقہ کا خاتمہ کفار کے استکبار وانکار نبوت پر ہوا تھا۔ اسمیں اثبات رسالت
تسلیۂ رسول اثباتِ توحید ہے۔
صٰفٰت۔ دلائل توحید وبعث ورسالت۔
ص۔ منکرین رسالت کی مذمت، اثبات رسالت، تسلیۂ رسول، توحید ومجازاۃ۔
زمر۔ اثبات توحید، ابطال شرک، مذمت مکذبین۔
مؤمن۔ توحید پر استدلال۔ تہدید مجادلین فی الحق۔ تسلیۂ رسول
حم سجدہ۔ توحید ورسالت وتسلیہ رسول ترغیب صبر وغیرہ۔ حقیقت قرآن توبیخ منکرین
شوریٰ۔ توحید وابطال شرک۔ بعث وجزا۔ مذمت انہماک فی الدنیا۔ ترغیب طلب آخرۃ
زخرف۔ تحقیر دنیا۔ تہدید منکرین۔ ابطال شرک، اثبات وحی ورسالت
دُخان۔ اثبات توحید ووعید منکرین
جاثیہ توحید ونبوت ومعاد۔
احقاف۔ توحید ومعاد
محمّد۔ سورۂ سابقہ کا اختتام ذم منکرین پر تھا۔ اس سورت کی ابتدا اسی مضمون سے ہے
فتح۔ سورۂ سابقہ کے ختم میں بذل النفس والاموال فی سبیل اللہ کی ترغیب تھی۔ اس سورت
میں اس بذل کے چند مواقع مذکور ہیں۔ واصلاح آفاق بالجہاد۔

حجرات - پہلی سورۃ میں اصلاح آفاق بالجہاد ہے اسمیں اصلاح النفس بالارشاد ہے۔
ق - سورۃ سابقہ کا خاتمہ اشارۃً وقوع مجازاۃ پر تھا۔ اس میں بعث و جزا کا مضمون ہے۔
اس کا امکان، اس کا وقوع، اس کے واقعات وغیرہ۔
الذاریات - تحقیق معاد - ذم منکرین - و جزاء فریقین وعید یوم موعود۔
طور - پہلی سورت وعید یوم موعود پر ختم ہوئی تھی۔ اسکی ابتدا اسی مضمون پر ہے۔ اس کے بعد
مومنین کیلئے وعدہ ہے اور بحث مجازاۃ و توحید و رسالت۔
نجم - مضامین توحید و رسالت و مجازاۃ۔
قمر - پہلی سورت کا خاتمہ قرب ساعت کے مضمون پر تھا۔ اسکی ابتدا اسی سے ہے و مضامین نقم ہیں
رحمٰن - پہلی سورۃ میں مضامین نقم زیادہ تھے۔ اسمیں مضامین نعم ہیں۔
واقعہ - سورۃ سابقہ میں نعم دنیویہ کے بعد قیامت و دوزخ و جنت کا بیان تھا۔ اسمیں نعم دنیا
سے پہلے ان کا مذکور ہے۔
حدید - سورۃ سابقہ کا خاتمہ تسبیح پر تھا۔ اسکی ابتدا تسبیح سے ہے وہاں امر تھا۔ یہاں خبر ہے
مجادلہ - سورۃ سابقہ کا خاتمہ بیان صفت باری تعالیٰ پر تھا۔ اس کا افتتاح اس سے ہے۔
حشر - سورۃ سابقہ کا خاتمہ مذمت منافقین پر تھا۔ اور ان کا یہود سے محبت رکھنا مذکور تھا
یہاں یہود کے بغض و عقوبت وغیرہ کا مذکور ہے۔
ممتحنہ - سورۃ سابقہ میں منافقین کی یہود سے دوستی رکھنے کی مذمت تھی۔ اسمیں مسلمانوں کو کفار سے
تعلقات دوستی اور مشرکات سے نکاح کرنے کی ممانعت ہے۔
صف - سورۃ سابقہ میں کفار سے دوستی رکھنے کی ممانعت تھی۔ اسمیں کفار سے مقاتلہ کا بیان ہے
جمعہ - سورۃ سابقہ میں کفار کا مستحق عقوبت و قتل ہونا مذکور تھا۔ اسمیں یہود کا مستحق مذمت اور
وعید ہونا مذکور ہے۔
منافقون - سورۃ سابقہ میں یہود کا ذکر تھا۔ اسمیں اُن کے دوستوں منافقین کا مذکور ہے۔
تغابن - پہلی سورت کا خاتمہ تحصیل آخرت کی ترغیب اور تعطیل آخرت پر ترہیب پر ہے اسمیں
اہل تحصیل و تعطیل کے مجازاۃ کی تفصیل اور مضمون ترغیب و ترہیب کی تکمیل ہے اور ازواج و اولاد کا عدو
ہونا مذکور ہے۔
طلاق - سورۃ سابقہ میں ازواج و اولاد کا عدو ہونا مذکور تھا۔ اسمیں اُن کے بعض حقوق کا ذکر ہے

تحریم - سورۃ سابقہ کے مضامین کی تکمیل اور حقوق رسالت۔

ملک - سورۃ سابقہ میں حقوق رسالت کا ذکر تھا۔ اسمیں حقوق توحید اور اس کے ایفاء و اخلال پر جزاء و سزا کا بیان ہے۔ اور منکرین توحید کی طرف روئے سخن ہے۔

قلم - پہلی سورت میں منکرین توحید کی طرف روئے سخن تھا۔ اسمیں منکرین نبوت کی طرف ہے اور کفار کیلئے عقوبت دنیویہ و اُخرویہ کا مذکور ہے اور اثبات مجازاۃ کفار۔

حاقہ - مجازاۃ کی تحقیق اور اس کا وقت اور واقعات مذکور ہیں۔ اور حقانیت قرآن۔

معارج - مجازاۃ اور بعض اعمال موجبہ مجازاۃ کا بیان ہے۔

نوح - سورۃ سابقہ میں موجبات عقوبت کا بیان ہے۔ اسمیں حضرت نوح کی تکذیب پر عقوبت کا ذکر ہے۔ کفر پر استحقاق عقوبت دنیویہ اور تسلیہ رسُول و عقوبت انکار رسالت ہے۔

جنّ - توحید و رسالت و مجازاۃ سے ترغیب۔

مزمّل سورۃ سابقہ میں کفار کو توحید، رسالت و مجازاۃ پر ایمان لانے کی ترغیب تھی۔ اسمیں اُن کے ایمان نہ لانے پر تسلیۂ رسول ہے۔

مدّثر - سورۃ سابقہ میں تسلیۂ رسول مقصوداً اور انذار کفار تبعاً تھا۔ اسمیں انذار مقصوداً اور تسلیہ تبعاً مذکور ہے۔

قیامہ - سورۃ سابقہ کا خاتمہ بیان آخرت پر ہوا۔ اسمیں احوال آخرت کی تفصیل ہے۔ اور اثبات مجازاۃ کفار ہے۔

دھر - تفصیل مجازاۃ و ترغیب و ذکر قیامت۔

مُرسلات - وقوع و تفصیل کے اسباب و کیفیات مجازات

نبا - قیامت کا بیان اور واقعات جزا و سزا۔

نازعات - واقعات سورۃ سابقہ کے مکذبین کی تخویف و تکذیب و تسلیہ رسول۔

عبس - سورۃ سابقہ میں قیامت کے متعلق مضامین تھے۔ اسمیں بھی وہی مقصود ہے۔

تکویر - اسمیں سوابق و لواحق واقعات قیامت کا بیان ہے۔

انفطار - اسمیں سورۃ سابقہ کے بیان کی تفصیل اور مجازاۃ۔

تطفیف - مجازاۃ اعمال کا بیان ہے۔ اور انہیں سے اہتمام کیلئے بعض اعمال متعلق حقوق العباد کا مذکور ہے۔

انشقاق۔ تفصیل مجازات

بروج۔ پہلی سورۃ میں فریقین کے مجازات تھے۔ اسمیں اہل ایمان کا تسلیہ اور کفار کیلئے وعید ہے

طارق۔ تحقیق وعید کیلئے اعمال کا محفوظ رہنا۔ اور امکان بعث و وقوع بعث۔

اعلیٰ۔ عمل تذکیر بالقرآن۔ فلاح آخرت۔ تہیہ للآخرۃ۔

غاشیہ۔ تہیہ للآخرۃ کرنے اور نہ کرنے والونکی سزا و جزا و اثبات قدرت و بعث مجازات۔

فجر۔ سورۃ سابقہ میں مجازاۃ فریقین کا ذکر ہے۔ اسمیں معظم مقصود فریقین کے اعمال موجبہ مجازاۃ کا بیان ہے۔

بلد۔ سورۃ سابقہ میں اعمال موجبہ مجازاۃ کا بیان تھا۔ اس سورت میں بھی یہی بیان ہے مگر وہاں کثرت اعمال شر تھی۔ یہاں کثرت اعمال خیر ہے۔

شمس۔ سورت سابقہ میں اعمال ایمانیہ وکفریہ کے مجازاۃ اُخرویہ کا بیان تھا۔ اسمیں مجازاۃ کفریہ مجازاۃ دنیویہ کے احتمال کا بیان ہے۔

لیل۔ اسمیں بھی سورۃ سابقہ کے مضمون کی تکمیل ہے اور مہمات اصُول و فروع کا عنوان کلی سے بیان ہے اور ان کی تصدیق و تکذیب پر وعدہ و وعید ہے۔

ضحیٰ۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ اُن افضال پر ہے جو مومنین پر ہوں گے جس میں رسول اور متبعین رسول دونوں شامل ہیں اسمیں صرف اُن افضال کا ذکر ہے جو رسول پر ہوئے ہیں اور بعض اعمال خیر کا ذکر ہے

الم نشرح۔ اسمیں سورۃ سابقہ کے مضامین کی تکمیل ہے آنحضرت پر جو افضال الٰہی ہیں اُنکی طرف اشارہ ہے۔ اُس کے بعد دو حکم مُوکد ہیں جو تکمیل و ترقی کے رکن ہیں۔

تین۔ سورۃ سابقہ میں رسول پر افضال الٰہی کا مذکور تھا۔ اسمیں عام انسانوں اور عمل صالح کرکے ترقی کرنے والوں کے انعام کا ذکر ہے۔

اقرأ۔ اسمیں انسان پر افضال کا ذکر اور اسکی ترقیات اور سرکشی کا مذکور ہے۔

قدر۔ اسمیں انسان پر اس فضل کا ذکر ہے جو سورت سابقہ میں علم الانسان مالم یعلم کے عنوان سے مذکور ہے یعنی کتاب ہدایت اس کو دی گئی۔

بینہ۔ سورۃ قدر میں کتاب ہدایت کے نزول کا ذکر ہے جس کے اہل کتاب منتظر تھے۔ اس سورۃ میں اُن سے مطالبہ ہے کہ اب باطل کو چھوڑ کر اس پر ایمان لاؤ۔ اور اہل ایمان کی جزا کا ذکر ہے۔

زلزال۔ پہلی سورت کا خاتمہ اہل ایمان کی جزا کے ذکر پہ ہے اسمیں اُس جزا کے ملنے کا وقت

بتایا گیا ہے - اور نیکی اور بدی کے انجام کا مذکور ہے -

عادیات - سورۃ سابقہ میں نیکی بدی کا انجام اس طرح بتایا گیا ہے کہ جس کو قبول کرنے میں کسی سلیم الطبع کو تامل نہیں ہو سکتا - اسمیں نہ قبول کرنے والوں کی ہٹ دھری اور سرکشی اور ان پر اہل ایمان غازیوں کی تاخت کا ذکر ہے پھر قبروں سے اُٹھنے اور خدا کے حضور میں حاضر ہونے کا مذکور ہے -

قارعہ - سورۃ سابقہ میں خدا کے حضور میں حاضر ہونے کا ذکر تھا - اسمیں اسوقت کا بیان ہے یعنی قیامت اور اس کے ہولناک حوادث کی خبر دی گئی ہے -

تکاثر - سورۃ سابقہ میں انسان کو ہولناک وقت سے خبردار کیا گیا تھا - اسمیں بتایا گیا ہے کہ حرص دنیاوی نے تجھ کو غافل کر دیا ہے - تم سے خدا کی نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا -

عصر - سورۃ سابقہ میں حرص اموال وغیرہ سے انسان کی غفلت کا ذکر اور ہونے والے سوال کا ذکر تھا - کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ حصول اموال و جاہ ہی ہے جو کچھ ہے - اس میں بتایا گیا ہے کہ ان کا حاصل کرنا کامیابی نہیں بلکہ ان پر حرص موجب خسارہ ہے -

ھُمزۃ - سورۃ عصر میں کہا گیا تھا کہ انسان خسارہ میں ہے - یہاں خسارہ میں پڑنے کے اسباب کا بیان ہے -

فیل - سورۂ ہمزہ میں جو اخلاق رذیلہ بیان ہوئے ہیں وہ قریش میں بہت رائج تھے - اس کے بیان کے بعد اُس ہولناک واقعہ کا ذکر ہے جس سے قریش کو بچایا گیا - ورنہ وہ بالکل برباد ہو جاتے -

قریش - اسمیں قریش سے مطالبہ ہے کہ جیسا سورت سابقہ میں مذکور ہے کہ ہمنے تم کو اصحاب فیل سے بچایا جو تمہارے معبد کو ڈہانے آئے - اب تم بُت پرستی کو چھوڑ کر اس گھر کے رب پر ایمان لاؤ -

ماعون - پہلی سورۃ میں قریش کو اپنا انعام یاد دلایا ہے - اسمیں ان امراض روحانیہ کا ذکر ہے جو انسان کی ظاہری و باطنی خرابی کا باعث ہوتے ہیں اور یہ امراض قریش میں پھیلے ہوئے تھے - بعض بدنصیب ایسے امراض میں مُبتلا تھے کہ جو دنیا میں اپنا ذکر خیر چھوڑ جانے کا کوئی سامان نہیں کرتے تھے -

کوثر - پہلی سورۃ میں ایسے بدنصیبوں کا ذکر تھا جو اپنا ذکر خیر چھوڑنے کا کوئی سامان نہیں کرتے اسمیں یہ مذکور ہے کہ ایسے بھی خوش نصیب ہیں کہ جن کے سینوں میں حکمت کی نہریں جاری ہیں اور وہ اپنے ذکر خیر کی وجہ سے ہمیشہ رہیں گے، ان بدنصیبوں کی طرح بے نشان نہوں گے اور رسول کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کامیاب ہیں

کافرون - سورۃ سابقہ میں بتایا گیا ہے کہ اے رسول تمہارے لئے ہر قسم کی کامیابی ہے اور تمہاری عظمت و شوکت قرار پا چکی ہے - اسمیں کہا جاتا ہے کہ تم علی الاعلان ان کافروں سے کہدو کہ میں تمہارے معبودوں

کی پرستش نہیں کرسکتا۔ خواہ تم کیسی ہی سعی کرو۔ کتنا ہی لالچ دو۔ اور مجھے تم سے بھی اُمید نہیں کہ تم میرے معبود کی پرستش کروگے۔

نصر۔ سابقہ سورتوں میں جو رسول کو اشارۃً کامیابی کی بشارت دی گئی تھی۔ اسمیں اسکو شرح کے ساتھ بیان کیا ہے اور دنیا میں بھی خدا کا حکم قبول کرنے والوں کیلئے نصرت ہے۔

لہب ۔ سابقہ سورت میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں بھی خدا کا حکم قبول کرنے والوں کیلئے نصرت ہے اسمیں بتایا گیا ہے۔ کہ اس کے حکم سے سرتابی کرنے والوں کیلئے دونوں جہاں میں خسارہ ہے۔ اور مشرکین بڑے ہی خسارے میں ہیں۔

اخلاص ۔ سورۂ سابقہ میں ابولہب وغیرہ مشرکین کا بوجہ شرک خسارے میں ہونے کا مذکور تھا اس میں توحید خالص بتائی گئی کہ اسپر ایمان لاؤ۔ نفع کی راہ یہ ہے۔

فلق و ناس۔ انہیں سورۂ اخلاص کے مضمون توحید کی دوسرے طرز پر تکمیل کی گئی ہے۔

قرآن عہد خلافت دوم میں

پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ بعض لکھنے والوں نے اپنی یادداشت کیلئے آیات قرآنی کے ساتھ تفسیری جملے بھی لکھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس قسم کی تحریرات کو طلب کرکے تلف کرادیا۔ تعلیم قرآن کیلئے مدارس قایم کئے تعلیم و معلمین و متعلمین کیلئے قواعد وضوابط بنائے، وظائف مقرر کئے۔ قرآن کی تعلیم جبری قرار دی

فامر عمر بن الخطاب ان لا یقرأ القرآن الا عالم بالعربیۃ وامر ابا الاسود فوضع النحو یعنی عمر نے حکم دیا کہ قرآن کو کوئی شخص سوائے عربی کے عالم کے نہ پڑھے اور ابوالاسود کو حکم دیا کہ قواعد نحو وضع کرے (التذکار فی افضل الاذکار لابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی)

ایک یہ روایت بھی ہے کہ ابوالاسود کو حکم دیا کہ اعراب و نقاط قایم کریں۔ لیکن وضع نحو اور اعراب و نقاط کا کام اس عہد میں نہیں ہوا کیونکہ حضرت عمرؓ شہید ہو گئے۔ اور ابوالاسود ایک عرصہ تک اس کام کی طرف متوجہ نہو سکے۔

اس عہد میں قرآنوں کی یہ کثرت تھی کہ مصر، عراق، شام، یمن میں ایک لاکھ نسخے قرآن کے تھے۔ حجاز وغیرہ دیگر ممالک کا مذکور نہیں (کتاب الفصل)

حضرت اُبی بن کعبؓ قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ اس تفسیر سے امام احمد بن حنبل نے مسند میں امام ابن جریر طبری نے تفسیر میں، امام حاکم نے مستدرک میں بہت کچھ لیا ہے۔ حاکم کی وفات ۴۰۵ھ میں ہوئی اس لئے

یہ تفسیر پانچویں صدی تک موجود تھی۔ (رسالہ مبادی التفسیر شیخ محمد خضری دمیاطی)

حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ تراویح میں فی رکعت تیس آیتیں پڑھی جائیں تاکہ رمضان میں تین قرآن ختم ہوں (۳۰×۲۰ = ۶۰۰) (۶۰۰×۱۰ = ۶۰۰۰) (شرح احیاء العلوم)

اور کل تعداد آیات بموجب اقوال عامہ ۲۶ ۶۶ ہے باقی (۶۶۶) اہل علم میں پوری کی جاتی تھیں اس طرح تیس دن میں تین ختم ہوتے تھے۔ اس عمل سے خیال ہوتا ہے کہ آیات کا شمار اُن کے عہد میں ہوا۔ اسلئے ضرورت ہوئی کہ آیات کی تخمیس و تعشیر کی جائے۔ یعنی پانچ پانچ دس دس آیتوں پر نشان لگا دئے جائیں لیکن بعض اصحاب اس عمل کو مکروہ جانتے تھے۔ عن مسروق کان عبداللہ بن مسعودؓ یکرہ التعشیر فی القرآن یعنی عبداللہ تعشیر کو قرآن میں مکروہ جانتے تھے۔ (کتاب المصاحف ابی داؤد)

امام دانی رحمہ اللہ نے کتاب البیان میں لکھا ہے کہ فواتح السور۔ رؤس الآیات تخمیس و تعشیر کو بعض اصحاب مکروہ جانتے تھے اور مٹا دیتے تھے۔ صحابہ کی تقلید پر بعض تابعی اور تبع تابعی بھی اسکو ناپسند کرتے تھے۔ اشہب سے روایت ہے کہ امام مالک قرآن مجید میں جو سرخ یا دوسری روشنائی سے عشرات کے نشانات بنائے جاتے تھے ناپسند کرتے تھے۔ (کتاب البیان)

تخمیس و تعشیر کے متعلق بعض نے لکھا ہے کہ یہ کام حجاج بن یوسف نے کرایا۔ بعض نے لکھا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے کرایا۔ مگر روایات و بیانات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شمار آیات، رکوع، اجزاء تخمیس و تعشیر، فواتح السور یہ سب کام صحابہ کر چکے تھے۔ چونکہ اسمیں اختلاف تھا کہ نشانات لگائے جائیں یا نہیں اور بعض جلیل القدر اصحاب اس کے مخالف تھے۔ اسلئے تابعین و تبع تابعین میں بھی اختلاف رہا۔ اور یہ عام طور پر رائج نہ ہو سکے۔ حجاج اور خلیفہ ہارون رشید نے اس کو رائج کرایا۔

امام دانی نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تخمیس و تعشیر فواتح سور صحابہ نے کر دئے تھے۔ (جامع الاحکام القرآن)

حضرت عثمانؓ کے عہد کا لکھا ہوا قرآن جو کتب خانہ انڈیا آفس لندن میں ہے اسمیں ہر سورۃ پر سورۃ کا نام اور دس آیتوں کے بعد حاشیہ پر نشان ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ یہ تمام کام صحابہ کے عہد میں ہوا ہے۔

قرآن عہد خلافت سوم میں

حضرت عثمان خلیفہ ثالث کے عہد میں اسلامی فتوحات کی تکمیل ہوئی۔ اور بہت سے نئے ممالک و بلاد قبضے میں آئے۔ اسلام و قرآن تمام ہی ممالک و اقوام میں پہونچ گیا تھا۔ رسول کریم کے صحابی قریب قریب سبھی جگہ پہونچ گئے تھے۔ اور تابعین کی کثرت ہو گئی تھی۔ حفظ قرآن کرنے والے، ناظرہ پڑھنے والے، لکھنے والے،

کروڑوں ہو گئے تھے۔ اس عہد کے لکھے ہوئے قرآنوں کا شمار نہیں بتایا جاسکتا۔

ملک عرب کے حصص اور قبائل کی زبان میں مثل دیگر ممالک السنہ کی بعض الفاظ و محاورات میں اختلاف تھا۔ یہ اختلاف یہ تھا کہ معنی و مفہوم میں فرق نہیں آتا تھا۔ جیسے دہلی لکھنؤ کی اردو میں (نہیں) بولتے ہیں۔ حیدرآباد کی اردو میں اسکی جگہ (نکو) دہلی میں (کیل) کہتے ہیں۔ حیدرآباد والے کیلا بولتے ہیں۔ اسی طرح قبائل عرب کے لب و لہجہ میں اب بھی اختلاف ہے۔ بنو تمیم ہمزۂ ابتدا کو (ع) بولتے تھے اسلم کی جگہ عسلم بولتے تھے۔ بعض قبائل مضارع کو مفتوح پڑھتے تھے، بعض مکسور

قریش اور بنو اسد مضارع کی ی کو ضمہ یا فتحہ کے ساتھ تلفظ کرتے تھے۔ جیسے یَفعل یُفعل دوسرے قبیلے والے کسرہ کے ساتھ یِفعل کہتے تھے۔ بنو اسد ع کو ن کر دیتے تھے جیسے اعمیٰ کو انمیٰ کہتے تھے (الافراد مطبوعہ بیروت ص۵۶)۔ اس سے اختلاف سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ہمارے پنجابی بھائی ق کی جگہ ک بولتے ہیں۔ قلم کو کلم کہتے ہیں مگر لکھتے قلم ہی ہیں۔ اہل دکن ق کو خ اور خ کو ق بولتے ہیں۔ یعنی قلم کو خلم۔ خزانہ کو قزانہ بولتے ہیں مگر لکھتے قلم اور خزانہ ہی ہیں۔ لیکن بعض دفعہ ہوا جو حروف زبان سے نکلتے ہیں وہ تحریر میں بھی آجاتے ہیں۔ مکرمی جناب مولوی فیض الدین صاحب ایڈوکیٹ حیدرآباد دکن نے محلہ جوبلی ہل حیدرآباد میں ایک کوٹھی خرید کی۔ کبھی وہاں رہتے، کبھی محلہ عابد شاپ کی کوٹھی میں۔ جب جوبلی ہل میں رہتے ہیں تو وہاں سے ضروری اشیاء کی فہرست آجاتی ہے۔ یہاں سے منشی صاحب اشیاء خرید کر بھیجدیتے ہیں۔ ایک دفعہ جو فہرست آئی اسمیں پان، سپاری، مصالحہ۔ سبزی، فروٹ وغیرہ اشیاء لکھی ہوئی تھیں انہی میں (خیمہ) بھی لکھا ہوا تھا۔ ہمارے دوست مسٹر ریاض الحق صاحب علیگ سہارنپوری (مولوی صاحب کے سکرٹری) پرچہ دیکھکر متحیر ہوئے کہ خیمے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ اور کس قسم کا خیمہ درکار ہے۔ آخر فون کیا تو جواب ملا دو سیر جب سمجھ میں آیا کہ یہ (قیمہ) کی خرابی ہے۔

عربی اختلاف کا نمونہ خود حدیث میں مذکور ہے، اہل قریش (تابوت) کہتے تھے۔ زید بن ثابت (تابوہ) معنی و مطلب دونوں کا ایک، لیکن یہ خیال ضرور ہوتا تھا کہ یہ اختلاف غیر ممالک و اقوام میں پہونچکر جو رنگ لائے گا وہ کتاب اور معنی مطلب دونوں میں تحریف کا باعث ہوگا۔ اس قسم کا اختلاف شام وغیرہ میں زیادہ پھیلتا جاتا تھا۔ حضرت حذیفہ بن الیمان جب ۲۵ھ میں غزوۂ آرمینا و آذربیجان سے لوٹے تو انہوں نے حضرت عثمان سے اس اختلاف کا تذکرہ کیا۔ یہ حدیث ترمذی میں ہے:۔

عن انس ان حذیفۃ قدم علی عثمان وکان یغازی اھل الشام فی فتح ارمینیۃ آذربیجان

مع اہل العراق فرأی حذیفة اختلافہم فی القرآن فقال لعثمان بن عفان یا امیر المؤمنین ادرك هذه الامة قبل ان یختلفوا فی الکتاب کما اختلف الیهود والنصاری فارسل الی حفصة ان ارسلی الینا بالصحف ننسخها فی المصاحف ثم نردها الیك فارسلت حفصة الی عثمان بالصحف فارسل عثمان الی زید بن ثابت وسعید بن العاص وعبد الرحمن الحارث بن هشام وعبد الله بن الزبیر ان انسخوا الصحف فی المصاحف وقال للرهط القرشیین الثلاثة ما اختلفتم انتم وزید بن ثابت فاکتبوه بلسان قریش فانما نزل بلسانهم حتی نسخوا الصحف فی المصاحف وبعث عثمان الی کل افق بمصحف من تلك المصاحف التی نسخوا، قال الزهری وحدثنی خارجة بن زید انی فقدت آیة من سورة الاحزاب کنت اسمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقرأها من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر فالتمستها فوجدتها مع خزیمة بن ثابت او ابی خزیمة فالحقتها فی سورتها - هذا حدیث حسن صحیح وهو حدیث الزہری ولا نعرفه الا من حدیثه،

یعنی انس کہتے ہیں کہ حذیفہ آذربیجان کے غزوہ سے واپس ہو کر خلیفہ کے پاس آئے اور کہا کہ لوگوں میں قرآن کی قراءت میں بہت اختلاف ہے۔ قبل اس کے کہ لوگ یہود ونصاری کی طرح گمراہ ہوں، آپ اس کا انتظام کر دیجئے۔ خلیفہ نے ام المؤمنین حفصہ سے وہ صحیفے طلب کئے (جو حضرت ابوبکر نے جمع کرائے تھے) اور کہا کہ وہ بھیجدو۔ میں ان کی نقلیں کرا کر تم کو واپس بھیجدوں گا اور حضرت عثمان نے زید، سعید، عبد الرحمن عبد اللہ کو نقل کرنے پر مامور کیا۔ اور فرمایا کہ اگر باہم اختلاف ہو تو لغت قریش پر لکھو۔ ان لوگوں نے نقلیں کیں جن کو حضرت عثمان نے اطراف میں بھیجدیا۔ زہری کہتے ہیں کہ مجھ سے زید کے بیٹے خارجہ نے بیان کیا کہ سورہ احزاب کی اس آیت کو جسے میں نے آنحضرت کو پڑھتے سنا نہیں پایا۔ تلاش کی تو خزیمہ کے پاس سے ملی۔ میں نے اسکو اپنی جگہ پر رکھدیا۔

اختلاف کے متعلق پہلے لکھا جاچکا ہے کہ کس قسم کا اختلاف تھا۔ جمع عثمانی کی کیفیت اس طرح مذکور ہے

فقام عثمان فقال من کان عنده من کتاب الله شئ فلیأتنا به وکان لا یقبل من ذلك شئ حتی یشهد علیه شاهدان یعنی حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں اعلان کیا کہ جس کسی کے پاس کچھ قرآن لکھا ہو وہ ہمارے پاس لائے اور وہ نہیں قبول کرتے تھے بغیر دو گواہوں کے (کنز العمال کتاب الاذکار باب جمع القرآن)

مولانا عبد الحق حقانی دہلوی نے اس کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ عثمان نے پھر

زید بن ثابت کو اس (نسخۂ ابوبکر) سے نقل کرانے پر مامور فرمایا - زید بن ثابت نے پھر ویسا ہی اہتمام کیا جیسا عہد ابوبکر میں کیا تھا) پھر وہ اجزا جمع کئے اور حفاظ کو بھی شریک کیا - اور وہ نسخہ (ابوبکر والا) بھی سامنے رکھا اور مسجد کے دروازے پر دو شخص بٹھا دئے ان میں ابی بن کعب بھی تھے (تاریخ الحدیث) کہ آتے جاتے نمازیوں سے کہیں کہ جس کے پاس جس قدر قرآن ہو دو گواہوں کی شہادت سے پیش کرے (ایک کتابت اور دوسرا حفظ) اور اپنے ساتھ اہتمام میں عبد اللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبد الرحمن بن الحارث ابن ہشام و عبد اللہ بن عمرو بن العاص و عبد اللہ بن عباس کو بھی شامل کیا - بعض نے لکھا ہے کہ بارہ صحابہ اس کام پر مامور کئے گئے تھے - اس طرح قرآن لکھا - ابوبکر والا نسخہ حضرت حفصہ کے گھر بھیج دیا گیا - چونکہ عثمان کے عہد میں پھر از سر نو اہتمام کیا گیا تھا - اسلئے جامع القرآن مشہور ہوئے (البیان فی علوم القرآن)

علامہ بدر الدین عینی نے اس روایت کا دوسرا طریق بیان کیا ہے جو ابراہیم بن اسمٰعیل بن مجمع عن ابن شہاب سے ہے اسمیں اس آیت کے نہ ملنے کے واقعہ کو حضرت ابوبکر کے عہد خلافت کا واقعہ بتایا ہے جس کا ذکر بیان جمع قرآن عہد خلافت اول میں آچکا ہے - (عمدۃ القاری باب جمع القرآن)

ایسا ہی علامہ ابن کثیر نے فضائل القرآن میں لکھا ہے - اس جمع سے اس فقرے کا تعلق نہیں -

غرض لغت قریش کی موافق زید بن ثابت وغیرہ نے ایک نسخہ طیار کیا - اس زمانہ تک قرآن ایسی قراتوں پڑھتے جن پر سبعۃ احرف کا اطلاق ہوتا تھا (اتقان نوع ۱۰) اب سب ایک لغت پر متفق ہو گئے، اس نسخہ کا نام مصحف الامام ہوا جس کو حضرت عثمان نے اپنے لئے رکھا (نشر جلد اول) - اس پر لکھا گیا ھذا ما جمع علیہ جماعۃ من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منھم زید بن ثابت و عبد اللہ بن الزبیر وسعید بن العاص آگے اور اصحاب کے نام ہیں - (نفح الطیب مصری جلد اول ص ۲۸۳)

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ یہ قرآن سنہ ۳۰ھ میں لکھا گیا لیکن امام ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ سنہ ۲۵ھ میں لکھا گیا (فتح الباری) یہی صحیح ہے کیونکہ غزوۂ آذربیجان جس کا ذکر حدیث میں ہے سنہ ۲۵ھ میں ہوا -

اس عہد میں بھی قرآن خط حجری میں لکھا گیا - اس عہد کے مرقومہ قرآن اب تک موجود ہیں -

چونکہ عبد اللہ بن عمر صحابی سے رسول کریم نے فرمایا تھا کہ قرآن ایک مہینے میں ختم کیا کرو - گویا یہ زیادہ سے زیادہ مدت ختم قرآن کی آپ نے فرمائی تھی - اور رمضان میں بھی کم سے کم ایک قرآن کا ختم ہونا ضروری ہے - اسلئے حضرت عثمان نے جو قرآن لکھائے وہ تیس جزو پر تھے (اس زمانہ میں جزو دس ورق کا مانا جاتا تھا) اعراب و نقاط کا رواج لکھنے میں اس عہد تک نہیں ہوا تھا - اسماء سور اور تخمیس و تعشیر کے نشانات لکھے جاتے تھے - رکوع کی تقسیم بھی حضرت عثمان نے کی - قرآن لکھانے میں اس درجہ احتیاط کی گئی کہ ایک حرف

بھی اِدھر سے اُدھر نہ ہو سکا۔ اور وہی رسم الخط رہا جو جبریل نے حضور کو تعلیم کیا تھا۔

قال ابن الزبیر قلت لعثمان بن عفان وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ الایۃ قال قد نسختہا الآیۃ الأخریٰ فلن تکتبہا او تدعہا قال یا ابن اخی لا اغیر شیئاً منہ من مکانہ یعنی عبد اللہ بن زبیر جب قرآن لکھ رہے تھے حضرت عثمان سے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کو نہ لکھوں حضرت عثمان نے کہا کہ میں اسمیں کچھ بھی تغیر نہیں کر سکتا (بخاری کتاب المغازی)

چونکہ رمضان میں ایک قرآن کا سننا مسنون ہے اور رسول کریم نے ختم قرآن کی مدت زیادہ سے زیادہ ایک ماہ فرمائی ہے۔ اسلئے حضرت عثمان نے تراویح میں دس آیت فی رکعت پڑھنے کا حکم دیا تاکہ ایک مہینے میں قرآن ختم ہو سکے (شرح احیاء العلوم)

(۱۰×۲۰×۲۰۰) (۲۰۰×۳۰ = ۶۰۰۰) اور کل آیات کی تعداد (۶۶۶۶) ہے باقی آیات کو انہیں ایام میں پورا کیا جاتا تھا۔

بعض لوگ کہدیتے ہیں کہ اختلاف قرات تو آج تک موجود ہے۔ حضرت عثمان نے کونسا اختلاف مٹایا۔ ان کو معلوم نہیں کہ صحابہ کی قراتیں کتابوں میں موجود ہیں اور اکثر قراتیں جاری ہیں۔ یہ اختلاف قراءۃ مقصود نہیں بلکہ اختلاف لغت سے جو اختلاف قرات واقع ہوتا تھا وہ مراد ہے جسکی نظیریں پیش کیجا چکی ہیں جیسے بنو سعد ع کو ن پڑھتے تھے اور اعطی کو انطی کہتے تھے۔ یہ اختلاف مٹایا گیا ہے۔

حضرت عثمان سے جب لوگوں نے بغاوت کی تو ان پر بعض معاملات میں الزامات تراشے گئے بعض فقہی مسائل کے اختلاف کو بناء فساد بنایا گیا اور طعن کئے گئے لیکن قرآن کے معاملہ میں ان کو کوئی کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کا باعث صرف یہ ہے کہ انہوں نے اسمیں کوئی تصرف نہیں کیا اور نہایت احتیاط سے کام کرایا۔

غرض جب ایک نسخہ قرآن کا مرتب ہو گیا۔ پھر اسکی سات نقلیں کرائی گئیں۔ ایک مدینہ میں رکھی گئی اور چھ مکہ، بصرہ، کوفہ، یمن، شام اور بحرین کو بھیجی گئیں۔ عبد اللہ بن سائب مکہ کو، مغیرہ بن شہاب شام کو، ابو عبد الرحمن سلمی کوفہ کو عامر بن قیس بصرہ کو لیگئے۔ یمن و بحرین کے متعلق مجکو پتہ نہیں چلا کہ کون بزرگ لے گئے۔ جب یہ قرآن مکمل ہو گئے۔ اصل نسخہ حضرت حفصہ کو واپس کر دیا گیا۔ متفرق تحریرات تلف کر دی گئیں تاکہ آئندہ کسی کو جعل سازی اور فتنہ پردازی کا موقع نہ ملے۔

یہ قرآن کی تیسری تدوین تھی۔ حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے کہ قرآن تین مرتبہ مدون ہوا۔ ایک دفعہ عہد رسول میں، دوسری دفعہ عہد خلافت ابو بکر میں، تیسری دفعہ عہد عثمانی میں۔ حضرت عثمان کے عہد کے جو نسخے موجود ہیں۔ ان میں سورتوں کے نام اور دس آیتوں کے بعد حاشیہ پر نشانی ہے۔

اس عہد میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک مصحف مطلا دیکھکر فرمایا کہ قرآن کی زینت اسکی تلاوت ہے (کنزالعمال جلد اوّل ص۲۲۱)

اِختلاف مصاحف

مصحف ابن مسعود

حضرت عبداللہ بن مسعود کا مصحف اس مصحف کے خلاف تھا۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ عبداللہ بن مسعود نے چار مرتبہ قرآن لکھا، اوّل عہد رسول میں، دوسرے مختلف سور میں، پھر مکمل قرآن جو اپنی معلومات کے مطابق ترتیب نزول لکھا تھا۔ تیسری بار عہد صدیقی میں۔ یہ بیان عہد صدیقی کے قرآن کے متعلق ہے۔ اس مصحف میں اور اسمیں کیا اختلاف تھا۔ نہ تعداد سور میں اختلاف تھا۔ نہ آیات میں نہ ترتیب میں چونکہ رسول کریم نے فرمایا تھا کہ قرآن سبعہ احرف پر نازل ہوا ہے اسلئے انہوں نے قرآن اپنے قبیلہ کے لغت پر لکھا تھا۔ امام ابن حزم نے لکھا ہے مصحف ابن مسعود انما فیہ قراءتہ یعنی ابن مسعود کا مصحف اُن کی قرات پر تھا (کتاب الفصل جلد ثانی ص۷۷) اور یہ قرآن لغت قریش پر ہے۔ عہد عثمانی میں جب باجماع صحابہ قرآن لغت قریش پر جمع کیا گیا تو ان کو اختلاف ہوا لیکن پھر انہوں نے رجوع کر کے قرآن لغت قریش ہی پر لکھا جو آج تک موجود ہے۔

اختلاف لغات کے متعلق لکھا جا چکا ہے کہ یہ صرف ادائے حروف میں تھا۔ اس سے معنی و مطلب پر کچھ اثر نہیں پڑتا تھا۔ اہل یمن س کو تا سے بدل دیتے تھے، بجائے الناس کے النات بولتے تھے۔ معنی وہی تھے۔ آدمی۔ اور ک کو ش سے بدلتے تھے۔ بجائے کلام کے شلام بولتے تھے۔

قبیلہ ہذیل ح کو ع سے بدلدیتے تھے حتی کو عتی بولتے تھے۔

قبیلہ حمیر لام تعریف کو میم سے بدلدیتے تھے بجائے الشمس والقمر کے امشمس وامقمر بولتے تھے۔

قبیلہ قضاعہ (یائے مشددہ یا مخففہ یا مفتوحہ) کو جیم سے بدلدیتے تھے۔ عشی کی جگہ عشج بولتے تھے

وہاں اس زمانہ میں اس اختلاف سے معنی میں کوئی تغیر نہیں ہوتا تھا جیسے ہندوستان میں دہلی والے قلم بولتے ہیں۔ پنجاب والے کلم۔ حیدرآباد والے خلم معنی مطلب ایک ہی ہے۔ اس قسم کے الفاظ جن کے اختلاف کی مثالیں نقل کی ہیں۔ جب غیر ممالک و اقوام میں پہونچتے اور کچھ زمانہ گذر جاتا تو کیا ہوتا۔ یہ صورت تھی مصحف عثمانی سے بعض صحابہ کے اس اختلاف کی مثال حدیث میں بھی بتائی گئی ہے۔ قریش تابوت بولتے تھے زید بن ثابت (تابوہ)

مصحف زید بن ثابتؓ

زید بن ثابت کے قبیلہ کا لغت قبیلہ قریش سے ملتا جلتا تھا۔ اس لئے اُن کے مصحف کے متعلق کہا گیا ہے۔ اقرب المصاحف من مصحفنا یعنی زید کا قرآن ہمارے قرآن سے قریب تھا۔

مصحف اُبی بن کعبؓ

یہ بھی قریشی نہ تھے۔ ان کا قرآن بھی ان کے قبیلے کی قراءت پر تھا۔ (قرآن کی دوسری صورتین فی الفور نابود نہیں ہوگئیں تھیں۔ خصوصیت سے ہمیں اُبی کے نسخہ کے متعلق کچھ اطلاعات ملتی ہیں۔ جو فہرست اسکی سورتوں کی دی گئی ہے اگر وہ صحیح ہے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ ابی کے نسخے میں وہی کچھ تھا جو موجودہ قرآن میں ہے۔ اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ ابی کے مصحف کی بنا بھی اسی اصل صحف پر ہوگی جو زید نے جمع کیا تھا۔ یہی بات ابن مسعود کے مصحف پر بھی صادق آتی ہے اور اسکی فہرست مضامین سے بھی جو ہم تک پہونچی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ لمبی سورتوں یعنی طوال کو پہلے رکھنے میں ابن مسعود نے زید سے بھی بڑھکر عمل کیا ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا)

مصحف علیؓ

پڑھے لکھے تمام اصحاب رسول کریم نے حضور کے عہد میں قرآن لکھا۔ مگر اسکی وہی چند سورتیں تھیں جو ہم نے بیان کتابت میں لکھی ہیں۔ حضرت علی نے بھی حضور کی حیات میں اپنی معلومات کے موافق ترتیب نزول لکھا جب حضور کی وفات ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ اب کلام ختم ہوگیا۔ اب اسمیں ناسخ و منسوخ بھی نہیں ہوگا۔ اسمیں اور بھی نہیں آئے گا۔ اسوقت صحابہ نے اس ترتیب پر قرآن لکھا جس ترتیب پر حضور پڑھتے تھے اور وہی ترتیب اب تک جاری ہے۔ اسکے متعلق کسی صحابی کا اختلاف کرنا صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ اختلاف قراءۃ تھا، حضرت عثمانؓ نے سکے اجماع سے سب کو لغت قریش پر جمع کر دیا۔ اختلاف مصاحف کے متعلق جو روایات ہیں وہ عہد رسول کے لکھے ہوئے مجموعوں اور ترتیب سے قبل کی تحریرات سے متعلق ہیں۔ ترتیب کے بعد کوئی قرآن خلاف ترتیب نہیں لکھا گیا۔ ترتیب سے قبل جس جس قسم کے لکھنے والے تھے اُن کی تفصیل ہم نے کہیں لکھدی ہے۔

جامع قرآن

حضرت عثمان کو ہمیشہ سے جامع قرآن کہتے چلے آئے ہیں۔ نئے مصنفوں نے یہ لکھا ہے کہ یہ خطاب غلط مشہور ہوگیا۔ میرے نزدیک ان کا یہ خطاب صحیح ہے۔

جمع سے ایک تو یہ مطلب ہے کہ بہمہ وجوہ رسول کریم سے حاصل کیا ہو۔ حضرت عثمان قدیم الاسلام صحابی تھے

عقل تقاضا کرتی ہے کہ وہ اسمیں سے مقدم رہے ہوں گے۔ جمع سے مراد کتابت بھی ہے اسمیں بھی وہ سب سے مقدم رہے ہوں گے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

وابن ابی داؤد در کتاب المصاحف ودیگر محدثان معتبر روایت کردہ اند کہ چون مصریان درخانہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ برائے کشتن در آمدند مصحف مجید پیش روئے ایشان بود و میخواندند اول آن اشقیا بر سر دو دست ایشان شمشیر زدند خون ایشان جاری شد و بر ہمیں آیت افتاد۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ ایشان بیک دست خود خون را از مصحف دور میکردند۔ وی فرمودند کہ قسم بخدا کہ این دست اول دستے است کہ نوشتہ مفصل قرآن را (فتح العزیز)

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اول کتابت وجمع قرآن سے حضرت عثمان فارغ ہوئے وفی الریاض من حدیث ابو ثور الفهمی عن عثمان ولقد جمعتُ القرآن علی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

ازالۃ الخفا میں جو حدیث جمع قرآن کے متعلق بیان جمع قرآن میں نقل کیجا چکی ہے اسمیں قرآن جمع کرنے والوں میں پہلے حضرت عثمان کا نام ہے۔ قرآن کی سورتوں میں انفال و براءۃ کی ترتیب ان کی رائے کے موافق ہوئی ہے آخر میں یہ کہ انہوں نے ایک لغت پر سبکو جمع کر دیا اور قرآن مرتب کرایا۔

ان تمام اُمور پر نظر کرنے سے یہ خیال صحیح طور پر قایم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کا یہ قدیم خطاب صحیح اور اُن کے لئے موزون ہے۔

قرآن عہد خلافت چہارم میں

حضرت علی کا عہد خلافت خانہ جنگی اور اضطراب میں گذرا۔ آپ کے عہد میں صرف اسقدر ہوا کہ کثرت سے قرآن لکھے گئے تعلیم عام رہی۔ صاحبزادگان والاشان نے بھی قرآن لکھے۔ خلیفہ نے اپنے شاگرد ابو الاسود کو چند ہدایات لکھکر دیں کہ ان کے موافق قواعد نحو مرتب کرے (حاشیہ اجرومیہ) تاکہ فہم قرآن میں سہولت ہو اور حفاظت قرآن کو تقویت ہو۔ آیندہ علوم قرآنی کا سنگ بنیاد یہی اصول ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس متوفی ۶۸ھ نے تفسیر لکھی۔ اس تفسیر کے متفرق نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ حضرت علی اور صاحبزادگان کے لکھے ہوئے قرآن اور سیپارے اکثر کتب خانوں میں موجود ہیں اور یہی اس عہد کے قرآن ہیں۔ اس عہد تک بھی نقاط و حرکات کا تحریر میں رواج نہیں ہوا تھا۔

قرآن اور خاندان رسالت

حضرت علی اور امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم مشہور کاتبین قرآن و حفاظ و قرا میں سے تھے ان

حضرت کے لکھے ہوئے قرآن موجود ہیں۔

مفسرین قرآن میں حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس (رسول کریم کے چچا زاد بھائی) سب سے بڑے مفسر مانے گئے ہیں۔ ابن عباسؓ کا لقب حبر الاُمّتہ ترجمان القرآن تھا۔ ازواج مطہرات میں امہات المومنین حضرت عائشہؓ حضرت ام سلمہؓ حضرت حفصہؓ حافظ و قاری و مفسر تھیں۔ حضرت اُم سلمہ قرآن بالکل رسول کریم کے طرز پر پڑھتی تھیں۔

ابوبکر عاصم بن ابی النجود (جو قراء سبعہ میں سے ہیں) کا سلسلۂ تلمذ حضرت علی سے بھی ملتا ہے کیونکہ یہ شاگرد تھے ابوعبدالرحمن بن حبیب السلمی کے اور ابوعبدالرحمن نے حضرت علی سے قرارت سیکھی۔

امام زین العابدینؓ بن امام حسینؓ قاری بھی تھے اور قرآن بھی لکھتے تھے۔

امام باقر بن امام زین العابدین مشہور قراء میں سے تھے۔

امام جعفر صادق بن امام باقر بڑے مشہور قاری تھے۔ ابوعمارہ بن حبیب الزیات معروف حمزہ (جو قراء سبعہ میں سے ہیں) امام جعفر کے شاگرد تھے۔ اور امام جعفر کا سلسلہ سند اُن کے جدّ اعلیٰ حضرت علی اور حضرت ابی بن کعب سے ملتا ہے۔

عبداللہ بن عباس صاحب تفسیر ہیں، امام باقر بھی صاحب تفسیر ہیں۔ ان کے لکھے ہوئے قرآن موجود ہیں۔ مشہور قاری نافع بن عبدالرحمن شاگرد تھے شیبہ بن نصاح کے اور شیبہ شاگرد تھے ابن عباس کے۔

مشہور مفسرین امام مالکؒ سفیان ثوری امام جعفر کے شاگرد تھے۔

امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر قاری تھے اور قرآن لکھتے تھے۔

مشہور امام و مفسر و محدث و مجتہد و فقیہ امام حسن بصری نے ام المومنین ام سلمہ کا دودھ پیا تھا۔ صوفیاء ان کو حضرت علی کا شاگرد کہتے ہیں۔ محدثین کو اسمیں کلام ہے۔ مگر امام حسنؒ کے فیضیافتہ ہونے میں شک نہیں

حدیث قرآن ہی کی تفسیر ہے۔ اصطلاح محدثین میں اصح الاسانید اس روایت کو کہتے ہیں جسکو امام زین العابدین نے اپنے والد ماجد امام حسین اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی سے روایت کیا ہو۔

حضرت عائشہ اور حضرت علی نے قرآن کی آیتوں کا شمار کیا۔ امام جعفر نے آیات کی تقسیم بتائی کہ اسقدر آیات جہاد ہیں۔ اسقدر معاملات وغیرہ کی۔ اسکی تفصیل دوسرے موقعہ پر ہوگی۔

غرض ہر ملک اور ہر زمانہ میں خاندان رسالت سے قرآن کی خدمت ہوتی رہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآن کے اُن مشہور سات قراء میں ہیں جو صحابہ میں ممتاز تھے۔ قُراء صحابہ میں ابی بن کعب کو اُقرأکم کا خطاب تھا۔ خاندان رسالت میں انہی کی قرارت رائج تھی۔

شیعہ مذہب کی مستند کتاب اصول کافی کی کتاب فضل القرآن باب النوادر میں امام جعفر صادق کی حدیث ہے (اما نحن فنقرء علی قراءۃ أبی رح) یعنی ہم ابی بن کعب کی قراءت پر قرآن پڑھتے ہیں۔
مولوی سید محمد ہارون خان مجتہد اپنی کتاب علوم القرآن مطبوعہ یوسفی دہلی ۱۹۱۳ء میں لکھتے ہیں:-
"قاریان قرآن جن کی قراءت پر اعتماد ہو سکتا ہے انہیں سے
ایک ابو جعفر یزید بن قعقاع ہے جو عبداللہ بن عباس کا شاگرد ہے اور وہ اُبی بن کعب اور وہ رسول اللہ کا۔
دوسرا نافع بن عبدالرحمن ہے اس نے ابو جعفر سے پڑھا ہے۔ اور نیز شیبہ بن نصاح سے اور یہ شاگرد ہیں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے۔
تیسرا عاصم ہے جس کی دو روایتیں ہیں ایک روایت حفص بن سلیمان بزار سے، دوسری ابوبکر بن عیاش سے
چوتھا حفص ہے اسکی چار روایتیں ہیں۔
پانچواں حمزہ بن حبیب الزیات ہے، جسکی سات روایتیں ہیں
چھٹا ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی ہے جسکی چھ روایتیں ہیں۔
ساتواں خلف بن ہشام بزار ہے۔
آٹھواں ابو عمرو بن علا ہے جسکی تین روایتیں ہیں۔
نواں یعقوب ہے جس کی تین روایتیں ہیں۔
دسواں عبداللہ بن عامر ہے"
جنمیں سے سات زیادہ مشہور ہیں۔ عاصم جن کا ذکر انہوں نے نمبر تین پر کیا ہے ان کا سلسلہ تلمذ حضرت علی سے بھی ہے کیونکہ عاصم نے ابو عبدالرحمن بن حبیب السلمی کی بھی شاگردی کی ہے اور ابو عبدالرحمن حضرت علی کے شاگرد تھے۔ اور امام القراء حمزہ (جو قراء سبعہ میں ہیں) امام جعفر صادق کے شاگرد تھے۔

قراءِ صحابہؓ

عہد رسالت و زمانۂ خلافت میں جو کوئی بھی قرآن سیکھتا تھا وہ باقاعدہ پڑھتا تھا۔ اس طرح سبھی قاری تھے۔ اس جماعت میں جنہوں نے مکمل قرآن باقاعدہ حفظ کیا زیادہ مشہور اصحاب فی یل تھے۔
ابوبکر بن صدیق۔ عمر بن الخطاب۔ عثمان بن عفان۔ علی ابن ابی طالب۔ اُبی بن کعب۔ ابن مسعود زید بن ثابت۔ ابو موسیٰ اشعری۔ ابوالدرداء۔ سالم۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد۔ حذیفہ۔ ابوہریرہ۔ عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن الزبیر۔ عمرو بن العاص۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ عبدالرحمان بن عوف۔ ابو عبیدہ بن الجراح۔ خالد بن الولید۔ عبادہ بن الصامت۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ عبداللہ بن السائب

ابوزید۔ مجمع بن جاریہ ۔ سلمہ بن مخلد ۔ تمیم الداری۔ عقبہ بن عامر۔ انس بن مالک ۔ عیاش ۔ ابوالحارث عبداللہ بن عباس قرشی ۔ فضالہ بن عبید انصاری ۔ واثلہ بن الاسقع ۔ امام حسن ۔ امام حسین ۔

صحابیات ہیں

حضرت عائشہ ۔ حضرت حفصہ ۔ حضرت ام سلمہ ۔ ام ورقہ بن نوفل ۔ (کتاب القراۃ ابوعبید و ابوداؤد)

ان مشاہیر میں سات اصحاب ایسے ہیں جنکی سند سب سے زیادہ مسلم ہے ۔ من جملتھم سبعۃ اعلام دارت علیھم اسانید القران وذکروا فی صدور الکتب والاجازات عثمان بن عفان وعلی ابن ابی طالب وابی بن کعب وعبداللہ بن مسعود وزید بن ثابت وابو موسی الاشعری و ابوالدرداء یعنی ان میں سات امام یہ ہیں ۔ عثمان ، علی ، ابی ، ابن مسعود ۔ زید ۔ ابو موسی ۔ ابوالدرداء (طبقات القراء)

انہیں ابی بن کعب کا خطاب اقرأ القوم تھا ۔ خاندان رسالت میں انہی کی قرات رائج تھی ۔

امام جعفر صادق کا قول ہے اما نحن فنقرأ علی قراءۃ ابی ۔ ہم ابی بن کعب کی قرات پر قرآن پڑھتے ہیں (اصول کافی کتاب فضل القرآن باب النوادر)

ام المومنین ام سلمہ قرآن مجید رسول کریم کے طرز پر پڑھتی تھیں ۔

قرآن خلافت راشدہ کے بعد قرن اول میں سنہ ۱۰۱ھ تک

امام حسن امام حسین نے قرآن لکھے جو ابتک موجود ہیں ۔ چونکہ حضرت عمر نے ابوالاسود کو وضع نحو کا حکم دیا تھا اور حضرت علی نے قواعد نحو لکھکر دئے تھے ۔ زمانہ خلافت امیر معاویہ تک ابوالاسود اس کام کو نکر سکے کیونکہ وہ جنگ وجہاد اور کاروبار حکومت میں مشغول رہے ۔ حکومت سے سبکدوش ہونے کے بعد انہوں نے ایک رسالہ قواعد نحو میں اور ایک اعراب قرآن کے متعلق لکھا ۔ اکثر مصنفین نے لکھا ہے کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو لکھا اور اُس نے ابوالاسود کو حکم دیا کہ قرآن پر اعراب لگائے ۔ بعض نے لکھا ہے کہ زیاد بن سمیہ (ابن ابیہ یا ابن ابی سفیان بھی مشہور ہے) نے ابوالاسود کو یہ حکم دیا تھا ۔ لیکن رونے واقعات یہ دونوں قول صحیح نہیں معلوم ہوتے ۔ ابوالاسود بنی امیہ کے مخالف تھے ۔ اس لئے نہ حجاج ان کو حکم دے سکتا تھا نہ وہ تعمیل کرتے ۔ زیاد ابوالاسود کو کیا حکم دیتا وہ تو بعد خلافت حضرت علی ابوالاسود کا ماتحت تھا ۔ اور ان دونوں میں ہمیشہ ان بن رہی ۔ ابوالاسود نے زیاد کی ہجو لکھی تھی ۔ جو آج تک مشہور ہے ۔

ابوالاسود نے جو کچھ کیا وہ حضرت عمر اور حضرت علی کے ارشادات کی تعمیل میں کیا اور بطور خود کیا

اور عہد خلافت راشدہ کے بعد کیا۔ میرے خیال میں اُنہوں نے یہ کام ۲۲ھ کے بعد کیا ہے کیونکہ ۲۲ھ تک وہ کاروبار حکومت میں مشغول رہے۔ ۴۲ھ میں ان کو امیر معاویہ نے معزول کیا۔ اس کے بعد ۲۶۔۲۷ برس فرصت میں رہے۔ ۶۹ھ میں وفات پائی۔ اس مدّت میں انہوں نے یہ کام کیا۔

ابوالاسود نے نقاط نہیں لگائے بلکہ اعراب بشکل نقاط قائم کئے۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان متوفی ۸۶ھ نے حضرت سعید بن جبیر تابعی ۹۵ھ سے تفسیر لکھائی جو خزانہ شاہی میں محفوظ رکھی گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ تفسیر عطا بن دینار تابعی کے ہاتھ آگئی اور انہی کے نام سے مشہور ہوئی (میزان الاعتدال) اسی خلیفہ نے قرآن میں نقطے لگانے کا حکم دیا لیکن یہ کام اس کے بیٹے ولید کے عہد میں ہوا۔

خلیل بن احمد بصری ۱۷۰ھ نے خط حیری میں اصلاح کر کے مشہور خط کوفی ایجاد کیا۔ یہ اصلاح غالباً ۱۶۰ھ میں ہوئی۔ اس زمانہ سے قرآن خط کوفی میں لکھے جانے لگے۔

اس عہد کے مشہور کاتب اور معلم قرآن امام زین العابدین ۹۴ھ، امام باقر ۱۱۲ھ، امام جعفر ۱۴۸ھ تھے، امام باقر نے تفسیر لکھی، امام جعفر نے آیات کی تقسیم قرار دی کہ اسقدر آیات جہاد کے متعلق ہیں، اسقدر معاملات وغیرہ کے متعلق۔

قطبہ (بعہد عبدالملک بن مروان) مشہور کاتب قرآن تھا۔ سعد کاتب خلیفہ ولید بن عبدالملک نے قرآن سونے سے لکھا، خالد بن ابی الہیاج نے ایک طلاکار قرآن لکھکر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ۱۰۱ھ کے حضور میں پیش کیا۔

ابو یحییٰ مالک بن دینار نے بھی کئی قرآن لکھے۔ غلام سامہ بن لوی بن غالب اُجرت پر قرآن لکھتے تھے۔ خدا جانے عمر میں کتنے قرآن لکھے ہوں گے۔ ضحاک بن عجلان ۱۵۴ھ بھی مشہور قرآن نویس تھے سعید بن جبیر ۹۵ھ۔ ابی العالیہ ۹۰ھ۔ ابراہیم نخعی ۹۵ھ۔ امام باقر ۱۱۲ھ۔ حسن بصری ۱۱۰ھ شعبہ بن الحجاج ۱۶۰ھ۔ سفیان ثوری ۱۶۱ھ۔ اس عہد کے مشہور مفسر ہوئے۔ اور بھی بڑے بڑے مفسر تھے اور بہت سی تفسیریں لکھی گئیں۔ اس قرن کے قرآن پڑھنے والوں میں زیادہ مشہور امام اعظم ابوحنیفہ ۱۵۰ھ تھے کہ ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے۔

اس عہد میں ہر شہر و قریہ میں قاری تھے۔ مکہ۔ مدینہ۔ بصرہ، دمشق یہ خاص مرکز تھے۔ ان شہروں میں سینکڑوں قاری تھے۔ زیادہ مشہور

مدینہ میں امام زین العابدین ۹۴ھ۔ سعید بن المسیب ۱۰۱ھ۔ امام باقر ۱۱۲ھ امام جعفر ۱۴۸ھ

نافع بن عبدالرحمن سنہ ۱۶۹ھ۔

مکہ میں طاؤس سنہ ۱۰۶۔ عطا بن ابی رباح سنہ ۱۱۴ھ۔ عبداللہ بن کثیر سنہ ۱۲۰ھ۔ مجاہد بن جبیر ۱۲۳ھ

کوفہ میں علقمہ بن قیس سنہ ۶۲ھ۔ اسود بن یزید سنہ ۹۵ھ۔ سعید بن جبیر سنہ ۹۵ھ۔ مجاہد بن جبیر سنہ ۹۵ھ

عاصم بن ابی النجود سنہ ۱۲۸ھ۔ سلیمان بن مہران الاعمش سنہ ۱۴۸ھ۔ ابوعمارہ حمزہ بن حبیب الزیات سنہ ۱۵۶ھ

بصرہ میں ابوالاسود دؤلی سنہ ۶۹۔ یحییٰ بن یعمر سنہ ۸۹ھ۔ نصر بن عاصم سنہ ۹۰ھ۔ امام حسن بصری سنہ ۱۱۰ھ

امام محمد بن سیرین سنہ ۱۱۰ھ۔ قتادہ سنہ ۱۱۷ھ۔ ابوعمرو بن العلاء بن عمار بن العریان المازنی سنہ ۱۵۶ھ

دمشق میں عبداللہ بن عامر سنہ ۱۱۸ھ۔

اسی عہد سے علوم قرآن پر تصانیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ عکرمہ تابعی سنہ ۱۰۵ھ۔ علی بن ابی طلحہ ۱۴۳
مقاتل بن سلیمان سنہ ۱۵۰ نے علم وجوہ و نظایر پر رسائل لکھے۔

حنظلہ نے بیان کیا کہ میں طاؤس کے ہمراہ اس قوم پر گذرا جو قرآن فروخت کرتے تھے۔ اس پر طاؤس نے انا للہ پڑھا (طبقات ابن سعد جلد پنجم ص ۴۲)

قرآن قرنِ ثانی میں
سنہ ۱۷۱ھ سے سنہ ۲۲۰ھ تک

جس قدر اسلام اور سلطنت اسلام کو ترقی ہوتی گئی۔ قرآن پڑھنے والوں، قاریوں، کاتبوں، مصنفوں، مفسروں کی کثرت ہوتی گئی۔ ہر ملک و قوم میں بڑے بڑے ائمہ مشائخ نے علماء و مشاہیر و امراء نے کتابت قرآن کا شرف حاصل کیا۔ ابن الندیم نے اس عہد کے کاتبوں کی ایک طویل فہرست دی ہے یہ مختصر اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

امام کسائی مشہور قاری بھی تھے۔ نحو اور علم خط کے استاد بھی تھے۔ انہوں نے خلیل کے ایجاد کردہ خط کوفی میں اصلاح کی اور علم متشابہات پر تصنیف کی سنہ ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔

ابو محمد یحییٰ بن مغیرہ مقری المعروف یزیدی سنہ ۲۰۲ نے کتاب المقصور و الممدود لکھی۔

امام شافعی سنہ ۲۰۴ھ نے علم احکام القرآن و علم فضایل قرآن پر تصانیف کیں۔

شیخ ابو فید مورج سنہ ۲۰۴ھ نے علم غریب القرآن پر تصنیف کی۔

شیخ ابوالحسن سعید بن مسعدۃ الاخفش الاوسط سنہ ۲۱۱ھ نے قرآن کے علم افراد و جمع پر تصنیف کی۔

تفاسیر بہت سی تصنیف ہوئیں۔ اس عہد کے مشہور مفسر امام مالک سنہ ۱۷۹ھ۔ وکیع بن الجراح سنہ ۱۹۷ھ

سفیان بن عنیہ سنہ ۱۹۸ھ - یزید بن ہارون سنہ ۲۰۶ھ - فریابی سنہ ۲۱۲ھ ہوئے ہیں۔

امام شافعی محدث فقیہ مفسر قاری تھے - ایسے ہی سنید بن داؤد سنہ ۲۲۰ھ بھی - اس عہد میں سب سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرنے والے امام ابوبکر سنہ ۱۹۳ھ ہوئے ہیں - عمر بھر میں چوبیس ہزار قرآن ختم کئے۔

خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں خشنام بصری - مہدی کوفی - اور خلیفہ مامون رشید کے عہد میں احمد بن ابی خالد - احمد الکلبی - عبد اللہ بن شداد - عثمان بن زیاد - محمد بن عبد اللہ مدنی - ابوالفضل صالح ابن عبد الملک مشہور کاتب تھے - خلیفہ ہارون رشید کے کاتب نے خلیفہ کے حضور میں ایک قرآن تین ورق پر لکھکر نذر کیا۔ خلیفہ اسی میں تلاوت کیا کرتا تھا۔

قرآن قرن ثالث میں

سنہ ۲۲۱ھ سے سنہ ۲۶۰ھ تک

روز بروز قرآن خوانوں، حافظوں، قاریوں، مفسروں، مصنفوں، کاتبوں کی ہر ملک و قوم میں کثرت ہوتی گئی۔

اس عہد کے مشہور کاتبوں میں ابو حادی کوفی احمد خلیفہ معتصم باللہ سنہ ۲۲۷ھ - المسحم ابوحمیرہ - ابن حمیرہ ابوالفرح تھے - یہ سب کوفہ کے رہنے والے تھے - سنہ ۲۳۲ھ تک ان کا زمانہ ہے۔

اور مشہور قاریوں میں شیخ ابوحاتم سہل بن محمد سنہ ۲۴۲ھ - اور امام بخاری تھے

اور مشہور مفسرین میں شیخ ابن ابی شیبہ سنہ ۲۳۵ھ - شیخ ابن راہویہ ۲۳۶ھ - امام بخاری سنہ ۲۵۶ھ تھے

علم ناسخ و منسوخ پر شیخ ابوعبیدہ بن قاسم بن سلام سنہ ۲۲۴ھ نے اور علم سبب نزول پر شیخ علی بن مدینی سنہ ۲۳۴ھ نے اور علم اعراب قران پر شیخ ابو مروان عبد الملک بن حبیب بن سلیمان مالکی قرطبی سنہ ۲۳۹ھ نے تصانیف کیں۔ سنہ ۲۱۲ھ میں خلیفہ عباسی کا یہ عقیدہ قائم ہوا کہ قرآن مجید مخلوق ہے۔ اس نے اس عقیدہ کو تسلیم کرانے کیلئے محدثین و ائمہ علماء پر مظالم کئے۔ امام احمد بن حنبل پر بہت زیادہ سختی کی لیکن کسی نے اس عقیدہ کو تسلیم نکیا۔ آخر کچھ عرصہ کے بعد یہ غوغا فرو ہوگیا۔

قرآن عہد اختلافی میں

سنہ ۲۶۱ھ سے سنہ ۳۱۰ھ تک

کاتبوں، مصنفوں اور مفسروں کی تذکرے مفصل کتب تاریخ و فہرست ابن الندیم و کشف الظنون وغیرہ

میں ہیں۔ اس عہد کے کاتبوں میں ابوالحسن اسحق بن ابراہیم تیمی۔ ابوالقاسم اسمعیل۔ ابن منیر نقلی رنداندی نے خاص شہرت حاصل کی۔ اوّل الذکر خلیفہ المقتدر باللہ عباسی سنہ ۲۹۵ھ کا کاتب تھا۔ اس نے رسم الخط پر ایک کتاب تحفۃ الموافق نام لکھی تھی۔

اس عہد کے نامور مفسرین میں امام ابن ماجہ سنہ ۲۷۳ھ اور امام ابن جریر طبری سنہ ۳۱۰ھ اور شیخ ابوبکر ابن محمد سنہ ۳۱۶ھ بھی تھے۔ طبری نے تیس ہزار ورق پر تفسیر لکھی تھی۔ اس کا خلاصہ تین ہزار ورق پر کیا۔

اس زمانہ کے مشہور قراء میں قاضی ابواسحاق اسمعیل سنہ ۲۸۲ھ و شیخ ابوالعباس احمد سنہ ۲۹۱ھ تھے۔

شیخ ابو محمد عبداللہ بن مسلمہ بن قتیبہ دینوری سنہ ۲۷۶ھ نے غریب القرآن پر۔ شیخ ابی علی احمد بن جعفر دینوری سنہ ۲۸۹ھ نے علم ضمائر پر۔ شیخ ابی العباس احمد بن یحییٰ معروف ثعلب سنہ ۲۹۱ھ نے علم شواذ فی القراءت پر۔ شیخ محمد بن یزید واسطی سنہ ۳۰۶ھ نے علم اعجاز قرآن پر۔ شیخ ابواسحق ابراہیم بن سری نحوی سنہ ۳۱۱ھ نے علم وقف و ابتداء پر تصانیف کیں۔

قرآن قرون ثلاثہ کے بعد
سنہ ۳۱۱ھ سے سنہ ۱۳۵۹ تک

کوئی قصبہ، کوئی قریہ ایسا کہ جسمیں مسلمانوں کی آبادی ہو دنیا میں نہ تھا۔ کہ جہاں قرآن کا کوئی لکھنے والا نہو۔ چونکہ قرآن پنجگانہ نماز میں پڑھنا ضروری تھا۔ اس کے علاوہ تلاوت بھی کیجاتی تھی۔ پریس و مطابع نہ تھے۔ اس لئے ہر جگہ لکھنے والے لکھتے تھے۔ اسی طرح علوم قرآن، تفسیر قرآن پر تصانیف کی کثرت ہوئی۔ میری معلومات اس معاملہ میں ہندوستان کے متعلق بھی کافی نہیں۔ غیر ممالک کے اہل فن اور ان کے کارناموں کا کیا ذکر کروں۔ میں نے مختصر معلومات حاصل کرنے کیلئے جو کتب سیر و تاریخ وغیرہ کی ورق گردانی کی تو معلوم ہوا کہ اگر صرف ہندوستان ہی کے متعلق سواد فراہم کیا جائے تو ایک ضخیم جلد طیار ہو جائے۔ میری اس کتاب میں اسقدر گنجایش نہیں۔

علی بن حسن سنہ ۳۱۱ھ قرآن کا مشہور کاتب تھا۔ وزیر ابن مقلہ سنہ ۳۲۸ھ نے خط کوفی میں اصلاح کر کے خط نسخ ایجاد کیا۔ یہ خط ایسا مقبول ہوا کہ قرآن کی کتابت اسی خط میں ہونے لگی۔ اور اس پر اجماع ہو گیا۔

ابو عبداللہ حسن سنہ ۳۳۸ھ وزیر ابن مقلہ کا بھائی اور ابن مقلہ کے دو شاگرد محمد بن الیمانی و محمد بن اسد اور ابوالحسن علی بن ہلال معروف بہ بواب سنہ ۴۱۳ھ۔ اور ابن بواب کے شاگردوں شیخزادہ احمد سہروردی اور مولانا یوسف مشہدی اور مولانا مبارک شاہ زریں قلم۔ ارغون کابلی۔ میر یحییٰ۔ میر حیدر۔ محمد بن عبدالملک یہ سب

ساتویں صدی ہجری کے آخر تک گذرے ہیں۔

محمد بن عبدالملک کی شاگرد ایک خاتون زینب نام معروف شہیدہ ان سب نے کتابت قرآن کا شرف حاصل کیا تھا۔ زینب کے شاگرد امین الدین یاقوت۔ ولی عجمی تلمیذ یاقوت۔ عفیف شاگرد عجمی۔ عماد بن عفیف شمس الدین ابی رقیبہ محتسب شاگرد عماد۔ شمس الدین محمد بن علی زفتاوی شاگرد ابن ابی رقیبہ۔ شیخ زین الدین شعبان بن محمد بن داؤد الآثاری محتسب۔ ان سب ماہران فن نے بھی کتابتِ قرآن میں نام پیدا کیا

یاقوت بن یاقوت بن عبداللہ رومی المستعصمی معروف ابوالمجد خواجہ عماد الدین رومی ۶۹۸ھ کا لکھا ہوا قرآن مجید نواب زادہ سعید الظفر خان بہادر آف بھوپال کے کتب خانہ میں ہے۔

اسداللہ کرمانی۔ حمیداللہ بن شیخ الایاسی۔ دودہ چلپی۔ ملا جلال۔ عبداللہ قرمی بھی قرآن کے مشہور کاتب تھے۔

مرزا بایسنغر خان بن شاہرخ مرزا (نبیرۂ امیر تیمور) ۸۳۸ھ خود بھی قرآن لکھتے تھے اور قرآن لکھانے کے اسقدر شائق تھے کہ چالیس خطاط اس خدمت پر مامور تھے۔ خدا جانے کتنے قرآن لکھے گئے ہوں گے۔

عبدالباقی حداد المعروف عبداللہ اورنگ زیب غازی کے اُستاد تھے۔ اُنہوں نے دو قرآن ایک تیس ورقوں پر، دوسرا جوب قلم لکھکر شاہجہاں کے حضور میں پیش کیا۔ انعام کثیر اور یاقوت رقم خطاب پایا۔

شہنشاہ اورنگ زیب غازی نے بہت سے قرآن لکھے۔ ان کے لکھے ہوئے قرآن کے نسخے ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

حداد کے شاگرد یاقوت رقم خان ثانی اور حداد کے بھتیجے اور تلمیذ مولانا عصمت اللہ ۱۱۰۷ھ نے کتابت قرآن میں خاص شہرت حاصل کی۔

راقم سطور کے جدِ اعلیٰ (پرداداد) قاضی علی احمد کو بھی کتابت قرآن سے خاص ذوق تھا۔ بیس برس کی عمر سے یوم وفات تک چالیس برس برابر اسی کار خیر میں مشغول رہے۔ خدا جانے کتنے قرآن لکھے غرض ہر زمانہ میں ہر ملک میں قصبات و دیہات تک میں قرآن کے کاتب تھے اور قرآن لکھے جاتے تھے۔

قرآن اور علوم قرآنی پر بھی ہر ملک اور ہر زمانہ میں مصنفین نے تصانیف کیں، ان کی تعداد کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ میری قلیل معلومات میں یہ ہے کہ تیرہویں صدی کے وسط تک (۱۱۶۱) مکمل تفسیریں لکھی گئی ہیں ان میں سو سو اور ہزار ہزار جلد کی تفسیریں بھی ہیں۔ اور غیر مکمل تفاسیر کا شمار نہیں۔

اس عہد میں کثرت سے صاحب کمال قاری گذرے ہیں۔ میں کہاں تک فہرست طیار کرتا۔ دو چار نام تکمیل بیان کیلئے لکھتا ہوں۔ امام طحاوی ۳۲۱ھ۔ امام سعد زنجانی ۴۷۱ھ۔ نور الدین علی قاری ۱۰۱۴ھ۔

اور قرأ کا ذکر دوسرے موقع پر ہوگا۔

مشہور مفسرین بھی سینکڑوں گذرے ہیں۔ امام ابوبکر محمد بن ابراہیم نیشاپوری ۳۱۸ھ۔ امام طحاوی ۳۲۱ھ شیخ محمد بن علی بن احمد ۳۸۸ھ۔ امام غزالی ۵۰۵ھ۔ علامہ زمخشری ۵۳۸ھ۔ امام رازی ۶۰۶ھ۔ شیخ قاضی بیضاوی ۶۸۵ھ۔ شیخ برہان الدین لبقاعی ۸۸۵ھ۔ مفتی ابوالسعود ۹۸۲ھ۔ محمود آلوسی ۱۲۷۰ھ حضرت استاذ الامام العلامہ طنطاوی جوہری ۱۳۵۸ھ۔

قرآن اور ہندوستان

ہندوستان میں اسلام رسول کریم کے عہد میں داخل ہوگیا تھا اس لئے زمانہ قدیم سے ہندوستان میں بڑے محدث اور مفسر ہوئے ہیں۔ تاریخ الحدیث اور تاریخ التفسیر میں تفصیل کے ساتھ ان بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔ بڑے بڑے کامل الفن قراء گذرے ہیں۔ ہندوستان میں قرآن کے متعلق بہت سی تصانیف ہوئی ہیں۔ عربی۔ فارسی۔ اردو ہر زبان میں تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ تخمیناً کہتا ہوں کہ ہندوستان میں کم وبیش سو مکمل تفسیرین تصنیف ہوئی ہیں غیر مکمل کا شمار نہیں۔ زیادہ مشہور تفسیریں یہ ہیں۔

تفسیر محمدی شیخ حسن محمد گجراتی ۹۸۲ھ۔ سواطع الالہام علامہ فیضی ۱۰۰۴ھ۔ بیان القرآن عربی دو جلد قاضی عبدالشہید سیوہاروی (یکے از اجداد راقم سطور) تفسیر نظامی شیخ نظام الدین تھانیسری ۱۰۳۴ ہجری۔ تفسیر احمدی ملاجیون ۱۱۳۰ھ۔ تفسیر فتح الخبیر شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۱۷۶ھ۔ تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ۔ تفسیر موضح القرآن شاہ عبدالقادر دہلوی ۱۲۳۰ھ۔ تفسیر فتح العزیز شاہ عبدالعزیز دہلوی ۱۲۳۹ھ جامع التفاسیر نواب قطب الدین خان ۱۲۸۹ھ۔ فتح البیان نواب صدیق حسن خان ۱۳۰۷ھ۔ فتح المنان مولانا عبدالحق حقانی دہلوی (غائبات ۱۹۱۹ء) تبجیل التنزیل امام فن مناظرہ مولانا سید ابوالمنصور دہلوی (۱۹۰۰ء)

اردو میں قرآن مجید کے بیس سے زیادہ ترجمے ہوئے ہیں۔ پشتو، ہندی۔ انگریزی میں بھی علماء ہند نے ترجمے کئے ہیں۔

مصطفٰے افغان بن سعید (استاذ شہزادہ اعظم بن سلطان اورنگ زیب غازی) نے قرآن کا ایسا لغت تیار کیا جسمیں الفاظ مع حوالہ سیپارہ ورکوع ہیں۔ اس کتاب کا نام نجوم الفرقان ہے ۱۶۹۱ء میں مکمل ہوئی۔

مفتاح القرآن مرزا قلیچ بیگ نے تصنیف کی۔ نثر المرجان فی رسم نظم القرآن مولانا محمد غوث ارکاٹی نے مفید القاری آغا محمد علی عرف قاری عبدالمنان ڈھاکوی نے۔ البیان الجزیل مفتی عنایت احمد کاکوروی نے خلاصۃ النوادر مولوی سعداللہ نے۔ شرح جزری قاری جونپوری نے۔ فوائد مکیہ قاری عبدالرحمن الہ آبادی نے

فوائد مرضیہ قاری محمد سلیمان دیوبندی نے۔ ہدیۃ الوحید قاری عبدالوحید الہ آبادی نے۔ معرفۃ الوقف قاری محب الدین احمد الہ آبادی نے۔ مقصود القاری قاری نورالدین نے۔ تحفۂ نذریہ قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی نے۔ تفصیل البیان فی مقاصد القرآن مولوی ممتاز علی دیوبندی نے۔ الاقتصاد فی الضاد مولانا رحیم اللہ بجنوری نے۔ اقتباس الانوار من کلام اختصار مولوی عبداللہ لاہوری نے۔ مشکلات القرآن مولانا سید انور شاہ محدث کشمیری دیوبندی نے۔ تجوید القرآن قاری غلام احمد بھیراوی نے تصنیف کیں۔ نیز کاظم بک ترکستانی نے الفاظ قرآن مجید کی فہرست مرتب کی جس کو کلید خزائن قرآنی کے نام سے سنہ۱۹۰۶ء میں مالک اخبار وطن لاہور نے شائع کیا۔

اس کتاب کے آخر میں ایک ضمیمہ مولانا الحاج محمد یسین ابن مولانا عبدالہادی مرحوم شیرکوٹی نے شامل کیا ہے جو نہایت ہی مفید ہے۔

میری معلومات اس بارے میں نہایت محدود ہیں اس لئے بس اُن تصانیف کی جو علوم قرآن کے متعلق ہندوستان میں تصنیف و شائع ہوئی ہیں۔ کوئی اچھی فہرست مرتب نہ کر سکا۔

تراویح میں قرآن ہر ملک میں پڑھا جاتا ہے۔ ہندوستان میں دیہات میں بھی تراویح کا انتظام ہوتا ہے اکثر مقامات پر رمضان میں شبینہ ہوتا ہے یعنی ایک رات میں تراویح میں تمام قرآن ختم کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا سید شاہ احمد حسن محدث امروہوی۔ حضرت حافظ عبدالرحمٰن توکلی مرادآبادی تہجد میں مہینے میں دس قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

ایک غلطی کا اظہار

راقم سطور نے اپنی کتاب تاریخ التفسیر میں ص ۳۴ پر علماء ہند کے تلمذ کا شجرہ لکھا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے شاگرد شاہ عبدالقادرؒ شاہ عبدالعزیزؒ۔ سید مرتضیٰ بلگرامیؒ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ قاضی غلام علی سیوہاروی (یکے از اجداد راقم سطور) شاہ عبدالغنی، شاہ رفیع الدین تھے (شاہ ولی اللہ کے اور بھی شاگرد تھے۔ مگر میں نے ان سات حضرات ہی کو لکھا ہے) شاہ عبدالعزیز کے شاگرد قاضی امین الدین سیوہاروی (یکے از اجداد راقم سطور) مرزا حسن علی شاہ محق نواسہ شاہ عبدالعزیز تھے۔ (شاہ عبدالعزیز رح کے بہت سے شاگرد ہیں مگر میں نے ان تین حضرات ہی کو لکھا ہے)

شجرۂ مذکور میں ان تینوں حضرات کے تلمذ کا نشان کاتب صاحب کی غلطی سے شاہ عبدالعزیز کی جگہ سید مرتضیٰ بلگرامی کے نام کے نیچے بن گیا ہے۔

ہندوستان کا دورِ حاضر

دورِ حاضر کے علماء و قرّاء و مصنفین کے حالات معلوم کرنے کیلئے میں نے دیوبند، بھوپال، سہارنپور دہلی، مرادآباد، بریلی، بدایوں، لکھنؤ، آگرہ، پانی پت کے بعض مشاہیر کو خطوط لکھے۔ مگر کسی بزرگ نے توجہ نفرمائی - البتہ مولوی حافظ غلام احمد خانصاحب نے ٹونک سے چند قرّاء کے نام لکھکر بھیجے تھے۔ اب ناظرین خود اندازہ فرمالیں کہ میں فہرست مرتب تو کیا پیش کرسکتا ہوں غیر مرتب بھی نہیں پیش کرسکتا

ہندوستان کے ہر بڑے چھوٹے شہر اور بڑے بڑے قصبات میں اسلامیہ مدارس قایم ہیں۔ ان مدارس میں حدیث، تفسیر اور قرآن کا درس ہوتا ہے۔ قرارت سکھائی جاتی ہے، ٹونک، پانی پت، کاندھلہ ضلع مظفر نگر۔ نگینہ ضلع بجنور میں حفاظ کثرت سے ہیں۔

ہز ہائنس نواب سعادت علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ والی ٹونک عالم و فاضل حافظ و قاری ہیں

ہز ہائنس کے چچا صاحبزادے محمد زمن خان بہادر کتابت قرآن کے مقدس شغل میں مشغول ہیں۔

بھوپال علماء و قرّاء کا ماوٰی و ملجا رہا ہے۔ موجودہ فرمانروائے بھوپال ہز ہائنس نواب حاجی حمید اللہ خان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ کو علوم اسلامیہ سے خاص شغف ہے۔ قرآن و حدیث و قرارت کی تعلیم کے لئے حضور موصوف کے ممالک محروسہ میں مدارس قایم ہیں۔ ہز ہائنس کے سجھلے بھائی جنرل نواب حافظ حاجی عبید اللہ خان مرحوم مشہور قاری تھے۔

راقم سطور کے وطن قصبہ سیوہارہ میں چالیس سال سے ایک مدرسہ قایم ہے جسمیں تمام علوم اسلامیہ اور قرارت و تجوید کی تعلیم ہوتی ہے۔

دیوبند، سہارنپور، مرادآباد، امروہہ کی درسگاہیں تو مشہور عالم ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے تفسیر لکھی ہے جس کا نام بیان القرآن ہے غالبًا دس جلدیں ہیں اور قواعد تجوید کے متعلق مولانا کا ایک نظم رسالہ ہے۔ ایک رسالہ جمال القرآن بھی مولانا موصوف کا فن تجوید میں ہے۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے ترجمہ قرآن پر اُن کے شاگرد خاص حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی نے فوائد لکھے ہیں۔

قاری محی الاسلام پانی پتی نے شرح سبعہ قرارت تصنیف کی ہے۔

علامہ عبد اللہ العادی جونپوری نے کتاب محکمات تصنیف کی ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی دو تفسیریں ہیں - ایک اُردو میں - ایک عربی میں۔

مولانا احمد علی لاہوری نے چند مختصر تفسیریں تصنیف کرکے شائع کی ہیں
قاری محمد نظر امروہوی نے ایک رسالہ تسہیل البیان فی رسم نظم القرآن تصنیف کیا ہے۔
قاری ضیاء الدین معلم قرات مسلم یونیورسٹی نے ایک رسالہ ضیاء القرات تصنیف کیاہے۔
ہندوستان کے مشہور عالم اور لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن مشہور ہے
مسٹر محمد علی لاہوری نے جمع قرآن اور مولوی اشفاق الرحمن کاندہلوی و مولوی نذیر الحق نے
تاریخ القرآن شائع کی ہیں یہ دونوں رسالے قریب قریب ایک ہیں۔ آخر الذکر کی کتاب میں مضامین زیادہ ہیں
انجمن اہل حدیث امرت سر نے ایک رسالہ جمع قرآن و احادیث شائع کیا ہے
پروفیسر محمد اسلم جیراجپوری نے تاریخ القران لکھی۔ مولوی بشیر الدین نے بینات نام فہرست مضامین
قرآن لکھی۔ حکیم عبد الشکور صاحب نے تاریخ المصاحف، مولوی عنایت علی نے مصباح القران، ڈاکٹر
مرزا ابوالفضل نے مشکلات القرآن۔ حکیم ابراہیم بہاری نے حیات المفسرین۔ مولوی حاجی سعید احمد صاحب
ایم اے فاضل دیوبند نے فہم قران۔ خان محمد یوسف بی اے آنرز نے خصوصیات قرآن تصنیف کی ہیں
ڈاکٹر مرزا ابوالفضل و مسٹر عبد اللہ یوسف علی اور مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی نے انگریزی قرآن کا
ترجمہ کیاہے۔
شیخ الہند ثانی مولانا سید شاہ حسین احمد صاحب رمضان میں علاوہ تراویح کے نوافل میں روزانہ دس
سیپارے پڑھتے ہیں۔ معمولی دنوں میں سات دن میں قرآن ختم کرتے ہیں۔

البیان المستند فی اسانید عبد الصمد

میں نے یہ دیکھاہے کہ حدیث و تفسیر و قرآن کے متعلق جن بزرگوں نے تصانیف کی ہیں اُنہوں نے
اپنے سلاسل ضرور لکھے ہیں۔ انہی بزرگوں کی تقلید میں میں نے تاریخ التفسیر و تاریخ الحدیث میں اپنی اسناد نقل
کی ہیں چونکہ اسلام میں سلسلہ روایت کا خصوصیت سے التزام ہے اور اس سلسلہ پر علوم کا بہت کچھ مدار ہے
اسلئے یہ امر بھی ضروری ہے کہ ہر لکھنے والا اپنے سلسلہ کو ظاہر کردے تاکہ قارئین کو معلوم ہوسکے کہ کیسے سلسلہ
سے تعلق رکھنے والا ہے۔ اور کس درجہ پر لایق اعتماد ہے۔ انہی خیالات نے مجکو رغبت دلائی کہ میں اپنے
سلاسل یہاں بھی نقل کردوں۔

اسناد تجوید و قرات

(۱) عبد الصمد عن قاری اصغر علی سہنپوری مدرس تجوید دار العلوم دیوبند عن قاری عبد اللہ

عرف اللہ بندہ مرادآبادی عن قاری عبدالرحمن مکی الہ آبادی عن قاری عبداللہ المکی (قاری عبداللہ کا مکمل سلسلہ دوسری جگہ مذکور ہے)

اسناد علوم حدیث وتفسیر وفقہ وغیرہ

(۱) عبدالصمد عن حضرت الامام العلامہ شیخ الہند ثانی مولانا سید حسین احمد مدنی عن شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی عن مولانا محمد قاسم نانوتوی۔

نیز حضرت الاستاذ کو سند ہے مولانا رشید احمد گنگوہی و مولانا خلیل احمد سہارنپوری و مولانا حسب اللہ الشافعی المکی و مولانا عبدالجلیل برادہ مدنی و شیخ عثمان عبدالسلام داغستانی مفتی احناف مدینہ منورہ سے۔

(۲) عبدالصمد عن مولانا اعزاز علی امروہوی عن شیخ الہند

(۳) عبدالصمد عن مولانا سید اصغر حسین عرف میاں صاحب عن شیخ الہند۔

(۴) عبدالصمد عن مولانا عبدالسمیع دیوبندی عن شیخ الہند

(۵) عبدالصمد عن مولانا محمد ابراہیم بلیاوی عن شیخ الہند

(۶) عبدالصمد عن مفتی محمد شفیع دیوبندی عن مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری عن شیخ الہند

(۷) عبدالصمد عن شیخ طنطاوی جوہری مصری۔

قرآن اور دکن

سلطان علاؤالدین بہمنی کے زمانہ میں (۸۴۷ھ) علامہ فضل اللہ انجو دکن آئے۔ یہ علامہ تفتازانی کے شاگرد تھے۔ بادشاہ نے ان کو اپنے شاہزادوں محمد۔ داؤد۔ محمود کی تعلیم پر مامور کیا۔ علامہ نے بادشاہ کیلئے ایک قرآن لکھا جو ہفت قراءت میں تھا یعنی جس قدر اختلافات قراءت ہیں وہ سب ایک جگہ معلوم ہو جاتے تھے۔ یہ قرآن سلطان ٹیپو کے کتب خانہ میں محفوظ تھا۔ پھر معلوم نہیں کہاں گیا۔

خدمت قرآن کی سعادت سب سے زیادہ سلطان محمود شاہ بہمنی المتوفی ۸۹۹ھ کے نصیب میں تھی اس نامور بادشاہ نے محدثین و مفسرین و قراء کے وظائف مقرر کئے۔ مدارس قائم کئے۔ اس کی قدردانی سے ایسے ایسے علماء ہوئے جن کی تصانیف کو علمائے عالم نے سر آنکھوں پر رکھا۔

شیخ محمد علی کربلائی نے قرآن مجید کی تبویب پر ایک کتاب ہادیہ قطب شاہی تصنیف کر کے سلطان عبداللہ قطب شاہ والی گولکنڈہ کے نام پر معنون کی۔ یہ بیان کر اب تک اس ملک میں کتنے قراء و محدثین و مفسرین گذرے ہیں۔ موجب طوالت ہوگا۔ میں یہاں صرف ایسی چند بزرگ ہستیوں کے نام لکھوں گا

جنکو اہل عرب و عجم نے سلطان المحدثین و امام المفسرین تسلیم کیا ہے۔

سید عبدالاول حسینی سنہ ۹۶۵ھ۔ شیخ علی متقی سنہ ۹۷۵ھ۔ شیخ عبدالوہاب متقی سنہ ۱۰۰۱ھ۔ شیخ فضل اللہ سنہ ۱۰۰۱ھ۔ شیخ طیب سنہ ۱۰۱۰ھ۔

بزرگان مندرجہ ذیل کی تفسیریں بہت مشہور ہیں۔

علامہ حسن بن محمد معروف نظام نیشاپوری سنہ ۷۲۸ھ۔ خواجہ گیسو دراز سنہ ۸۲۵ھ۔ شیخ علی مہائمی سنہ ۸۳۵ھ۔ ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی سنہ ۸۴۹ھ۔ ملا فتح اللہ شیرازی سنہ ۹۹۷ھ۔ شیخ وجیہ الدین علوی سنہ ۹۹۸ھ۔ مولوی عبدالصمد بن نواب شکوہ الملک نصیر الدولہ عبدالوہاب نصرت جنگ سنہ ۱۲۰۴ھ

قرآن مجید کی اُردو میں سب سے پہلی تفسیر دکن ہی میں لکھی گئی۔ یہ تفسیر مولوی عزیز اللہ ہمرنگ نے لکھی اس کا نام چراغ ابدی سنہ ۱۲۲۱ھ ہے

مشہور امام فن قراءت جزری کے ایک شاگرد ابو عبداللہ نے سلطان حسن گنگو بہمنی سنہ ۷۵۹ھ کے حضور میں ایک قرآن مطلقاً ہفت قراءت میں لکھکر پیش کیا تھا۔ سلطان نے ان کو شاہزادوں کی تعلیم پر مقرر کیا

نواب میر قمرالدین خان سر سلسلہ خاندان آصفیہ سنہ ۱۱۶۱ھ کو تلاوتِ قرآن مجید سے خاص ذوق تھا۔

سلطان دکن میر نظام علی خان آصف جاہ خامس سنہ ۱۲۰۵ھ نے تین سو حفاظ کو ختم قرآن پر مامور کیا خود بھی ختم میں شریک ہوتے تھے۔

سید عمر نے سنہ ۱۲۳۰ھ میں شاطبی کا نظم میں ترجمہ کیا۔

قرآن اور سلطان العلوم

اعلیٰ حضرت جلالۃ الملک آصفجاہ سابع سلطان ابن سلطان میر عثمان علیخان بہادر سلطان العلوم شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی معارف نوازی نزدیک و دور میں مسلّم و مشہور ہے۔ دکن اور تمام ہندوستان اور بیرون ہند تمام ممالک میں اہل علم اور علمی خدمت کرنے والوں کے حضور پُرنور نے وظائف مقرر فرمادئے ہیں تاکہ اطمینان کے ساتھ تصنیف و تالیف اور علمی تحقیقات میں مشغول رہیں۔ یہ کتاب قرآن مجید کے متعلق ہے، یہاں اس امر کی تفصیل کا موقع نہیں۔ ہم نے تاریخ الحدیث، اور تاریخ التفسیر و ضروری کہانیاں میں مفصل بیان کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کو قرآن مجید سے عشق ہے۔ حضور پُرنور کے خاص کتب خانہ میں عمدہ عمدہ اور قدیم سے قدیم نسخے قرآن مجید کے موجود ہیں۔ ہر جمعہ کو نماز کے بعد حضور والا اپنے قاری سے قراءت سماعت فرماتے ہیں

خاص بلدۂ حیدرآباد اور ممالک محروسہ میں تعلیم قرآن و قرات و دینیات کیلئے مدارس قائم ہیں ہندوستان و حجاز کے بڑے بڑے اسلامی مدارس کو امداد مقرر ہے۔ دائرۃ المعارف کا ایک مستقل محکمہ اسلئے قائم ہے کہ ائمہ سلف کی تصانیف کو تلاش کر کے شائع کرے۔ چنانچہ اب تک حدیث کی وہ وہ کتابیں شائع ہوچکی ہیں جن کے نام ہی بڑے بڑے علماء نے سُنے تھے۔ دائرۃ المعارف کے مطبوعات کی فہرست دو جزو پر ہے۔ کنز العمال۔ مستدرک حاکم۔ مسند امام اعظم۔ جیسی کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ دائرۃ المعارف کے مطبوعات بعض مدارس و علماء کو مفت عطا ہوتے ہیں۔ اور علم عملا کیلئے ایک ثلث کی رعایت ہے۔ آجکل دائرۃ المعارف میں تفسیر بقاعی مصنفہ امام برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی ۸۸۵ھ (جو قرآن کی لاجواب تفسیر ہے) کا اہتمام ہو رہا ہے۔

ایک ادارہ اشاعۃ العلوم ہے اس سے بھی کثیر التعداد کتابیں شائع ہوئی ہیں نواب فضیلت جنگ مولانا انوار اللہ صاحب مرحوم کی تصانیف اور نثر المرجان فی نظم رسم القرآن اور والد ماجد کی تصنیف تاریخ الفقہ اسی ادارے نے شائع کی ہیں۔

ایک ادارہ مدرسہ نظامیہ حیدرآباد میں قائم ہے جو ائمہ سلف کی غیر مطبوعہ تصانیف کو تلاش کر کے شائع کرتا ہے۔ اسی ادارہ سے امام ابی یوسف وغیرہ کی تصانیف شائع ہوچکی ہیں۔

ایک ادارہ بنام ادارہ علمیہ پندرہ سولہ سال سے والد ماجد نے حیدرآباد میں قائم کیا ہے اس ادارے کی طرف سے چالیس پچاس کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ والد ماجد کی تصانیف بالخصوص اور مولانا عبدالبصیر آزاد کی تصانیف اسرار التنزیل اور تاریخ القرآن اور "قرآن ایک معجز نما کتاب ہے" اور راقم سطور کی تمام تصانیف اربعین اعظم۔ الدر المکنون فی تفسیر سورہ الماعون۔ تاریخ الحدیث۔ تاریخ التفسیر وغیرہ اسی ادارہ سے شائع ہوئی ہیں۔ الحمد للہ کہ یہ تصانیف بیرون مُلک بھی پسند کی گئیں۔ والد ماجد کی دو کتابوں معجزات اسلام اور غازیان ہند کا ترجمہ گجراتی زبان میں ہوا۔ راقم سطور کی کتاب محمود اور فردوسی کا ترجمہ مورخین کابل نے فارسی میں کیا۔ تاریخ الحدیث اور تاریخ التفسیر کو علماء ازہر مصر نے پسند فرمایا اور علماء چین نے ان کا ترجمہ اپنی زبان کرنا شروع کیا۔ یہ تاریخ بھی اسی ادارہ کا کارنامہ ہے۔ اس ادارہ کی ایک خصوصیت ہے جو ہندوستان کے کسی ادارہ میں نہیں کہ ہر تصنیف کی ۲۵ جلدیں طلبا و علماء اور مدارس میں مفت تقسیم کیجاتی ہیں۔

تفسیر مظہری بھی بندگان عالی کے دستِ کرم سے شائع ہو رہی ہے۔ قرآن مجید کے سیپارے علیحدہ علیحدہ نہایت اہتمام سے محکمہ سرکار نے طبع کرائے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں قرآن مجید کے نادر

نایاب نسخے موجود ہیں۔

مولوی وحید الزمان المخاطب نواب وقار نواز جنگ مرحوم کی تصانیف ترجمہ صحاح ستہ و تفسیر وحیدی
تبویب القرآن اسی عہد سعادت مہد میں مکمل ہوئیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے قرآن مترجمہ شیخ الہند پر فوائد لکھے۔ صحیح مسلم شریف کی شرح
لکھی۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے مشکات شریف کی شرح لکھی۔

مولانا عبد الماجد دریابادی انگریزی میں قرآن کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ یہ تینوں حضرات وظیفہ خوار دولت
آصفیہ ہیں۔ حافظ محمد محبوب خان نے کنز المتشابہات۔ قاضی اطہر حسن امروہوی نے اشحۃ الضیاء
مولانا مفتی عبد اللطیف صدر پروفیسر جامعہ عثمانیہ تاریخ القرآن لکھی۔

ڈاکٹر پکتھال نے انگریزی میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔ صوفی ہتور علی نے افصح الکلام تصنیف کی۔
مولوی ابو محمد مصلح نے بچوں کیلئے تفسیر لکھی۔ مولوی عبد الرحیم
نے تعلیم القرآن کے نام سے چھوٹی چھوٹی تفسیریں لکھنی شروع کی ہیں۔

غرض اعلیٰ حضرت کی معارف نوازی علماء پروری خلفاء عباسیہ سے کسی طرح کم نہیں بلکہ اشاعت علوم
اسلامیہ میں اُن سے زیادہ ہے۔ بندگان عالی نے خود تحصیل علوم فرمائی ہے اور شہزادگان والاشان کو بھی علوم
وفنون سے بہرہ ور کرایا ہے۔

دعا گوئے این دولتم بندہ دار
خدایا تو این سایہ پائندہ دار

الباب الثانی فی المصاحف

مصاحفِ قرنِ اوّل

مصاحف عہد رسالت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن لکھایا تھا وہ متفرق اشیاء پر تھا۔ آپ نے ایک جلد میں ترتیب کے ساتھ کوئی قرآن جمع نہیں کرایا۔ صحابہ نے جو قرآن لکھے تھے اُن کی کئی صورتیں تھیں۔

(۱) ایک وہ جو کبھی آئے اور کوئی آیت یا چند آیات یا کوئی سورت سُنی وہ لکھ لی جیسے حضرت عمر کے بہنوئی نے مختلف آیات لکھ لی تھیں۔

(۲) ایک وہ جو یاد کرنے کیلئے یا دیکھنے کیلئے متفرق سورتیں لکھتے تھے۔

(۳) ایک وہ جنہوں نے تمام آیات و سور لکھی تھیں مگر سورتوں کی ترتیب نہ تھی۔

غرض رسول کریم کے عہد میں کوئی قرآن بالترتیب بین الدفتین جمع نہیں ہوا تھا۔ اس عہد کے حالوں کی کوئی تحریر قرآن کے متعلق موجود نہیں۔

بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور نے قرآن لکھے ہوئے دیکھے یا قرآن کو ارض عدو میں لیجانے سے منع فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن بین الدفتین جمع تھا۔ بلکہ قرآن کا ہر جزو قرآن کہلاتا ہے۔ حضور کی وفات سے نو دن پہلے تک وحی آتی رہی۔ جب وحی ختم ہی نہیں ہوئی تھی تو ترتیب کیسی ؟ کس کو معلوم تھا کہ کس قدر باقی ہے جو کوئی ترتیب سے تحریر کر لیتا۔ پڑھنے میں البتہ سور کی ترتیب صحابہ کو معلوم تھی۔ جس ترتیب سے حضور پڑھتے تھے اور جس ترتیب سے آپ نے عرصہ اخیرہ میں پڑھا اور سُنا۔

مصاحف عہد خلافت اوّل

بعد وفات رسول کریم حضرت ابوبکرؓ نے جو مصحف جمع کرایا تھا اسکو اُم کہتے تھے۔

مصحف اُم ۔ یہ مصحف تا حیات حضرت ابوبکر کے پاس رہا۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب کے پھر ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے۔ حضرت حفصہ کے وفات کے بعد مروان بن الحکم مدینہ کا حاکم تھا اُس نے یہ نسخہ لیلیا۔ سنہ ۴۶ ہجری میں ایک سفر میں یہ نسخہ اس کے پاس سے گم ہو گیا۔

امام ابن حزم نے لکھا ہے کہ خلیفہ اول کے عہد میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآن نہوں (کتاب الفصل الملل والنحل جلد دوم)

اس عہد کے حسب ذیل مشہور مصاحف کا تذکرہ بخاری، نسائی، فتح الباری، مسند احمد بن حنبل کنز العمال، جمہرۃ اللغۃ، تہذیب التہذیب، طبقات ابن سعد و خلاصۃ البیان احمد جودت آفندی میں ہے۔

(۱) مصحف عثمان بن عفان
(۲) مصحف علی بن ابی طالب
(۳) مصحف عبداللہ بن مسعود
(۴) مصحف ابی بن کعب
(۵) مصحف ابوزید
(۶) مصحف ابوالدرداء
(۷) مصحف معاذ بن جبل
(۸) مصحف زید بن ثابت
(۹) مصحف عبداللہ بن عمر
(۱۰) مصحف ابی موسی اشعری
(۱۱) مصحف عمرو بن العاص
(۱۲) مصحف سعد بن عبادہ
(۱۳) مصحف سالم
(۱۴) مصحف ابوایوب انصاری
(۱۵) مصحف عبادۃ بن الصامت
(۱۶) مصحف تمیم الداری
(۱۷) مصحف مجمع بن جاریۃ
(۱۸) مصحف عبداللہ بن عمرو بن العاص
(۱۹) مصحف ابنۃ عبداللہ بن الحارث
(۲۰) مصحف لبید بن ربیعہ عامری
(۲۱) مصحف عقبہ بن عامر جہنی
(۲۲) مصحف قیس بن ابی صعصعۃ
(۲۳) مصحف سکن بن قیس
(۲۴) مصحف عمر فاروق
(۲۵) مصحف عائشہؓ
(۲۶) مصحف حفصہؓ
(۲۷) مصحف ام سلمہؓ
(۲۸) مصحف ام ورقہ بنت نوفل

مصحف عثمان ۔ یہ مصحف حضرت عثمان نے لکھا تھا۔ اس پر لکھا تھا۔ کتبہ عثمان ابن عفّان۔ اسی مصحف میں آپ تلاوت فرمارہے تھے کہ حسب پیشگوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باغیوں نے آپ کے ہاتھ پر تلوار ماری اور خون آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پر گرا۔ (فتح العزیز) ۔ حضرت عثمان کے بعد یہ خلفاء بنی اُمیہ کے پاس رہا۔ نافع بن نعیم ۱۶۹ھ نے اسکی زیارت کی تھی (فتح العزیز) حافظ ابوعمر نے مقنع میں لکھا ہے کہ عبید قاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ نے اسکی زیارت کی تھی۔ شیخ ابن بطوطہ سیاح نے آٹھویں صدی ہجری میں بصرہ میں دیکھا تھا۔

امیر تیمور کے عہد میں (امیر تیمور کی وفات دسویں صدی ہجری کے ابتدا میں ہوئی ہے) ابوبکر الشاشی نے حضرت عبداللہ کے مزار پر رکھدیا تھا۔ جنگ عظیم کے بعد (جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی) جب روس میں بالشویک حکومت قائم ہوئی تو یہ نسخہ کہیں سے بالشویک کے ہاتھ لگ گیا۔ اب ماسکو میں ہے مسلمانان ترکستان نے اس کو طلب کیا، جلسے وغیرہ کئے (روزنامہ خلافت جلد ۲ نمبر ۱۳۱ بحوالہ سبیل الرشاد)

مصحف علیؓ۔ (۱) ان کا ایک مصحف مشہد میں اب تک موجود ہے (تاریخ القرآن پروفیسر اسلم)

(۲) دوسرا نسخہ جامع اباصوفیہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں تھا۔ اس کو سلطان صلاح الدین نے خزانہ شاہی میں محفوظ کرا دیا تھا۔ اب تک موجود ہے۔

(۳) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے عہد خلافت اول میں حضرت علی نے ایک نسخہ اپنی یاد سے تین دن میں مرتب کیا تھا۔ اس کو ۳۷۷ھ میں ابن الندیم نے ابی یعلی حمزۃ الحسینی کے پاس دیکھا تھا۔ اس نے لکھا ہے کہ چند ورق تلف ہو چکے ہیں (الفہرست)

(۴) ایک نسخہ مدینہ میں امانات مقدسہ میں تھا۔ بوقت جنگ عظیم (۱۹۱۸ء) جب امانات مقدسہ مدینہ سے قسطنطنیہ کو منتقل ہوئیں۔ اُن میں یہ مصحف بھی گیا۔ (روزنامہ خلافت جلد ۳ نمبر ۱۷۸ وکشاف الہدی)

(۵) ایک نسخہ جامع سیدنا حسین میں قاہرہ (مصر) میں ہے

مصحف عبداللہ بن مسعود۔ اس اصل نسخہ کی نقل دوسری صدی ہجری میں کی گئی تھی۔ اس نقل کو ابن الندیم نے دیکھا تھا۔ اس طرح اس اصل مصحف کا ۲۰۰ہجری تک اور نقل کا ۳۷۷ تک پتہ چلتا ہے۔

مصحف عقبہ بن عامرؓ۔ اس کو ابن یونس (متوفی ۳۴۳ھ) نے مصر میں دیکھا تھا

مصحف ابوزید۔ ابوزید کا لاولد انتقال ہوا۔ ان کا ترکہ ان کے بھتیجے حضرت انس کو پہونچا۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ اس مصحف کا مالک میں ہوا۔ اسلئے یہ مصحف ۹۰ہجری تک موجود تھا۔

مصحف اُبی بن کعب۔ علامہ ابن الندیم نے لکھا ہے کہ یہ مصحف بصرہ میں محمد بن عبدالملک انصاری کے پاس موجود تھا۔ گویا یہ مصحف ۳۷۷ھ تک موجود تھا۔

مصاحف عہد خلافت دوم

حضرت عمر نے زید بن ثابت سے اپنے لئے قرآن لکھایا۔ (معارف ابن قتیبہ)

اُم المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس قرآن تھا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ابوالدرداء کے ساتھ ایک جماعت آئی کہ اپنے لکھے ہوئے قرآن زید بن ثابت و اُبی بن کعب و علی مرتضیٰ وغیرہ اصحاب کو دکھائیں (کنز العمال جلد اول)

علامہ ابن حزم نے لکھا ہے کہ خلافت فاروقی میں مسلمانوں کے پاس لکھے ہوئے قرآن ایک لاکھ سے کم نہ تھے (کتاب الفصل جلد اول)

حضرت عمر نے دیکھا کہ ایک شخص کے پاس باریک خط میں لکھا ہوا قرآن ہے۔ آپ نے اُسے ہدایت فرمائی کہ قرآن کی عظمت چاہیئے یعنی واضح حروف لکھے جائیں۔

بعض لوگوں کے پاس پہلے سے قرآن کی بعض آیات و سور ایسی لکھی ہوئی بھی تھیں جن کے ساتھ انہوں نے بطور یادداشت تفسیری جملے لکھ لئے تھے۔ حضرت عمر نے اس قسم کی تحریرات کو تلف کرا دیا۔ مصر میں ایک شخص کے پاس اس عہد کا لکھا ہوا ایک جزو موجود ہے۔

مصاحف عہد خلافت سوم

۲۵ھ ہجری میں حضرت عثمان نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس سے مصحف صدیقی منگا کر اسکی سات نقلیں کرائیں۔ ایک اپنے پاس رکھی بطور سرکاری جلد کے، اسی وجہ سے اسکو مصحف الامام کہتے ہیں اور چھ نقلیں مکہ، بصرہ، کوفہ، یمن، شام، بحرین کو بھیجدیں۔

مصحف الامام - اس مصحف پر لکھا ہوا ہے (**هذا ما اجمع عليه جماعة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم زيد بن ثابت و عبد الله بن الزبير و سعيد ابن العاص** - آگے اور صحابہ کے نام ہیں (نفح الطیب مصری جلد اول ص ۲۸۳) - تا حیات حضرت عثمان کے پاس رہا پھر حضرت علی کے پاس رہا۔ پھر امام حسن کے پاس رہا۔ اور خلافت کے ساتھ امیر معاویہ کی سپرد ہوا وہاں سے اندلس چلا گیا۔ وہاں سے مراقش کے دارالسلطنت فاس میں پہونچا۔ (تاریخ ادریسی تذکرۃ المصاحف) پھر کسی طرح مدینہ آگیا۔ جنگ عظیم میں فخری پاشا ترکی گورنر دیگر تبرکات کے ساتھ قسطنطنیہ لیگیا۔ وہاں اب تک موجود ہے۔

مصحف مکی - حضرت عثمان نے جو نسخہ مکہ بھیجا تھا۔ ۶۵۷ھ تک تیار تراب میں تھا۔ محمد بن جبیر اندلسی سیاح نے ۵۷۹ھ میں اسکی مکہ میں زیارت کی تھی۔

ابوالقاسم احمد تجیبی (متوفی ۷۶۵ھ) نے بھی اسکی زیارت کی تھی۔ شیخ عبدالملک نے ۷۲۵ھ اسکی زیارت کی تھی۔ مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ جس زمانہ میں اُنہوں نے سیاحت کی تھی یہ نسخہ جامع دمشق

میں موجود تھا (تہذیب الاخلاق ماہ صفر سنہ ۱۳۲۹ھ) مولانا نے غالباً سنہ ۱۸۹۶ء میں سیاحت کی تھی۔
سلطان عبدالحمید خان کے عہد میں (سلطان سنہ ۱۸۷۶ء میں تخت نشین ہوا اور کم و بیش پچیس تیس برس حکومت کی) جب مسجد میں آگ لگی تو یہ مصحف بھی جل گیا۔ (کشاف الہُدیٰ ص ۱۵۷)

مُصحف شامی - مورخ احمد مقری نے سنہ ۱۰۲۵ھ میں اسکی زیارت کی تھی۔ یہ نسخہ کوفہ سے سلاطین اندلس پھر سلاطین موحدین پھر امرا بنی مرین کے قبضہ میں آیا۔ اور جامع قرطبہ میں رہا۔ اہل قرطبہ نے اس کو سلطان عبدالمومن کے سپرد کردیا۔ اس سلطان کے حکم سے ابن بشکوال نے شب شنبہ ۱۱ شوال سنہ ۵۵۲ھ میں قرطبہ سے دار السلطنت مراکش کو منتقل کیا۔ سنہ ۶۴۵ھ میں خلیفہ معتضد علی بن مامون کے پاس تھا۔ اسی سال خلیفہ مذکور نے تلمسان پر فوج کشی کی۔ اور مارا گیا۔ اسی ہنگامہ میں یہ مصحف گم ہوگیا۔ لیکن پھر تلمسان کے شاہی خزانہ میں پہونچ گیا۔ وہاں سے ایک تاجر خرید کر فاس لے آیا وہاں اب تک موجود ہے۔

مصحف مصری - یہ مصحف کتب خانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے۔ اسکو سلطان صلاح الدین کے وزیر نے سنہ ۵۷۵ھ میں تیس ہزار اشرفی میں خرید کیا تھا (الخطط المقریزی)

مصحف یمنی - کتب خانہ جامعہ ازہر مصر میں ہے

مصحف بحرین - فرانس کے کتب خانہ میں ہے۔

مصحف کوفی - قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں ہے۔

مصحف عثمانی (دوم) جامع سیدنا حسین قاہرہ مصر میں ہے

مصحف عثمانی (سوم) کتب خانہ جامعہ ملیہ دہلی میں ہے۔

مصحف عثمانی (چہارم) انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں ہے۔ اسپر لکھا ہوا ہے (کتبہ عثمان بن عفان) یہ نسخہ شاہان سلیہ کے پاس تھا۔ اکبر بادشاہ کی اس پر مہر ہے۔ سنہ ۱۸۴۴ء میں یہ نسخہ میجر راونس کو ملا۔ اُس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ کو دیدیا۔ اب انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔ آہ سے

غنی روز سیاہ پیر کنعان را تماشا کن ÷ کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

اس کے ۱۸۱ صفحات ہیں فی صفحہ ۱۲ سطر ہیں۔ سورتوں کے نام سُرخ خط میں لکھے ہیں، اور دس آیتوں کے بعد ایک نشان ایسے حرف کی صورت میں ہے جو ایک قدیم مغربی زبان کے حرف کی طرح ہے اور دو سو آیتوں کے بعد حاشیہ پر ایک نشان ہے۔ طول و عرض $9\frac{1}{2}$ + $6\frac{3}{4}$ ہے۔

مصحف ابن مسعود - حضرت عبداللہ بن مسعود نے تین بار مصحف لکھا۔ چونکہ یہ قدیم الاسلام ہیں۔ اس لئے ابتدا میں انہوں نے جو آیتیں نازل ہوتیں وہ لکھیں اور طویل سورتیں لکھیں اس کے بعد ایک مکمل قرآن لکھا۔ چونکہ یہ قریشی نہ تھے۔ اس لئے یہ نسخہ اُن کا لغت قریش کے خلاف تھا۔ اس مصحف کا ذکر آچکا ہے۔

حضرت عثمان کے عہد میں جب قرآن لغت قریش پر لکھا گیا تو اول انہوں نے اختلاف کیا۔ پھر اس اختلاف سے رجوع کیا اور ایک قرآن لغت قریش کی موافق لکھا۔ یہ نسخہ کتب خانہ شیخ الاسلام میں مدینہ منورہ میں موجود ہے۔ ہرن کی جھلی پر لکھا ہوا ہے۔ شیخ ابراہیم حمدی مدیر کتب خانہ مذکور ۱۳۵۷ھ میں اسکو حیدر آباد دکن لائے تھے۔ راقم سطور بھی اسکی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔

مصاحف عہد خلافت چہارم

حضرت علی نے کئی قرآن لکھے۔ حیات رسول میں بھی اور بعد وفات رسول بھی۔ ایک نسخہ حضرت کا لکھا ہوا جامعہ ملیہ دہلی کے کتب خانہ میں ہے۔

چند اوراق حضرت کے رقم فرمودہ شاہی مسجد لاہور میں ہیں۔ چند سورتیں آپ کی مرقومہ امیر تیمور کے ہاتھ آگئیں۔ کسی طرح کسی زمانہ میں لاہور کے کتب خانہ میں رہیں۔ پھر پیرس کے کتب خانہ میں اب انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں ہیں۔ ان کے علاوہ اور چند سورتیں حضرت کی لکھی ہوئی اسی آفس کے کتبخانہ میں ہیں۔ ایک نسخہ حضرت کا لکھا ہوا تبرکات جامع مسجد دہلی میں ہے۔ یہ نسخہ فتح دمشق میں امیر تیمور کے ہاتھ لگا تھا۔ چار ورق حضرت کے لکھے ہوئے نواب صدر یار جنگ مولوی حبیب الرحمن خان شروانی کے کتب خانہ حبیب گنج ضلع علی گڈھ میں ہیں۔

خالد بن ہیاج حضرت علی کے خادم مشہور خوشنویس تھے۔ ان کا لکھا ہوا ایک نسخہ علامہ ابن ندیم نے محمد بن حسین بغدادی کے کتب خانہ میں چوتھی صدی ہجری میں دیکھا تھا۔

مصحف حسنی - امام حسن رضی اللہ عنہ کا مرقومہ نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں ہے۔

مصحف حسنی (دوم) تبرکات جامع مسجد دہلی میں ہے

مصحف حسنی (سوم) امام حسن رضی اللہ عنہ کا مرقومہ نسخہ کابل میں ہے۔ اس کے ایک ورق کا فوٹو محمد کابل نے سنہ ۱۳۱۱ ہجری میں شائع کیا تھا۔

مصحف حسینی - امام حسین رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا نسخہ تبرکات جامع مسجد دہلی میں ہے۔

رسول کریم کی وفات کے بعد اور عہد خلافت راشدہ میں اس کثرت سے قرآن لکھے گئے کہ ان کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ جنگ صفین میں امیر معاویہ کی طرف سے فوج نے نیزوں پر قرآن بلند کئے تو تعداد میں پانسو تھے۔ جب میدانِ جنگ میں یہ کثرت تھی تو گھروں اور شہروں کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔

مصاحف قرن اوّل خلافت راشدہ کے بعد

رسول کریم کے عہد سے لیکر اور اختتام زمانہ خلافت راشدہ تک لاکھوں قرآن لکھے گئے۔ صحابہ نے لکھے پھر اُن کے شاگردوں تابعین نے لکھے۔ تابعین کی تعداد کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ایک ایک صحابی کے ہزاروں شاگرد تھے۔

امام زین العابدین بن امام حسین المتوفی سنہ ۹۴ھ کا مرقومہ نسخہ کتب خانہ جامعہ ملیہ دہلی میں ہے۔

اسی عہد کا ایک نسخہ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں ہے۔

طاؤس بن کیسان تابعی المتوفی سنہ ۱۰۶ھ نے ایک قوم کو دیکھا جو قرآن لکھکر فروخت کرنے کا پیشہ کرتے تھے۔ (طبقات قسم ۲ جلد ۲)

مصاحف قرن دوم

ہر زمانہ کے مصاحف دنیا کے مختلف مقامات پر ہیں۔ میری معلومات اس معاملہ میں بہت کم ہے میں ہندوستان میں جو نسخے ہیں انہی کی پوری نشاندہی نہیں کر سکتا اور دیگر ممالک کے تو کیا بتا سکتا ہوں۔

امام جعفر صادق ابن امام باقر المتوفی سنہ ۱۴۸ھ کا مرقومہ قرآن مجید جامع مسجد دہلی کے تبرکات میں ہے۔

سنہ ۱۶۸ھ کا لکھا ہوا قرآن کا ایک نسخہ قاہرہ میں موجود ہے (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام صفحہ ۳۸۸)

مصاحف قرن سوم

امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم المتوفی سنہ ۲۰۳ھ کا لکھا ہوا قرآن مجید بڑودہ لائبریری میں موجود ہے (تاریخ مصحف سماوی) یہ نسخہ ایران سے کسی طرح سلاطین گجرات کے قبضہ میں آیا اور احمد آباد میں خزانہ شاہی میں محفوظ رہا۔ جب مرہٹوں نے احمد آباد لوٹا تو یہ نسخہ بھی لوٹ میں بڑودہ آیا۔

اسحاق بن مرار شیبانی المتوفی سنہ ۲۰۶ھ نے جامع مسجد کوفہ کے منبر پر ایک قرآن لکھکر رکھدیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پھر اُن کو فرمائشوں پر قرآن کے نوے نسخے لکھنے پڑے۔ اُن کے لکھے ہوئے نسخے بغداد اور

کوئٹے میں موجود ہیں۔

مصاحف قرون ثلاثہ کے بعد

اسلام جس قدر ترقی کرتا گیا اور فتوحات اسلامی اضافہ ہوتا رہا۔ مصاحف کی کتابت کا شوق بھی ترقی کرتا رہا۔ ہر ملک میں بڑے بڑے ائمہ وعلماء و بزرگوں وامراء واہل فن نے قرآن شریف لکھے، ہر ملک میں قدیم زمانے کے لکھے ہوئے نسخے کثرت سے موجود ہیں۔ ہندوستان کے مشہور شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر غازی کو کتابت قرآن کا بہت شوق تھا۔ اُن کے لکھے ہوئے نسخے ہندوستان کے اکثر کتب خانوں میں موجود ہیں۔

ابوالمجد خواجہ عماد الدین رومی ۶۹۰ھ المعروف یاقوت بن یاقوت بن عبداللہ رومی کاتب خلیفہ مستعصم باللہ کا لکھا ہوا قرآن مجید کتب خانہ بھوپال میں ہے۔

والد ماجد کو ایک خوشنما مطلا حمایل زمانہ قدیم کی لکھی ہوئی کتب خانہ ریاست ٹونک میں الحاج جناب مرزا محمد بیگ صاحب نے دکھائی تھی۔

جب سے مطابع قایم ہوئے ہیں۔ ہر ملک میں قسم قسم کے تکلفات سے ہزاروں کی تعداد میں ہر سال قرآن شائع ہوتے رہتے ہیں۔

الباب الثالث فی الشتات

اصطلاحات

قرآن مجید اور علوم قرآن کے متعلق سینکڑوں اصطلاحیں ہیں۔ میں یہاں مجمل طور پر صرف اُن اصطلاحوں کو لکھوں گا جن کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے اور جنکی کسی قدر وضاحت کی ضرورت ہے۔

(۱) **آیت** ۔ قرآن کے اُس جملہ کو کہتے ہیں جو اپنے ماقبل ومابعد سے منقطع ہو اس کا نشان ۞ ہے یعنی یہاں جملہ قرآنی ختم ہوا۔ آیات کا علم توقیفی ہے۔ (اتقان نوع ۱۹)

(۲) **سورۃ** ۔ حد کو کہتے ہیں۔ اسلئے قرآن کے ہر محدود جزء کا نام سورۃ ہے۔ یعنی چند آیتوں کا مجموعہ

(۳) **سیپارہ** ۔ یہ فارسی لفظ ہے۔ عربی میں جزو کہتے ہیں۔ قرآن کے تیس حصے ہیں۔ اس لئے ہر حصہ کو سیپارہ کہتے ہیں۔ عرب الجزء الاول، الجزء الثانی وغیرہ بولتے اور لکھتے ہیں۔

(۴) **رُبع** ۔ سیپارہ کا چوتھائی حصہ۔

(۵) **نصف** - آدھا سیپارہ۔

(۶) **ثلث** - ایک سیپارہ کا تین چوتھائی حصّہ۔

(۷) **حزب** - مصر و مغرب میں بجائے سیپارہ کے نصف و ثلث کے ہر جزو یعنی سیپارہ کو دو حصوں پر منقسم کرتے ہیں اور ہر حصّہ کو حزب کہتے ہیں۔

(۸) **مقرر** - قراء و حفاظ اپنے شاگردوں کو حفظ کرانیکے لئے حزب کے جو حصّے مقرر کریں۔

(۹) **رکوع** - قرآن کی ہر بڑی سورت منقسم ہے، اوسکے ایک حصّہ کو رکوع کہتے ہیں۔ یعنی چند آیات کا مجموعہ۔

(۱۰) **منزل** - رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سات دن میں قرآن ختم فرمایا کرتے تھے۔ روزانہ ورد کیلئے آپ نے سورتیں تقسیم کرلی تھیں۔ آپ کے روزانہ ورد کو ایک حزب یا منزل کہتے ہیں۔ اسلئے قرآن میں سات منزل ہیں

(۱۱) **سبع طوال** - قرآن کی سات بڑی سورتیں۔ بقرہ۔ آل عمران۔ نساء۔ مائدہ۔ انعام۔ اعراف انفال مع توبہ۔

(۱۲) **سبع المئین** وہ سورتیں جن میں کم و بیش سو آیتیں ہیں سورۂ یونس سے سورۂ فاطر تک

(۱۳) **سبع المثانی** - سورۂ یسین سے ق تک۔ مثانی اسلئے کہتے ہیں کہ ان میں قصص کو دہرایا گیا ہے۔ اور بار بار نصیحتیں کی گئی ہیں۔ یہ سو سے کم آیت والی سورتیں ہیں۔

(۱۴) **مفصّل** - سورۂ ق سے آخر قرآن تک کو کہتے ہیں۔ سورۂ ق چھبیسویں سیپارہ میں ثلث کے بعد ہے۔ اسلئے تقریباً سوا چار سیپارے مفصل کے ہیں۔ مفصل اسلئے کہتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی سورتیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مفصل کی تین قسمیں ہیں۔

طوال مفصّل - ق سے مرسلات تک

اوساط مفصّل - سورۂ نبا سے ضحیٰ تک۔

قصار مفصّل - الم نشرح سے ناس تک۔

(۱۵) **تعوّذ و استعاذہ** - اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

(۱۶) **تسمیہ** - بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱۷) **صحابی** - وہ لوگ جنہوں نے بحالت اسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اسلام ہی پر اُن کا خاتمہ ہوا۔

(۱۸) **تابعی** - وہ لوگ جنہوں نے بحالت اسلام کسی صحابی کو دیکھا اور اسلام ہی پر اُن کا خاتمہ ہوا۔

(۱۹) **تبع تابعین** - وہ لوگ جنہوں نے بحالت اسلام کسی تابعی کو دیکھا اور اسلام ہی پر ان کا خاتمہ ہوا۔

(۲۰) **حدیث** قول وفعل و تقریر رسول کریم - حدیث کو خبر بھی کہتے ہیں - اور **وحی غیر متلو** اور **وحی خفی** بھی کہتے ہیں - ان کا مطلب حضور کے قلب مبارک پر نازل ہوتا جس کو حضور اپنی عبارت میں بیان فرماتے تھے۔

(۲۱) **تخریج** - کسی حدیث کی تلاش کر کے صحیح سند نکالنا اور کسی حدیث کو مع سند ذکر کرنا۔

(۲۲) **وحی متلو یا وحی جلی** جس کے الفاظ و عبارت منجانب اللہ حضور پر نازل ہوتے تھے یہ قرآن ہے۔

(۲۳) **تفسیر** - قرآن کی شرح

(۲۴) **سند** - راویوں کا سلسلہ صاحب واقعہ تک

(۲۵) **راوی** روایت بیان کرنے والا۔

(۲۶) **اصول الروایۃ** وہ قواعد جن سے سند حدیث کی جانچ ہوتی ہے

(۲۷) **اصول درایت** وہ قواعد جن سے نفس حدیث کی جانچ ہوتی ہے۔

(۲۸) **تعدیل** - راوی کے اوصاف بیان کرنا۔

(۲۹) **جرح** - راوی کے نقائص بیان کرنا۔

(۳۰) **حافظ** - جس کو تمام قرآن زبانی یاد ہو

(۳۱) **قاری** جس نے قواعد تجوید کے موافق قرآن پڑھا ہو۔

(۳۲) **تعامل** - عملدرآمد

(۳۳) **توارث** - قدامت عمل

(۳۴) **مُقرِی** - پانچویں صدی ہجری تک علوم قرآن میں فن قرات - تفسیر - علم ناسخ و منسوخ اور فن حدیث میں تھا (کتاب الناسخ والمنسوخ للابی جعفر النحاس) ان علوم کے ارباب کمال کو مقری کہتے تھے مقری کا علوم دینیہ میں صاحب دستگاہ ہونا شرط تھا۔

(۳۵) **حدیث متواتر** - جس کو اسقدر راویوں نے روایت کیا ہو کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہے

(۳۶) **حدیث صحیح** جس کی سند صحیح ہو اور مسلسل ہو اور اسمیں کسی قسم کی علت نہ ہو۔

(۳۷) **اخبار احاد** - جو حدیث متواتر نہ ہو۔

(۳۸) **حدیث حسن** - جس کے راوی حدیث صحیح کے راویوں سے صفت ضبط میں کم ہوں

(۳۹) **مُدرج** - جس حدیث کی سند یا متن میں صحابی یا تابعی کا قول مل گیا ہو۔

(۴۰) **مضطرب** - راوی سے اس طرح تبدیلی ہوئی ہو کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو - یا راوی کو سلسلہ رواۃ یا عبارت میں حدیث مسلسل یاد نہ رہی ہو -

(۴۱) **مَوضُوع** - گھڑی ہوئی حدیث۔

(۴۲) **ضعیف** وہ حدیث جس کے راویوں میں کوئی راوی کم فہم یا بدحافظہ ہو۔

(۴۳) **مرفُوع** وہ حدیث جس کی سند رسول کریم پر منتہی ہو اور سب راوی ثقہ ہوں

(۴۴) **اثر** وہ حدیث جسمیں راوی صحابی کے قول و فعل یا تقریر کو بیان کرے۔

(۴۵) **مُرسَل** وہ جس کا تابعی کا اوپر کا راوی ساقط ہو۔

(۴۶) **طُرق** - سلسلۂ روایت۔

مکّی مدَنی

بعثت کے بعد رسول کریم کا مستقل قیام دو جگہ رہا ہے - اوّل مکہ میں بارہ برس پانچ مہینے اکیس دن - اس کے بعد آپ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی - اور دس برس چھ مہینے نو دن گذرنے پر ۱۲ ربیع الاوّل سلہ ہجری کو وفات پائی - اس کل زمانہ میں جو سورتیں بحالت قیام مکہ نازل ہوئیں وہ مکی اور جو بحالت قیام مدینہ نازل ہوئیں وہ مدنی کہلاتی ہیں۔

دوران قیام مکہ و مدینہ میں حضور نے سفر بھی کئے ہیں اور بحالت سفر وحی بھی نازل ہوئی ہے۔ زمانہ سفر کی وحی اسی مقام سے متعلق ہے جہاں حضور کا مستقل قیام تھا۔

بعض سورتوں کے مکی مدنی ہونے میں اختلاف ہے - اس کا باعث یہ ہے کہ بعض سورتوں کا نزول مکہ سے شروع ہوا - اور تکمیل مدینہ میں ہوئی - اس لئے ایسی سورتوں کے متعلق جنہوں نے ابتدائے نزول کا اعتبار کیا ہے اُن کو مکی قرار دیا ہے اور جنہوں نے اختتام کا اعتبار کیا ہے اُنہوں نے اُن کو مدنی ٹھیرایا ہے

سبعۃ احرُف

رسول کریم کا ارشاد ہے (ان ھذا القرآن انزل علی سبعۃ احرف فاقرؤا ماتیسر منہ) یہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے (بخاری و مسلم) یہ حدیث ثبوت کے اعتبار سے صحیح ہے مگر دلول

کے اعتبار سے ظنی ہے۔ احرف کے معنی میں علماء کو اختلاف ہے۔ فتح الباری میں چالیس قول نقل کئے گئے ہیں۔ بعض نے سبع قرارت مُراد لی ہے لیکن اُنہوں نے لکھا ہے کہ یہ غلط ہے کیونکہ قراء سبعہ (نافع۔ عبداللہ بن کثیر۔ ابوعمرو۔ عبداللہ بن عامر۔ عاصم۔ حمزہ۔ کسائی) یہ حضور کے عہد میں موجود نہ تھے ان کا زمانہ زمانۂ رسالت سے کچھ کم ایک صدی بعد ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ صحابہ میں جو سات قاری مشہور تھے وہ مراد ہیں (من جملتهم سبعة ائمة اعلام دارت عليهم اسانيد القرآن وذكروا في صدور الكتب والاجازة عثمان ابن عفان۔ علی بن ابی طالب۔ ابی بن کعب۔ عبداللہ بن مسعود۔ زید بن ثابت، ابوموسی اشعری، ابوالدرداء (طبقات القراء للذہبی)

لیکن یہاں یہ مشکل پیش آتی ہے کہ جب حضرت عثمان نے قران نقل کرائے تو ہدایت کی کہ لغتہ قریش پر لکھا جائے کیونکہ انہی کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے اوران قراء سبعہ میں کئی غیر قریشی ہیں۔ اگر یہ امر واقعی ہوتا تو صحابہ حضرت عثمان کے اس کو کبھی قبول نہ کرتے۔

بعض نے لکھا ہے کہ عرب کے سات فصیح قبائل مراد ہیں۔ قریش۔ بنوسعد۔ بنوتمیم۔ بنوہذیل بنواسد۔ بنوربیعہ۔ بنوقضاعہ (اتقان)

علامہ دانی نے لکھا ہے کہ سبعۃ احرف کا مقصد لغات مختلفہ ہیں۔ یہی قول اکثر محققین و جمہور اہل علم کا ہے (المقنع) علامہ دانی نے لغات مختلفہ کی تشریح بھی ہے کہ سبعہ قبائل فصیح عرب یعنی غیر زبانوں کے الفاظ نہیں۔

سبع قبائل کے لغات سے مطلب یہ ہے کہ جو محاورات ان قبائل میں رائج ہیں اور چونکہ یہ سب ایک ہی زبان کے فصیح قبائل ہیں۔ اسلئے ایک دوسرے کے فصیح محاورات کو استعمال کرتے رہتے ہیں جیسے اہل دہلی نے لکھنؤ والوں کے اور لکھنؤ والوں نے اہل دہلی کے بعض محاورات والفاظ کو اختیار کرلیا ہے

حضرت عثمان کے اس حکم سے کہ لغتہ قریش پر لکھا جائے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ اگرچہ لغات دیگر قبائل کے بھی ہیں اور قریش میں مستعمل ہیں۔ قریش نے اُن کو پسند کرکے اپنے محاورات میں شامل کرلیا ہے، مگر طرز تحریر اُن کا اختیار نہیں کیا۔ اس لئے طرز تحریر اسی قبیلہ کا رہنا چاہیئے جس میں رسول کریم تھے۔

قرآن کو سات حرف پر قرارت کرنا اُمت پر واجب نہیں تھا بلکہ بنظر سہولت ان کو اجازت دیگئی تھی۔ (اتقان نوع ۱۶)۔

اسمائے سور

قرآن مجید کی اندرونی شہادت سے ثابت ہے کہ سورتوں کا تعیّن خداوند ذوالجلال کے حکم سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چنانچہ ارشاد ہے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (ایک سورت ایسی بنالاؤ) جب سورتوں کا تعین فرمایا تو نام بھی ضرور تجویز فرمائے ہوں گے۔ امام سیوطی فرماتے ہیں وقد ثبت جمیع اسماء السُّور بالتوقیف من الاحادیث والآثار یعنی تمام سورتوں کے نام احادیث و آثار سے ثابت ہیں کہ توقیفی ہیں (اتقان)

ایک شخص سے حضور نے دریافت فرمایا کہ تو قرآن پڑھ سکتا ہے اُس نے کہاں ہاں فلاں سورت (بخاری کتاب النکاح) اس حدیث سے بھی تعیین سور کی تائید ہوتی ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان لکل شئ قلبًا و قلب القران یٰسٓ۔
یعنی رسول کریم نے فرمایا کہ ہر شے کا قلب ہے اور قرآن کا قلب یٰس ہے (ترمذی۔ مشکوٰۃ۔ دارمی)

عن علی قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لکل شئ عروس و عروس القرآن الرحمٰن۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ ہر شے کی زینت ہے اور قرآن کی زینت رحمٰن ہے۔

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من قرأ سورۃ الواقعۃ فی کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابدًا۔ رسول کریم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو سورہ واقعہ پڑھے گا اسکو فاقہ نہ ہوگا (مشکوٰۃ)

واخرج الطبرانی فی الاوسط بسند حسن عن ابن مسعود عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لقد انزل علیّ ایات لم ینزل مثلھن المعوذتین۔ رسول کریم نے فرمایا کہ مجھ پر چند آیات بےمثل نازل ہوئی ہیں یعنی معوذتین (درمنثور جلد ششم)

واخرج الطبرانی فی الاوسط عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المنافق لا یحفظ سورۃ ھود وبراءۃ ویٰس والدخان وعم یتساءلون۔ رسول کریم نے فرمایا کہ منافق کو سورہ ہود، براءۃ، یٰسین، دخان، عم یتساءلون یاد نہیں ہو سکتی۔ (درمنثور)

عن عقبۃ بن عامر قال قلت یارسول اللہ اقرأ سورۃ ھود و سورۃ یوسف قال لن تقرأ شیئًا ابلغ عند اللہ من قل اعوذ برب الفلق۔ عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا میں سورہ ہود اور سورہ یوسف پڑھا کروں، آپ نے فرمایا قل اعوذ برب الفلق ان سے بلیغ ہے (نسائی مشکوۃ۔ دارمی۔ مسند احمد بن حنبل)۔

عن البراء قال آخر سورة نزلت کاملة براءة و آخر سورة نزلت خاتمة سورة النساء یستفتونك الخ۔ براء کہتے ہیں کہ آخر میں کمل سورۃ برات نازل ہوئی اور سورہ نساء کا خاتمہ نازل ہوا۔ بخاری)

رسول کریم نے فرمایا سورۂ بنی اسرائیل، کہف، مریم، طٰہٰ، انبیاء یہ میرا خزانہ ہیں (بخاری)

رسول کریم جب بستر پر تشریف لاتے تو اخلاص اور معوذتین پڑھتے۔ (بیہقی)

رسول کریم نے فرمایا سب سے افضل سورۂ الحمد ہے (بخاری)

رسول کریم نے فرمایا مجکو تمام سورتوں سے محبوب سورۂ فتح ہے (بخاری)

عن عقبة بن عامر انه سأل رسول الله صلے الله علیه وسلم عن المعوذتین فامّنا بهما رسول الله صلی الله علیه وسلم فی صلوة الفجر یعنی رسول کریم نے صبح کی نماز میں معوذتین پڑھیں (مستدرک حاکم جلد اول)

روی ابن عباس عن ابی بن کعب ان النبی صلے الله علیه وسلم کان اذا قرأ قل اعوذ برب الناس افتتح من الحمد ثم قرأ من البقرة الی اولئك هم المفلحون ثم دعا بدعاء الختمة یعنی رسول کریم جب تلاوت میں سورۂ ناس پڑھتے تو پھر الحمد سے شروع کرتے اور سورۂ بقر کی ابتدائی آیات مفلحون تک پڑھکر دعائے خاتمہ پڑھتے (دارمی)

ان کے علاوہ اور بہت سی روایات ہیں جن سے سورتوں کے نام حضور سے ثابت ہیں۔ ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کے نام بھی خداوند ذوالجلال کی طرف سے ہیں۔

اسمائے اجزاء

قرآن مجید کے تیس سیپارے ہیں۔ ہر سیپارہ پر جزو اول وجزو ثانی وغیرہ لکھا ہوتا ہے۔ سیپاروں کے نام نہیں ہیں۔ ابتدائی آیت والفاظ کو جلی قلم سے اسلئے لکھتے ہیں کہ پڑھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہاں سے سیپارہ شروع ہوا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ابتدائی حرف سیپارہ کا نام ہے۔

شمار

عہد خلافت اول میں جب قرآن جمع کیا گیا تو سورتوں کا شمار ہوا۔ زید بن ثابت نے سورتیں شمار کیں جو کل (۱۱۴) ہیں۔ بعض سورتوں کی آیات کی تعداد حضور علیہ السلام سے منقول ہے۔ مثلاً آپ نے فاتحہ کے متعلق فرمایا کہ وہ سات آیتیں ہیں۔ سورۂ ملک کے متعلق فرمایا کہ وہ تیس آیتیں ہیں (اتقان)

ترتیب کے بیان میں ایک یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ جبریل نے حضور سے کہا کہ اس آیت کو بقرہ کی (۲۰۰) آیات کے بعد لکھو۔ ایک روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ حضور نے فرمایا جو کوئی سورہ کہف کی اول کی دس آیتیں پڑھے الخ۔ اور بھی اس قسم کی روایتیں ہیں لیکن مجھے باوجود تلاش کوئی صاف روایت ایسی نہیں ملی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ آیات کا شمار حضور کے عہد میں ہوا ہے۔ اور غالباً سور و آیات کا شمار حضور کے عہد میں نہیں ہوا کیونکہ وحی کا سلسلہ آپ کی وفات سے نو دن پہلے تک جاری رہا۔

اور کوئی روایت ایسی بھی نظر سے نہیں گذری جس میں عہد خلافت اول میں شمار آیات کا ذکر ہو۔ آیتوں کا شمار غالباً حضرت عمر کے عہد میں ہوا کیونکہ انہوں نے حکم دیا تھا کہ تراویح میں فی رکعت (۳۰) آیتیں پڑھی جائیں۔

حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت انس بن مالک۔ حضرت ابوالدرداء حضرت عبداللہ بن عباس۔ حضرت عبداللہ بن عمر۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے آیات کا شمار کیا ہے۔

یہ شمار یا تو صحابی کے شاگرد تابعی کی طرف منسوب ہے یا مقام کی طرف۔ حضرت عثمان کا شمار شامی مشہور ہے اور عبداللہ بن عامر الحصبی کی طرف منسوب ہے۔ حضرت علی کا شمار کوفی مشہور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا مدنی اول اور حضرت عائشہ کا مدنی دوم مشہور ہے (فنون الافنان فی عجائب القرآن لابن الجوزی اتقان و منار الہدیٰ)

آیات کی تعداد میں اختلاف ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ حضور علیہ السلام بعض دفعہ آیتوں کے سرے پر ٹھیرا کرتے تھے اور بعض دفعہ وصل بھی فرما دیا کرتے تھے۔ لہٰذا بعض نے فصل کا اعتبار کیا ہے بعض نے وصل کا

تعداد آیات

حضرت عائشہ کا شمار	۶۶۶۶	شامی	۶۲۵۰
ابن مسعود " "	۶۲۱۸	بصری	۶۲۱۶
اہل مکہ " "	۶۲۱۲	کوفی	۶۲۳۶
اسمٰعیل بن جعفر مدنی "	۶۲۱۴	عراقی	۶۲۱۴

اقوال عامہ ۶۶۶۶

اعشار۔	بصری ۶۲۳	کوفی ۶۳۴
اخماس	" ۲۴۶	" ۸۶۶

حضرت عبداللہ بن مسعود نے حروف بھی شمار کئے ہیں۔ باقی شمار تابعین کے نام سے مشہور ہے

ابن مسعود کا شمار (۳۲۲۶۷۱) مجاہد کا شمار (۳۲۱۱۲۱) اقوال عامہ (۳۲۰۲۶۷)

صحابہ نے کلمات کا شمار بھی کیا ہوگا کیونکہ جب آیات و حروف گنے تو کلمات کیوں چھوڑے ہوں گے۔ لیکن کلمات کا شمار تابعین کے نام سے مشہور ہے۔ کلمات پر میں نے حروف کو اسی وجہ سے مقدم کیا ہے کہ اسمیں ایک صحابی کا بھی نام ہے۔

کلمات

حمید اعرج کا شمار	۷۶۴۳۰	عبدالعزیز بن عبداللہ کا شمار	۷۰۴۳۹
مجاہد	″ ۷۶۲۵۰	اقوال عامہ	۸۶۴۳۰

جماعت قراء حجاج بن یوسف نے بھی جنمیں امام حسن بصری، یحیی بن یعمر۔ سفر بن عاصم وغیرہ تھے حروف کا شمار کیا۔ اور قرآن ادر اجزاء و احزاب کا ربع، ثلث، نصف قایم کیا۔ اِسی جماعت نے قسم وار حروف و حرکات کا شمار کیا۔ چونکہ شمار حروف میں اختلاف ہے۔ اسلئے کلمات و ربع و نصف و ثلث میں بھی اختلاف ہے۔ حروف میں اختلاف کا باعث اس قسم کے اُمور ہیں کہ کسی نے حرف مشدد کو ایک گنا ہے اور کسی نے دو۔

حرکات

فتحات	۴۵۳۱۴۳	کسرات	۳۹۵۸۲	تشدید	۱۲۷۴
ضمات	۸۸۰۴	مدات	۱۷۷۱	نقاط	۱۰۵۶۸۴

حروف

ا - ۴۸۸۷۶	د - ۵۶۰۲	ض - ۱۲۰۷	ک - ۹۵۰۰
ب - ۱۱۴۲۸	ذ - ۴۶۷۷	ط - ۱۲۷۷	ل - ۳۰۴۳۲
ت - ۱۱۰۹۵	ر - ۱۱۷۹۳	ظ - ۸۴۲	م - ۳۶۵۶۰
ث - ۱۲۷۶	ز - ۱۵۹۰	ع - ۹۲۲۰	ن - ۴۵۱۹۰
ج - ۳۲۷۳	س - ۵۸۹۱	غ - ۲۲۰۸	و - ۲۵۵۳۶
ح - ۳۷۹۳	ش - ۲۲۵۳	ف - ۸۴۹۹	ہ - ۱۹۰۷۰
خ - ۲۴۱۶	ص - ۲۰۱۲	ق - ۶۸۱۳	ی - ۴۵۹۱۹

امام جعفر صادق نے شمار کر کے آیات کی قسم وار تقسیم کی ہے۔

" منقول است از امام ناطق جعفر صادق علیہ السلام کہ جملہ آیات قرآن مجید کہ شش ہزار و شش صد

وشش اند۔ چہار صد آیت در تعویذات ویکہزار و دو صد در شرائع اسلام ویکہزار در ترتیب سلطنت و شش صد در قصص و چہار صد در معاملات است ویکہزار در عذر جرایم ویکہزار در ضمان رزق و ہفت صد در جہاد و پانصد در حج وباقی در حکم طلاق ونکاح (مقصود القاری)

بعض بزرگوں سے اس طرح تقسیم وتفصیل کی ہے۔

آیات وعدہ	آیات وعید	نہی	امر	مثال	قصص	حلال
۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۲۵۰

حرام	تسبیح	منسوخ۔
۲۵۰	۱۰۰	۶۶

جن آیات میں صراحت سے احکام بیان ہوئے ہیں اُن کی تعداد (۱۵۰) ہے۔ اور استنباط کے لحاظ سے کل احکامی آیات کی تعداد (۵۰۰) ہے۔ وہ آیتیں جنہیں علوم کا ذکر آیا ہے یا ان کی طرف اشارہ ہے (۷۵۰) سے زیادہ ہیں۔ چونکہ نوع انسان کو باعتبار روحانیات کے مادیات سے زیادہ تعلق ہے اس لئے وہ آیتیں جو مادی علوم سے تعلق رکھتی ہیں۔ تعداد میں زیادہ ہیں۔

تجزیۂ قرآن

قرآن منزلوں، سیپاروں، ثلث، نصف، رُبع، سورتوں، آیتوں۔ ان سات چیزوں پر تقسیم ہے۔ منزل۔ سورۃ۔ آیات یہ تین تو حضور کے مقرر فرمودہ ہیں۔ سات منزلوں پر تقسیم حضور نے کی ہے۔ (اتحاف السادہ شرح احیاء العلوم جلد سوم ص۵۴۳)

ہر سورت کے ابتداء میں بسم اللہ لکھی جاتی تھی۔ حضرت عثمان کے عہد سے سورتوں کے نام بھی لکھے جانے لگے۔ آیت کا نشان (:.) یہ تھا جو آیت کے سرے پر ہوتا تھا۔ پھر تخمیس و تعشیر کے نشان مقرر ہوئے (اتقان) یہ سب حضرت عثمان کے زمانہ میں ہوا۔ کیونکہ تعشیر کے متعلق روایت لکھی جا چکی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ان کو ناپسند کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے حضرت عثمان رضؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں جو قرآن حضرت عثمان کے عہد کا لکھا ہوا ہے اسمیں دس آیتوں کے بعد نشان ہے اور دو سو آیتوں کے بعد حاشیہ پر نشان ہے۔

ابوالاسود نے آیت کا نشان گول دائرہ (○) مقرر کیا۔

سنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ ومسند احمد بن حنبل وطبقات ابن سعد میں روایت ہے کہ جب وفد ثقیف نبی کریم کے حضور میں حاضر ہوا تھا تو ایک دن حضور حجرہ سے دیر میں تشریف لائے اور فرمایا

مجھے آج اسوجہ سے دیر ہوگئی کہ قرآن کا روزانہ کا ورد رہگیا تھا اُس کو پُورا کیا۔ اوس ثقفی نے آپ کے معمول کے متعلق دریافت کیا تو حسب ذیل جواب ملا۔

دن	تعداد سور	اسمار سور
۱	۳	بقر معہ فاتحہ - آل عمران - نسآء - فاتحہ چونکہ ابتدائی سورت بطور دعا کے ہے اسلئے اکثر ورد میں علیحدہ شمار نہیں کرتے
۲	۵	مائدہ - انعام - اعراف - انفال - برأت
۳	۷	یونس - ہود - یوسف - رعد - ابراہیم - حجر - نحل
۴	۹	بنی اسرائیل - کہف - مریم - طٰہٰ - انبیاء - حج - مؤمنون - نور - فرقان
۵	۱۱	شعرا - نمل - قصص - عنکبوت - روم - لقمان - سجدہ - احزاب - سبا - فاطر - یٰسین -
۶	۱۳	والصافات - صٓ - زمر - مومن - حم سجدہ - شوریٰ - زخرف - دخان - جاثیہ - احقاف - محمد - فتح - حجرات
۷		قٓ سے ناس تک

یہ ورد حضرت عثمان اور حضرت علی سے منقول ہے - قرا نے اِس کا نام (فمی بشوق) رکھا ہے اسی کو ختم الاحزاب کہتے ہیں۔ فمی بشوق کا ہر حرف حزب روزانہ کی پہلی سورت کے نام کا پہلا حرف ہے

بروز اوّل ابتدا فاتحہ سے ف	روز پنجم ابتدا شعرا سے ش
روز دوم ابتدار مائدہ سے م	روز ششم ابتدار والصافات و
روز سوم ابتدار یونس سے ی	روز ہفتم ابتدا ق سے ق
روز چہارم ابتدا بنی اسرئیل سے ب	یہی سات منزلیں ہیں۔

بعض نے (فمی بشوق) کی جگہ (فمی بشوق) کہا ہے۔ اور دوسری منزل کو نسآء سے شروع کیا ہے

حضرت عثمان سے ایک ختم ہفت روزہ اور بھی منقول ہے

دن	اسمار سور		
جمعہ کو	فاتحہ سے ختم مائدہ تک	دوشنبہ کو	طٰہٰ سے ختم قصص تک
شنبہ "	انعام سے ختم توبہ تک	سہ شنبہ "	عنکبوت سے ختم صٓ تک
یک شنبہ "	یونس سے ختم مریم تک	چہارشنبہ "	زمر سے ختم رحمٰن تک
		پنجشنبہ "	واقعہ سے ناس تک

رسول کریم نے قیس بن صعصعۃ سے فرمایا تھا کہ سات دن میں ختم کیا کرو (استیعاب جلد اول ۲۲۵)
بعض اصحاب تین منزل کرتے تھے۔ اس عدد کا نام (فیل) رکھا گیا۔
روز اول شروع فاتحہ سے۔ روز دوم شروع یونس سے۔ روز سوم شروع لقمان سے (مفید القاری)
ایک ختم حضرت عبداللہ بن مسعود کی طرف منسوب ہے اس کو (فابطاعزو) کہتے ہیں۔ یہ بھی ہفت روزہ ہے
فاتحہ تا انعام۔ انعام تا یونس۔ یونس تا طہ۔ طہ تا عنکبوت۔ عنکبوت تا زمر۔ زمر تا واقعہ۔ واقعہ تا ناس
حضرت عثمان نے اول تراویح میں دس آتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ بعد میں جس جگہ مطلب ختم ہو رکعت
ختم کرتے تھے۔ اسی طرح ۵۴۰) رکوع ہوئے بعض نے (۵۵۱) کئے ہیں (مفید القاری) اور ختم قرآن ۲۷
رمضان کو ہونے لگا کیونکہ تیسویں تراویح کا ہمیشہ ہونا ممکن نہ تھا۔ اور اس صورت میں قرآن باقی رہجانے کا
خطرہ تھا۔ وہرجاکہ آخر قصہ است یا سخن تمام شدہ وامیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ در نماز آنجا رسیدہ
برکوع رفتہ است این شکل (ع) نوشتہ اند (رسالہ وقف)
بعض نے اس عمل کو حضرت عمر کی طرف منسوب کیا ہے۔ بعض نے حضرت حذیفۃ الیمان کی طرف۔
بعض نے عبدالرحمن السلمی۔ بعض نے حسن بصری کی طرف لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ عمل حضرت عثمان کا ہے مگر
تعلیم ہی میں تھا۔ تحریر میں نہ تھا۔ تحریر میں رکوع کا یہ (ع) نشان علماء کی ایجاد ہے (مبسوط سرخسی جلد ثانی ۱۴۶
وفتاوی قاضیخان وفتاوائے عالمگیری)
یہ نشان امام ابوعبداللہ محمد بن محمد بن طیفور السجاوندی (متوفی آخر صدی ششم) کی ایجاد ہے۔
حضرت عثمان نے اپنے عہد میں جو قرآن لکھا ہے وہ تیس جزو پر تھا (مفید القاری) یہ تقسیم یا تو
زمانہ رسالت سے مروج ہوگی یا رمضان کی تیس تراویح کی رعایت سے حضرت عثمان نے یہ تقسیم کی ہوگی۔
یا اس حدیث کی بموجب کہ رسول کریم نے عبداللہ بن عمر سے فرمایا کہ قرآن ایک مہینے میں ختم کیا کرو۔ شرح
احیاء العلوم سے بھی ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے۔
یہ تقسیم باعتبار حروف ہے۔ اسمیں یہ لحاظ بھی ہے کہ آیت پوری ہو جائے اور مطلب میں ایسی کمی
نہ رہے جس سے تلاوت میں نقص واقع ہو۔ لیکن اس کے معلوم کرنے کیلئے قواعد رموز اوقاف اور بعض علوم
میں دستگاہ کی ضرورت ہے۔ سیپارہ پنجم (والمحصنٰت) میں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آیت ختم نہیں ہوئی
لیکن یہاں آیت بالاجماع ہے۔ چونکہ ما بعد ماقبل سے لفظی ومعنوی تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے وقف تام نہیں
وقف صالح ہے۔ اور مطلب بھی پورا ہے۔ چونکہ شمار حروف میں صحابہ میں اختلاف ہے۔ اس لئے بعض سیپاروں
کی ابتداء اور انتہا میں اختلاف ہے۔ یہ اختلاف مصر و مغرب میں رائج ہے۔

(۱) جزو ہفتم جو مصر و مغرب میں رائج ہے آیت لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ سے شروع ہوتا ہے اور ہمارا ساتواں سیپارہ اس سے ایک آیت بعد وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ سے شروع ہوتا ہے۔

(۲) مصر و مغرب کا جزو چہاردہم آیت الٓرٰ تِلْكَ سے شروع ہوتا ہے۔ ہمارا چودہواں سیپارہ اس سے اگلی آیت رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ سے شروع ہوتا ہے۔

(۳) مصر و مغرب کا جزو بستم آیت فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ سے شروع ہوتا ہے ہمارا بیسواں سیپارہ اس آیت سے تین آیت بعد اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ سے شروع ہوتا ہے۔

(۴) مصر و مغرب کا جزو بست و یکم آیت وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ سے شروع ہوتا ہے ہمارا اکیسواں سیپارہ اس سے ایک آیت پہلے اُتْلُ مَا اُوْحِیَ سے شروع ہوتا ہے۔

(۵) مصر و مغرب کا جزو بست و سوم آیت وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ سے شروع ہوتا ہے ہمارا تئیسواں پارہ اس سے چھ آیت قبل وَمَالِیَ لَا اَعْبُدُ الَّذِیْ سے شروع ہوتا ہے۔

(۶) بعض نے جزو نوزدہم کو آیت وَقَدِمْنَا اِلٰى مَا عَمِلُوْا سے شروع کیا ہے۔ ہمارا انیسواں سیپارہ وَقَالَ الَّذِیْنَ سے شروع ہوتا ہے۔

(۷) بعض نے جزو بست و ششم کو آیت وَبَدَا لَهُمْ سے شروع کیا ہے۔ ہمارا چھبیسواں سیپارہ حٰمٓ سے شروع ہوتا ہے

ہمارا ہر سیپارہ ربع۔ نصف۔ ثلث پر تقسیم ہے۔ مصر و مغرب کا ہر جزو دو حزبوں پر تقسیم ہے اور ہر حزب ربع۔ نصف، ثلث پر، حزب کے ان حصّوں کو مقرا بھی کہتے ہیں۔ یہ دونوں تقسیمیں مجلس قرا، حجاج بن یوسف نے کی ہیں۔ یہ تقسیم بھی باعتبار حروف ہوئی ہے۔

قرآن مجید کے سیپاروں پر ہندوستان و ایران میں اکثر سیپارہ کا نمبر شمار لکھا جاتا ہے یعنی کونسا سیپارہ ہے۔ ۵ ہے یا ۸ ہے یا ۱۴ ہے وغیرہ وغیرہ۔ مصر و مغرب و ممالک عرب میں الجزء الاول و الجزء الثانی وغیرہ لکھتے ہیں۔

اعراب و نقاط

عرب میں اعراب و نقاط کا وجود لکھنے پڑھنے میں زمانہ قدیم سے تھا (ادب العرب جلد اول ص۵۹) یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ کتابت میں ان کو کس زمانہ سے ترک کیا گیا اور کیوں ترک کیا گیا۔ رسول کریم کے عہد سے پہلے سے لکھنے میں مطلق رواج نہ تھا۔ پڑھنے میں تھا۔ حضور نے بھی ارشاد فرمایا ہے عن ابی هریرة قال قال النبی صلی الله علیه وسلم اعربوا القرآن رواہ البیهقی و ابو یعلی۔ جامع صغیر۔ منتخب کنز العمال

(تاریخ خطیب بغدادی، بغیۃ الوعاۃ۔ فضائل ابن کثیر)

اس ارشاد سے یہ مطلب تھا کہ قرآن کو صحیح اعراب سے پڑھو۔ اگر تحریر کا ارشاد ہوتا تو صحابہ ضرور تعمیل کرتے

عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ القرآن فأعربه كان له لكل حرف اربعون حسنة۔ یعنی جس نے اعراب سے قرآن پڑھا۔ اس کو فی حرف چالیس نیکیاں ملیں گی (بیہقی)

خلافت راشدہ کے زمانہ تک قرآن میں اعراب و نقاط کا وجود تھا۔ پڑھنے میں اعراب و نقاط محفوظ تھے یعنی ش ش ہی پڑھا جاتا تھا۔ س س ہی پڑھا جاتا تھا۔ ظ ظ ہی پڑھی جاتی تھی۔ ط ط ہی پڑھی جاتی تھی۔ فتحہ فتحہ ہی ادا کیا جاتا تھا۔ کسرہ نہیں پڑھا جاتا تھا۔ عرب اس پر قادر تھے ولكن ملكة الاعراب الموجودة فی نفوسهم قبل اختلاطهم بالاصط العجمية صانت لسانهم عن اللحن

یعنی ان کے نفوس میں اعراب کا ملکہ موجود تھا۔ اس نے ان کی زبان کو اغلاط سے محفوظ رکھا تھا۔ (اتقان)

اول ابو الاسود دؤلی نے سنہ ۴۲ھ کے بعد کتابت میں حرکات کا اظہار نقاط کے ذریعہ کیا کیونکہ انہوں نے ایک شخص کو غلط قرآن پڑھتے سنا۔ امام ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی نے لکھا ہے کہ ابو الاسود نے ایک آدمی سے کہا کہ قرآن تھام لے اور ایک رنگ روشنائی کے خلاف لیا اور اس سے کہا کہ اگر میں اپنا منہ کھولوں تو حرف کے اوپر ایک نقطہ لگانا (زبر) اور اگر منہ کو نیچے کی طرف مائل کروں تو نیچے ایک نقطہ لگانا (زیر)۔ اور اگر اپنے منہ کو ملا دوں تو ایک نقطہ حرف کے آگے لگانا (پیش) اور اگر ان حرکات کے ساتھ غنہ بھی ہو تو دو نقطے لگانا (تنوین) اس نے ایسا ہی کیا (کتاب التنقیط)

امام ابو طاہر اسماعیل بن ظافر بن عبد اللہ العقیلی نے لکھا ہے کہ خلیل وغیرہ علماء نے ان حرکات کو پسند کیا اور باقی علامات شد وغیرہ کی ایجاد کیں (رسوم المصحف و کتاب الطبقات)

ابو الاسود جعل الحركات والتنوين یعنی ابو الاسود نے حرکات اور تنوین وغیرہ بنائے۔ رسالہ فائدہ مخطوطہ کتب خانہ خدیویہ مصر)

ان اول من امر به عبد الملك بن مروان (یعنی خلیفہ عبد الملک بن مروان نے سنہ ۸۶ھ میں حکم دیا کہ قرآن پر نقاط لگائے جائیں (فضائل القرآن للحافظ ابی الفداء اسمٰعیل بن کثیر القرشی الدمشقی سنہ ۷۷۴ھ)

واما شكل المصحف و نقطه فروی ان عبد الملك بن مروان امر به وعمله فتجرد لذلك الحجاج۔ عبد الملک نے حجاج کو نقطوں وغیرہ کا حکم دیا۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی)

یہ حکم اس نے غالباً اپنے آخر سال میں دیا کیونکہ اس کے عہد میں یہ کام نہیں ہوا۔ اس کے بیٹے خلیفہ ولید نے حجاج بن یوسف کو تاکید کی۔ حجاج خود بھی بڑا قاری اور ادیب تھا۔ امام حسن بصری۔ مالک بن دینار

ابی العالیہ السرلعی - راشد الحمادی - ابی نصر محمد بن عاصم اللیثی - عاصم بن میمون الجحدری - یحیی بن یعمر کی ایک مجلس قائم کی۔ ان لوگوں نے حروف شمار کئے اور ربع، نصف، ثلث وغیرہ قائم کیا (فنون الافنان فی عجائب القرآن والجامع لاحکام القرآن وکتاب المصاحف)

یہ کام غالباً ۸۵ھ کے بعد ہوا کیونکہ خلیفہ کو حجاز وغیرہ کی جنگ ومعاملات سے اسی سال اطمینان ہوا۔ ابوالاسود کے دو شاگردوں نصر بن عاصم ویحیی بن یعمر نے اپنے استاد کے نقاط میں اصلاح کر کے زبر زیر پیش ایجاد کئے اور نقاط سے لفظوں کا کام لیا۔

اول من نقط المصاحف یحیی بن یعمر (یعنی سب سے پہلے قرآن پر نقطے یحیی بن یعمر نے لگائے۔ (نقط القران)۔ ان ابن سیرین کان لہ مصحف نقطہ یحیی بن یعمر (یعنی امام ابن سیرین کے پاس ایک قرآن تھا جس پر یحیی بن یعمر نے نقطے لگائے تھے (الجامع لاحکام القرآن) یہ کام ۸۶ھ میں یا اس سے اگلے سال ہوا۔

خلیل بن احمد بصری ۱۷۰ھ نے ہمزہ کے لئے سر عین (ء) تشدید کیلئے سر سین (ّ) جزم کیلئے سر جیم (ْ) مد کیلئے ایک خط ایجاد کیا (~) اول من وضع الھمزۃ والتشدید والروم والاشمام الخلیل یعنی ہمزہ وغیرہ خلیل کی ایجاد ہیں (نثر المرجان جلد اول وخزینۃ الاسرار وجلیلۃ الاذکار مصنفہ سید محمد حقی النازلی طبع ثانیہ مطبعہ خیریہ بمصر القاہرہ ۱۳۰۶ ہجری ص ۱۵)

رموز واوقاف

بوقت نزول وحی جبریل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موقع آیت پر وقوف کی ہدایت کرتے تھے۔ حضور اصحاب کو اوقاف کی تعلیم فرماتے تھے حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ سے ان مقامات کو معلوم کرتے تھے۔ جہاں قرات میں ٹھہرنا سزاوار ہے۔ (اتقان)

جہاں ٹھہرنا چاہیئے اور جہاں ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ یہ سب حضور کا ارشاد ہے۔ لیکن زبانی تعلیم تھی تحریر میں کوئی نشان نہ تھا۔ صحابہ کے عہد میں آیت کی علامت (⁝) نقطے قرار پائے۔ جو آیت کے شروع پر لگائے جاتے تھے (اتقان نوع ۷۶) حضرت عثمان کے عہد میں دس آیتوں کے بعد ہ کا نشان لگایا گیا اور آیتوں کے آخر میں نقطے دیئے گئے ابوالاسود نے آیت کا نشان (○) گول دائرہ مقرر کیا۔

○ - جملہ تمام ہونے کی علامت ہے۔ ذرا ٹھہرنا چاہیئے اس کو آیت کہتے ہیں۔ اگر ○ کے اوپر لا لکھا ہو تو یہ مطلب ہے کہ یہاں ٹھہرنے کا اختیار ہے۔

م - لفظ لازم کا مختصر ہے۔ یہاں ٹھیرنا ضروری ہے۔
ط - مطلق کا مخفف ہے مطلب یہ ہے کہ بات تو پوری ہو گئی۔
ج - جائز کا مخفف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ٹھیرنا بہتر ہے۔ نہ ٹھیرنے میں کچھ حرج نہیں۔
ز - لفظ تجاوز کا مخفف ہے مطلب یہ ہے کہ یہاں سے گذرنا چاہیئے۔
ص - علامت وقف رخص کی ہے۔ یعنی ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ ٹھیر گیا تو کچھ حرج نہیں۔
ق - علامت قیل علیہ الوقف کی ہے یعنی قول مرجوح یہ ہے کہ یہاں ٹھیرنا چاہیئے۔ مگر نہ ٹھیرنا بہتر ہے۔
صلی - علامت قد یوصل کی ہے یعنی یہاں ترک وصل اولیٰ ہے۔
قف - صیغہ امر ہے یعنی ٹھیر جا۔
ک - علامت کذٰلک کی ہے یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں بھی ہے۔
س - علامت سکتہ کی ہے۔ یعنی یہاں پر اس قدر کم ٹھیرے کہ سانس نہ ٹوٹے۔
وقفہ - علامت سکتہ طویلہ کی ہے یعنی جتنی دیر میں سانس لیتے ہیں۔ اس سے کم ٹھیرے۔
وقفہ اور سکتہ میں فرق یہ ہے کہ سکتہ اقرب بوصل ہے اور وقفہ اقرب بوقف ہے۔
لا - بغیر ٥ گول آیت کے علامت ہے کہ یہاں ٹھیرنا جائز ہے۔
جہاں دو علامتیں لکھی ہوں وہاں اوپر کی علامت کا اعتبار ہے۔ قرآن مجید کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہوتا ہے (ع) اسی طرح مسلسل (ع) علامت رکوع کی ہے عین کے اوپر کا ہندسہ سورت کے رکوع کا نمبر اور عین کے نیچے کا ہندسہ سیپارہ کے رکوع کا نمبر اور عین کے درمیان کا ہندسہ تعداد آیات رکوع ہے۔ بعض جگہ حاشیہ پر (مع) لکھا ہوتا ہے۔ یہ علامت معانقہ کی ہے۔ رموز و اوقاف تو قدیم سے ہیں لیکن ان کی تعلیم زبانی تھی۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے گول دائرہ ٥ آیت کا نشان ابوالاسود کی ایجاد ہے باقی اکثر علامات سجاوندی کی ایجاد ہیں۔

قرأت و تجوید

علم تجوید کہ جس میں طرز تلفظ قرآن سے بحث ہوتی ہے۔ اس علم میں آنحضرت کے لب و لہجہ کو جو آئے قرآن سے متعلق ہے محصور کر لیا گیا ہے۔ چونکہ بعض قبائل کے لب و لہجہ میں کچھ فرق تھا۔ اس لئے آپ نے اُن کے طریق پر بھی پڑھنے کی اجازت دی تھی۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ میں نے ہشام بن حکیم کو سورۂ فرقان اپنے طرز کے خلاف پڑھتے دیکھا تو اُن کو رسول کریم کے پاس لے گیا۔ حضور نے سُن کر دونوں کو صحیح فرمایا۔

حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں آکر سورۂ نحل اس طرز کے خلاف پڑھا جس طرح میں پڑھتا تھا۔ میں نے اُس سے دریافت کیا کہ تم کو یہ سورت کس نے پڑھائی اُس نے کہا۔ رسول کریم نے پھر ایک اور شخص آیا اُس نے بھی یہ سورت پڑھی مگر ہم دونوں کے خلاف، میں نے اُس سے بھی دریافت کیا۔ اُس نے بھی وہی جواب دیا۔ میں دونوں کو حضور کے سامنے لیگیا۔ حضور نے ان دونوں سے سُنکر احسنت فرمایا۔ اور میرے سینہ پر ہاتھ رکھکر فرمایا اعیذك باللہ یا ابیّ (شرح سبعہ قرارت صـ۶۳)

چونکہ عرب میں بہت سے قبائل آباد تھے اور اُن کے لب و لہجہ میں اختلاف تھا۔ اس لئے بہت سی قراتیں تھیں۔ متأخرین سب کو محفوظ نہ کرسکے۔ اس لئے سبعہ قرارت پر قناعت کی۔ علامہ اسماعیل بن ابراہیم بن محمد القراب شافی نے لکھا ہے کہ قرا سبعہ کی قرارت سے تمسک اور دیگر قراروں کے ترک پر کوئی حدیث یا اثر نہیں بلکہ یہ متأخرین کا فعل ہے جنہوں نے سبعہ کے سوا کوئی قرارت نہیں پڑھی۔

علامہ ابو محمد مکی کا قول ہے کہ کتابوں میں ستر ائمہ صاحب اختیار قرارت کی قراتیں مذکور ہیں جو قرا سبعہ سے مقدم ہیں۔ دوسری صدی کے آخر تک وجوہ قرارت لکھنے کا رواج نہ تھا۔ جب ہمتیں پست ہوگئیں اور حافظے کمزور ہوگئے اور تمام دنیا کے آدمی قرآن پڑھنے لگے تب قرا نے علم قرارت کی تدوین شروع کی۔

اس فن میں سب سے پہلی تصنیف (ابو منصور محمد بن احمد الازہری سنہ ۳۷۰ھ (تلمیذ امام شافعی) کی ہے۔ قاضی ابو عبید قاسم بن سلام بغدادی نحوی سنہ ۲۲۴ھ کی کتاب القرارت میں پچیس قراتیں ہیں۔ امام ابو حاتم سہل بن محمد ابن عثمان سجستانی نحوی مقری بصری ۲۵۵ھ نے بھی کتاب القراۃ میں پچیس قراتیں بیان کی ہیں جو قرا سبعہ سے مقدم ہیں۔ امام ابن جریر طبری نے (سنہ ۳۱۰ھ) کتاب الجامع میں بیس سے زیادہ قراتیں لکھی ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ قراتیں بہت تھیں۔ جب ہمتیں پست ہوگئیں تو سبعہ قرارت کا رواج رہگیا۔ قراتیں بھی بہت تھیں۔ وہ قرار جنہوں نے اپنے کمال اپنے علم اپنے تقدس اور کثرت تلامذہ سے نام پایا اُن کی تعداد بھی اتنی کثیر ہے کہ میں اُن کی فہرست بھی مرتب کرنیکے لئے طیار نہیں۔ قرا کے علماء سلف نے دو گروہ قرار دئے ہیں۔

ایک بدور جنکی قراتیں رواج پاکر کچھ عرصہ کے بعد معدوم ہوگئیں۔ صرف قدیم ضخیم کتابوں میں رہگئیں۔ اس جماعت میں بھی صدہا بزرگ تھے۔ میں صرف دو چار کے نام لکھتا ہوں:۔

ابو جعفر مدنی۔ ابن محیص مکی۔ یعقوب بصری۔ حسن بصری۔ سلیمان اعمش کوفی۔ خلف کوفی۔ یحییٰ یزیدی
دوسرے شموس اس گروہ کی قراتیں رائج ہیں۔ مشہور قرا سبعہ اسی جماعت میں سے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں

(۱) عبد اللہ بن عامر ۱۱۸ھ (۲) عبد اللہ بن کثیر ۱۲۰ھ (۳) عاصم ۱۲۸ھ (۴) ابو عمرو بن العلاء ۱۵۴ھ
(۵) ابو عمارہ حمزہ ۱۵۸ھ (۶) نافع ۱۶۹ھ (۷) کسائی ۱۸۹ھ

اختلاف قرات کا ایک خاص سبب یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کے کلمات کی دو قسمیں ہیں ایک متفق علیہ دوسرے مختلف فیہ۔ متفق علیہ وہ آیات جنکو صحابہ نے ایک ہی طرح پڑھا۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ مختلف فیہ وہ جن کو صحابہ کرام نے لغوی اختلاف یا لغوی وجوہ کی بنا پر مختلف طور پر پڑھا ہے۔ دونوں قسم کے الفاظ منزل من اللہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم کردہ ہیں۔ مثلاً ایک صحابی نے صلہ۔ اظہار۔ تسہیل اور رفع سیکھا دوسرے نے بغیر صلہ، اظہار، تسہیل اور فتح سیکھا، تیسرے نے بغیر صلہ ادغام تسہیل اور امالہ سیکھا۔ چونکہ ان اختلافات کی کوئی ترتیب بعینہٖ واجب نہ تھی۔ نہ اس سے کوئی ظاہری و معنوی نقص عائد ہوتا تھا۔ لہذا تابعین و تبع تابعین نے اپنے اساتذہ صحابہ کی قرات سے بپابندی شرائط نئی ترتیب سے قرات اختیار کی اسی وجہ سے صدرِ اول کی قراتوں کا شمار نہیں ہے۔ اور بعض الفاظ حضور کے سامنے مختلف قراتوں سے پڑھے گئے۔ بعض کو حضور نے بھی بلحاظ وسعت کلام مختلف طریق سے پڑھا ہے تاکہ سب معانی کا احاطہ ہو جائے، اس اختلاف کو قرات سبعہ متواترہ کہتے ہیں۔

حفاظتِ قرآن

خداوند ذوالجلال نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ (یعنی ہم نے یہ قرآن اتارا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کریں گے۔

خدا کی طرف سے حفاظت

رب العزة نے کلام ایسا فصیح و بلیغ و جامع نازل کیا ہے کہ اسکی ایک آیت کی مثل آیت کا بنانا تمام مخلوق کی قدرت سے باہر ہے جس زمانہ میں قرآن نازل ہوا عرب کی فصاحت و بلاغت معراج کمال پر تھی عرب کے مغرور فصحاء اپنے سوا تمام دنیا کو عجم (گونگا) کہتے تھے۔ جب قرآن نازل ہوا اور اس نے ان تمام اخلاق ذمیمہ کی برائی ظاہر کی جو اُن کی طبیعت ثانیہ ہو گئے تھے اور جن کو وہ مستحسن سمجھکر عمل میں لاتے تھے اور ان کو اپنے معبودوں، بتوں اور اپنے کیش کا بطلان نظر آیا۔ تو آگ بگولا ہو گئے ہر طرح مخالفت کرنے لگے، ہر طرح تکالیف پہونچانے لگے جس سے جو کچھ بن پڑا۔ اس نے اپنی کرنی میں کسر نہ کی۔ لڑے، مرے، خون کے دریا بہائے، یہ کیوں؟ قرآن کے مٹانے کیلئے، کیونکہ قرآن اُن کو اُن کے قدیم رسم و آئین کے خلاف عقائد مشرکانہ اور غیر مہذب اعمال و اخلاق سے بچنے کی تعلیم دیتا تھا۔ اور توحید الٰہی کی جس

اُس زمانہ میں دنیا کے کان آشنا نہ تھے تلقین کرتا تھا۔ اور یہ رہنما قرآن کا منزل علیہ کون تھا؟ ایک
یتیم ایک غریب، بے زر و بے پر۔ بےکس و بے بس، ایک اُمّی جو نہ نثر سے آشنا نہ نظم سے واقف، ایسے
مسکین کا یہ حوصلہ کہ بڑے بڑے اُمراء، مشہور جنگجوؤں اور نامور فصحاء کے آگے اُن کے دین و آئین کے خلاف
لب کشائی کرے۔ اس عجیب و غریب کلام کے مٹانے کے لئے اُنہوں نے سب ہی کچھ کیا۔ مجنون و ساحر کہہ کر
بدنام کیا۔ گالی گلوچ، مار پیٹ سے پیش آئے، لالچ دیا، برادری سے خارج کیا۔ غرض سب کچھ کیا۔ جب
کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو دیس نکالا دیا۔ اِس سے بھی کام نہ چلا تو جنگ و جدل برپا کی۔

لیکن صاحب قرآن نے اُن کے سامنے ایک آسان صورت فیصلہ پیش کی اور للکارا کہ تم سب مل کر
ایک ہی سورت بنالاؤ۔ یہ سُنکر سب کو سانپ سونگھ گیا۔ مقابلہ پر نہ آئے۔ کیا اُن سے ممکن نہ ہوتا تو نہ کرتے؟
ضرور کرتے مگر ہو ہی نہ سکتا تھا۔

اہل عرب جو اپنی فصاحت و بلاغت کے زعم میں تمام دنیا کو عجم (یعنی گونگا) کہتے تھے۔ جب آیات قرآن
اُن پر پیش کی گئیں تو اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکے هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (یہ تو کھلا ہوا جادو ہے)

عرب کے علاوہ دیگر ممالک کے کفار بھی اسلام کی خلاف جدوجہد میں کفار عرب کی طرح سرگرم رہے
اور زور و زر سے ہر طرح مخالفت کی لیکن باوجود ماہر علوم و فنون ہونے کے اس مقابلہ کا بھولے سے
بھی ارادہ نہ کیا۔

فصحاء بلغاء عالم کے کلام میں خواہ وہ کسی ملک کسی قوم کسی زبان کسی مذہب کے ہوں، اگر کسی جگہ
فصاحت نمودار ہے تو بلاغت مفقود ہے۔ پھر یہ کہ ایک عبارت، ایک شعر، ایک مصرع ایک دو مطالب کا
حامل ہوتا ہے۔ عام جامعیت نہیں، کلام میں یکسانیت نہیں۔ اگر ابتدا میں زور ہے تو آگے کو مدھم پڑتا چلا گیا ہے
بعض کی ابتدا معمولی اور زور بڑھتے بڑھتے آخر میں زور پیدا ہوتا ہے، تمام کلام یکساں دلچسپ نہیں
ہوتا۔ کچھ آگے کچھ پیچھے قابل و لغو ہوتا ہے، بیچ میں بھرتی ہوتی ہے۔ غرض کوئی کلام ایسا نہیں جسمیں تمام لوازم
فصاحت و بلاغت محاسن و جوہ موجود ہوں۔ یکسانیت و دلچسپی و جامعیت ہو۔

فصیح وہ کلام کہلاتا ہے جو کم از کم ان پانچ عیوب سے پاک ہو

(۱) غیر مانوس الفاظ نہ ہوں۔ (۲) کلمات کے حروف میں تنافر نہ ہو یعنی اہل زبان کی زبان پر ثقیل نہ ہوں
(۳) الفاظ خلاف قواعد و لغت نہ ہوں (۴) ضعف تالیف نہ ہو یعنی کلمات کا جوڑ بے قاعدہ نہ ہو۔
(۵) تعقید لفظی و معنوی نہ ہو یعنی الفاظ و معانی میں ایچ پیچ نہ ہو۔

کسی مخالف ماہر لسان نے قرآن میں ان عیوب میں سے کوئی ایک عیب بھی ثابت نہیں کیا۔

اسباب بلاغت میں سو قسم کے بدائع ہیں ۔ مجاز ۔ استعارہ ۔ کنایہ ۔ ارداف ۔ تمثیل ۔ تشبیہ ایجاز ۔ استطراد ۔ حسن التخلص ۔ تضمین ۔ تجنیس ۔ تکرار ۔ انسجام ۔ ایہام ۔ مبالغہ ۔ مطابقہ ۔ مقابلہ، تعریف ۔ اطناب وغیرہ وغیرہ

قرآن مجید تمام بدائع سے پُر ہے ۔ قرآن مجید کا طرز بیان اور طریق استدلال ایسا عجیب و غریب ہے، کہ جس سے اہل علم و بے علم دونوں مستفید ہوتے ہیں، کلام میں اول سے آخر تک یکساں زور و دلچسپی ہے فصحاء، بلغاء، شعراء کا بڑا سیدان سخن محسوسات کی کیفیات ہیں ۔ اس کے ساتھ کذب و مبالغہ جزو بلاغت ہے اور وہ کسی مضمون کے تابع نہیں رہتے ۔ لفاظی کیلئے جو مضمون سوجھ گیا جو قافیہ ہاتھ آگیا ۔ اسکو باندھ لیا اگر کسی فصیح و بلیغ کو مضمون کا پابند کر کے لفاظی اور قافیہ پیمائی سے منع کر دیا جائے اور کسی سادہ مضمون حسن اخلاق یا میراث وغیرہ کے متعلق فرمائش کیجائے تو فصاحت و بلاغت کی ساری ترکی تمام ہو جائے اگر کوئی شعر کوئی فقرہ ایسا طلب کیا جائے جو تمام لوازم فصاحت و بلاغت سے معمور ہو تو ساری شیخی کرکری ہو جائے ۔

قرآن مجید میراث، صدقات، عصمت وغیرہ وغیرہ تمام مضامین کو کمال فصاحت و بلاغت اور زور کے ساتھ ادا کرتا ہے اور ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف ایسی خوبی سے منتقل ہوتا ہے، کہ پڑھنے والے کو پتہ بھی نہیں چلتا ۔ اہل علم حیران رہجاتے ہیں ۔ قرآن سے جس قدر مسائل و علوم کا استنباط ہوا ہے اسکی نظیر ملنا ناممکن ہے ۔ یہ موقع اسکی تفصیل کا نہیں ۔ کسی دوسری جگہ انشاء اللہ اسپر کچھ لکھا جائیگا ۔

غرض خداوند علام نے کلام کو اس شان پر رکھا ہے کہ کیا باعتبار عبارت کیا باعتبار معانی، کیا باعتبار مطالب تمام مخلوق اس کا مثل بنانے سے عاجز ہے ۔ اسلئے اسمیں کوئی کلام نہیں مل سکتا ۔ اور کسی کا کلام کیا مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں مل سکتا ۔ جس جگہ حدیث میں آیت کا کوئی جملہ آگیا ہے وہاں دونوں کلام علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتے ہیں ۔

دوسرا طریق خدائے کریم نے حفاظت کا یہ قرار دیا ہے کہ پنجگانہ نماز میں قرآن کا پڑھنا فرض کیا ہے تراویح میں قرآن سننا ۔ قرآن کی تلاوت کا بڑا اجر مقرر کیا ہے ۔

نبی کی طرف سے حفاظت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی یہ حفاظت کی کہ کثیر التعداد لوگوں کو لکھا دیا ۔ لاکھ سے زیادہ نفوس کو پڑھا دیا ۔ ہزاروں کو حفظ کرا دیا ۔ اور اس کے لکھنے پڑھنے، حفظ کرنے کا بڑا اجر بیان فرمادیا تاکہ لوگوں کو رغبت ہو ۔

صحابہ کی طرف سے حفاظت

صحابہ نے ہر طرح حفاظت کی، لکھا پڑھا۔ حفظ کیا، اشاعت کی۔ لکھایا پڑھایا حفظ کرایا۔ سورتیں آیتیں، کلمات، حروف شمار کر دئے کہ کم وبیش کا وہم بھی نہ رہے۔ مدارس قایم کئے۔ معلمین ومتعلمین کے وظائف مقرر کئے۔ علم تفسیر کی بنیاد قایم کی۔

تابعین و تبع تابعین کی طرف سے حفاظت

اس مقدس گروہ نے تعلیم وکتابت میں اپنے اساتذہ کی پوری پوری پیروی کی، مدارس قایم کئے حفاظ و قرا کی ہر طرح اعانت وقدر کی۔ اعراب ونقاط قایم کئے۔ اور اُن کو شمار کرکے بتا دیا تاکہ غلطی کا احتمال نہ ہے تفاسیر تصنیف کی اور بعض علوم متعلقہ قرآن پر تصانیف کیں۔

علما رامت کی طرف سے حفاظت

حضرات ائمہ وعلما نے تعلیم وکتابت میں بے نظیر سعی کی، کثرت سے تفاسیر اور دیگر علوم قرآن پر تصانیف کیں مسائل کے استنباط کے اصول قایم کئے۔

عام امت کی طرف سے حفاظت

عوام نے رغبت کے پڑھا اور لکھا۔ نمازیں سب قرآن پڑھتے ہیں۔ ماہ رمضان میں تراویح میں سنتے ہیں پڑھے لکھے تلاوت کرتے ہیں۔ ناظرہ پڑھتے ہیں۔ حفظ کرتے ہیں۔

غرض اس کتاب کی ابتدا سے آج تک ایسی حفاظت ہوئی ہے کہ اس سے زیادہ خیال و قیاس میں نہیں آسکتی۔ اور وہ آج تک بعینہٖ محفوظ ہے۔

"جس حفاظت سے قرآن ہم تک پہونچا ہے۔ اسکی نظیر دنیا میں نہیں (انسائیکلوپیڈیا)

علوم القرآن

قرآن مجید علوم کا مخزن ومعدن ہے۔ بڑے بڑے علما و ائمہ نے یہ کام سرانجام کیا ہے۔ قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف ابن العربی ۵۴۲ھ نے لکھا ہے کہ "قرآن میں ستر ہزار علوم ہیں" ائمہ وعلما کی تصانیف وتفاسیر کو جو شخص مطالعہ کرے گا وہ اس قول کی صداقت کو تسلیم کرے گا۔

یہ تو اپنوں کی رائے ہے۔ اغیار سے سنئے۔

ڈاکٹر سورنس فرانسیسی نے لکھا ہے کہ: یہ کتاب (قرآن) تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے، بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کیلئے جو کتابیں طیار کی ہیں انمیں سب سے بہترین

کتاب ہے۔ اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کیلئے فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے۔ قرآن علماء کیلئے ایک علمی کتاب، شائقین علم لغت کیلئے ذخیرۂ لغات شعراء کیلئے عروض کا مجموعہ اور شرائع و قوانین کا عام انسائیکلوپیڈیا ہے مسلمانوں کو اس کتاب کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں۔ اسکی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہان کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز کئے ہوئے ہے۔ یہ واقعی بات ہے اور اسکی واقعیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشا پردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں اس کے عجائب ہیں جو روز بروز نئے نئے نکلتے رہتے ہیں اور اس کے اسرار ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے ( )

پروفیسر ڈیوزٹ لکھتے ہیں۔ ہم پر واجب ہے کہ اس امر کا اعتراف کریں کہ علوم طبیہ، فلکیہ، فلسفہ ریاضات وغیرہ جو قرن دہم میں یورپ تک پہنچے۔ وہ قرآن سے مقتبس ہیں۔ اور اسلام کی بدولت ہیں (صوت الحجاز ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ ہجری)

میرا کیا منہ ہے جو قرآن کے متعلق کچھ لکھ سکوں۔ یہ کام متبحر فضلا بھی مشکل سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ اس قسم کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ کہ قرآن مجید سے کس کس طرح کن کن علوم کا استنباط کیا جاتا ہے، اور کون کون سے علوم موجود ہیں۔ میری تحقیقات و معلومات اس معاملہ میں بمنزلہ صفر کے ہے۔ میں بطور نمونہ اشارۃً چند علوم کا ذکر کرتا ہوں۔

علم الحساب

اس علم کے اُصول میں دو چیزیں ہیں۔ عدد صحیح۔ عدد مکسر۔ جو عدد صحیح ہیں وہ حساب میں یا جمع کی صورت میں ہیں یا تفریق کی یا ضرب کی، یا تقسیم یا تنصیف یا تضعیف کی۔ باقی قواعد انہیں کی فروع ہیں۔

تفریق۔ عَاشَ مِنْهُمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا۔

ضرب۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ الخ

تقسیم۔ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ الخ

علم تعبیر رؤیا

اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا الخ۔ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا الخ

علم بدیع

صنعت مراعاۃ النظیر۔ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ الخ

صنعت عکس - يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ -

علم عروض

بحر رمل - ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ (فاعلاتن فاعلاتن فاعلان)

بحر متقارب - نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ - (فعولن فعولن فعولن فعولن)

علم الامثال

إِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ الآیۃ

علم القیافہ

فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ الخ

علم الصرف

قَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا - دَسّٰهَا کی اصل دسّس ہے - جب کئی حرف ایک صورت کے جمع ہوں تو تخفیفاً ایک کو بدلنا کسی دوسرے حرف سے منجملہ حروف ابدال کے بہتر ہوتا ہے لہذا ایک سین کو الف سے بدلا

علم الرجال

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ

علم الاخلاق

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ - هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ہ

یہ علم ایسی وسعت کے ساتھ قرآن مجید میں ہے کہ یہ مختصر اسکے مجمل بیان کی بھی متحمل نہیں ہو سکتی۔ ڈاکٹر آرنلڈ نے لکھا ہے :۔ اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں (پریچنگ آف اسلام)

علم التشریح

فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ الخ

علم النفس

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا الخ -

جغرافیہ

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ

ہیئت

تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا الآیۃ

علم التاریخ

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ الخ

علم المعیشت

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ الخ

علم درایت

إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ الخ

علم تجوید

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا۔

غرض کثیر التعداد علوم ہیں جو قرآن سے لئے گئے ہیں۔ اگر کوئی بنظر انصاف تاریخ وفقہ اسلام پر نظر کرے تو یہ امر اُس پر کماحقہ ظاہر وباہر ہو جائے گا۔

علوم التفسیر

قرآن مجید کے سمجھنے کے لئے اور اسکی تفسیر کیلئے جن علوم کی ضرورت ہے ائمہ نے ان کی تعداد تین سو سے زیادہ مقرر کی ہے ہر علم پر مختلف زبانوں میں ضخیم مجلدات تصنیف ہوتی رہی ہیں مسلمانوں نے قرآن اور قرآن کے متعلق علوم اور قرآن کی تفسیر اور اُس کے متعلق علوم کی بے نظیر حفاظت کی ہے۔

میں ان علوم میں سے کم وبیش سو کا ذکر تاریخ التفسیر میں کر چکا ہوں۔ یہاں زیادہ تفصیل کی ضرورت اور موقع نہیں۔ نمونہ کے طور پر چند علوم کے نام لکھے جاتے ہیں۔

علم آیات متشابہات۔ علم مدنی مکی۔ علم سبب نزول۔ علم موافقات صحابہ۔ علم اسمار قرآن وسور۔ علم جمع وترتیب قرآن۔ علم وقف وابتداء۔ علم آداب تلاوت، علم غریب۔ علم ضمائر۔ علم افراد وجمع۔ علم محکم ومتشابہ۔ علم بدیع۔ علم فواصل آیات۔ علم فواتح۔ علم مناسبت۔ علم استنباط علوم۔ علم ناسخ ومنسوخ علم آیات محکمہ۔ علم تشبیہ استعارات۔ علم امثال القرآن۔ علم قرات وغیرہ وغیرہ۔ ان علوم پر پانسو سے زیادہ تصانیف ہیں

تفاسیر قرآن

قرآن کلام الٰہی ہے جو رسول کریم پر نازل ہوا۔ قرآن میں انسان کی تمام دنیوی واُخروی ضروریات کیلئے ہدایات ہیں اور تمام علوم وفنون موجود ہیں۔ چونکہ ہدایات وضروریات کی انتہا نہ تھی اور کلام حد تحمل بشری سے

باہر گرنا نہ تھا۔ اسلئے قرآن میں صرف اصول مذکور ہیں اور بعض امور بالاجمال ہیں۔ اسلئے اُن کے سمجھانے کی ضرورت تھی۔ خداوند ذوالجلال نے رسول کریم میں ایسی قابلیت پیدا کر دی تھی کہ آپ منشائے الٰہی کو سمجھ جاتے تھے اور وحی خفی کے ذریعہ سے بھی آپ کو آگاہ کر دیا جاتا تھا۔ اسلئے جو آیت آپ پر نازل ہوتی تھی۔ آپ مسلمانوں کو پڑھا دیتے۔ حفظ کرا دیتے۔ سمجھا دیتے۔ جو کچھ آپ فرماتے وہ قرآن کی تفسیر تھی۔ آپ کے اس ارشاد کو حدیث کہتے ہیں۔ اسلئے قرآن کے سب سے پہلے مفسر رسول کریم اور سب سے پہلی تفسیر حدیث ہے بعض صحابہ آیات کے ساتھ حضور کے تفسیری جملے بھی لکھ لیتے تھے۔ آپ کے عہد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے ایک ہزار حدیث کا ایک مجموعہ مرتب کر کے صادقہ نام رکھا تھا۔ یہ کتاب دوسری صدی ہجری تک موجود تھی (تاریخ الحدیث ۹۹) ۔ باقی تفسیر کے نام سے حضور کے عہد میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ ایک تفسیر النبی مشہور ہے۔ اسمیں حضور کی فرمودہ تفسیر کو بیان کیا گیا ہے مگر یہ کئی صدی بعد شیخ ابوالحسن محمد بن قاسم الفقیہ نے مرتب کی ہے۔ عہد خلافت راشدہ میں دو تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ ایک حضرت ابی بن کعب کی تفسیر یہ پانچویں صدی ہجری تک موجود تھی (تاریخ التفسیر ۱۲)

دوسری تفسیر عباسی حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر اس کے متفرق نسخے متفرق کتب خانوں میں اب تک موجود ہیں، خلافت راشدہ کے بعد بہت سی تفسیریں تصنیف ہوئی ہیں۔ راقم السطور نے پانسو تفاسیر کا تذکرہ تاریخ التفسیر میں کیا ہے۔ تیرہویں صدی ہجری کے وسط تک مکمل تفسیر کی تعداد (۱۶۱) تھی قرآن کی تفاسیر و تراجم سے کوئی ملک کوئی قوم کوئی زبان کوئی زمانہ خالی نہیں رہا۔

پچاس پچاس چالیس چالیس جلدوں کی بہت تفسیریں ہیں اور اس سے کم تعداد کی اور بھی زیادہ لیکن ان سے زیادہ تعداد کی تفسیریں بھی ہیں۔

تفسیر انوار الفجر قاضی ابوبکر بن العربی ۵۴۳ھ (۸۰ جلد)

تفسیر الادفوی شیخ محمد بن علی ۳۸۸ھ (۱۲۰ جلد)

تفسیر علائی شیخ محمد بن عبدالرحمن بخاری ۵۴۶ھ (۱۰۰۰ جلد)

تفسیر الاستغنا شیخ ابوبکر محمد ۳۸۸ھ (۱۰۰ جلد)

تفسیر الشیرازی شیخ ابو محمد عبدالوہاب ۵۰۰ھ (ایک لاکھ اشعار)

تفسیر امام ابن جریر ۳۱۰ھ (تین ہزار ورق)

اس زمانہ میں بھی علامہ جوہری طنطاوی ۱۳۵۸ھ نے پچیس جلدوں میں تفسیر لکھی ہے تفسیر میں چونکہ مفسر کے علم و رائے کا زیادہ دخل ہوتا ہے اسلئے کسی تفسیر کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا

کہ یہ بالکل صحیح ہے۔ اکثریت کے اعتبار پر تفاسیر و تراجم کو مستند اور غیر مستند کہا جاتا ہے۔ تخمیناً ستر سے زیادہ مکمل تفسیریں عربی، فارسی، اُردو میں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں۔ اکثر کا ذکر میں نے "تاریخ التفسیر" میں کیا ہے۔ اصل تفسیر اور صحیح تفسیر وہ ہے جو کتب صحاح ستہ میں ہے یا جو روایات صحیحہ سے ثابت ہے حضرت ابی بن کعب کی تفسیر سے امام احمد بن حنبل نے مسند میں، امام ابن جریر طبری نے تفسیر میں۔ حاکم نے مستدرک میں بہت کچھ لیا ہے۔ وہ بشرط صحت روایت مسلّم ہے۔

تفسیر عباسی یعنی حضرت عبد اللہ بن عباس کی تفسیر کے جو نسخے موجود ہیں۔ اُن میں زیادہ معتبر وہ ہیں جو معاویہ بن ابی صالح نے علی بن طلحہ سے اور اُنہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ اس کے علاوہ عکرمہ، طاؤس، قیس بن سلم کے طریق بھی صحیح ہیں۔

ہندوستان والوں کیلئے تفسیر کا اچھا ذخیرہ یہ ہے کہ وہ توضیح القرآن شاہ عبد القادر دہلوی رح تفسیر فتح العزیز شاہ عبد العزیز دہلوی رح۔ جامع التفاسیر نواب قطب الدین خان دہلوی۔ تفسیر نواب صدیق حسن خان ترجمان القرآن مولانا ابوالکلام آزاد۔ بیان القرآن مولانا اشرف علی تھانوی۔ تفسیر حقانی مولانا عبد الحق حقانی دہلوی کا مطالعہ کریں۔

تراجم قرآن

قرآن مجید کے ترجمے ہر ملک و ہر زبان میں ہوئے ہیں اور ان کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ مسلمانوں نے ترجمے کئے ہیں اور غیر مسلموں نے بھی کئے ہیں۔ تمام تراجم کی صحیح تعداد بتانا مشکل ہے۔ تراجم کی ایک فہرست تاریخ القرآن میں حافظ اسلم جیراجپوری نے دی ہے لیکن اسمیں بہت کم تراجم درج ہیں۔ ایک فہرست رسالہ برہان دہلی فروری ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی ہے۔ یہ فہرست مفصل ہے۔ اور اس میں تراجم کی خاصی تعداد درج ہے لیکن یہ فہرست بھی مکمل نہیں۔ برہان والی فہرست میں سو سے کم تراجم ہیں۔ جو فہرست خاکسار نے مرتب کی ہے۔ وہ درج ذیل ہے اسمیں ایک سو چالیس کے قریب تراجم درج ہیں۔ لیکن اسکو بھی مکمل نہیں کہا جا سکتا۔

انگریزی زبان میں تراجم

(۱) ترجمہ سکندر روس۔ ۱۶۴۹ء میں شایع ہوا۔ پھر ایک مرتبہ لندن سے اور ایک بار امریکہ سے شایع ہوا

(۲) ترجمہ جارج سیل مع مقدمہ ۱۷۳۴ء۔ چھتیس مرتبہ شائع ہوا۔ آخری ایڈیشن ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا۔ اسپر سر ولسن روس کا مقدمہ بھی ہے۔ یہ ترجمہ امریکہ میں آٹھ مرتبہ شائع ہوا۔

(۳) ترجمہ روڈول ۱۸۶۱ء - آٹھ مرتبہ شائع ہو چکا ہے - امریکہ میں بھی شائع ہوا ہے -

(۴) ترجمہ ای - ایچ پامر ۱۸۸۰ء - تین مرتبہ شائع ہوا - ایک مرتبہ امریکہ میں شائع ہوا -

(۵) ترجمہ عبدالحکیم خان ۱۹۰۵ء

(۶) ترجمہ مرزا ابوالفضل ۱۹۱۳ء

(۷) ترجمہ محمد علی ۱۹۱۲ء - تین مرتبہ شائع ہوا - اور ہالینڈ کی زبان میں بھی منتقل کیا گیا -

(۸) ترجمہ غلام سرور ۱۹۳۰ء میں آکسفورڈ سے شائع ہوا -

(۹) ترجمہ پکھتال - ۱۹۳۰ء یہ ترجمہ حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ کے حکم سے کیا گیا - ۱۹۳۱ء میں نیو یارک (امریکہ) سے شائع ہوا

(۱۰) ترجمہ ڈاکٹر بل -

(۱۱) ترجمہ لین - منتخب ترجمہ -

(۱۲) ترجمہ مارگولیس - سولہ سیپارے کا ہے -

(۱۳) ترجمہ نواب عماد الملک

(۱۴) ترجمہ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

(۱۵) ترجمہ عبداللہ یوسف علی ۱۹۳۵ء

(۱۶) ترجمہ مولوی عبدالماجد دریابادی - ابھی مکمل شائع نہیں ہوا

فرانسیسی زبان میں تراجم

(۱) ترجمہ داروئیر - ۱۶۴۷ء میں پیرس میں چار مرتبہ شائع ہوا - لاہی میں چار مرتبہ شائع ہوا - امسٹرڈم میں تین مرتبہ شائع ہوا - پھر اس کو انگریزی میں سٹروس نے اور ہالینڈ کی زبان میں گلاسیا کو نے ۱۶۵۸ء میں منتقل کیا - پھر ہالینڈ کی زبان سے جرمنی میں کولانگی نے منتقل کیا - پھر اس ترجمہ کا ترجمہ ۱۷۱۶ء میں روسی زبان میں ڈمبیرلویں کا نیٹز نے کیا - ۱۷۹۰ء میں روسی زبان میں فرنکین نے بھی کیا -

(۲) ترجمہ سیوری ۱۷۸۳ء - آٹھ مرتبہ - ایک مرتبہ امسٹرڈم میں اس کا ترجمہ ۱۸۴۳ء میں اطالوی زبان میں ہوا - اور ۱۹۱۳ء میں قستلانی زبان میں ہوا - اور ۱۹۱۱ء میں ارمنی زبان میں ہوا -

(۳) ترجمہ کشیمرسکی ۱۸۵۲ء - بائیس مرتبہ شائع ہوا - اس کا ترجمہ ۱۸۴۴ء میں قستلانی زبان میں اور گلزہ نے اطالوی میں ۱۸۴۴ء - پھر دوبارہ اطالوی میں اس کا ترجمہ ۱۹۱۳ء میں ہوا - نیکولف نے ۱۸۶۴ء میں اسکو روسی میں منتقل کیا - کونٹش نے ۱۹۱۱ء میں ارمنی میں منتقل کیا -

(۴) ترجمہ ایڈورڈ مونبر۔ ۱۹۲۶ء۔ اس کا ترجمہ اطالوی میں ہوا۔
(۵) مزد روس۔ ۱۹۳۶ء۔
(۶) ترجمہ لامیش ۱۹۳۱ء۔
(۷) ترجمہ فاطمہ زاہدہ ۱۸۶۱ء

جرمنی میں تراجم

(۱) ترجمہ شویکر ۱۶۱۶ء چار مرتبہ شائع ہوا۔
(۲) ترجمہ ڈیوڈ نارٹر ۱۷۰۳ء
(۳) ترجمہ مگرلین ۱۷۷۲ء
(۴) ترجمہ بولیس ۱۷۷۳ء۔ اسکو ۱۸۲۳ء میں دول نے بعد تنقیح و تہذیب دوبارہ شائع کیا۔
(۵) ترجمہ المان ۱۸۴۰ء۔ آٹھ مرتبہ شائع ہوا۔
(۶) ترجمہ ہیننگ ۱۹۰۶ء
(۷) ترجمہ گری گول ۱۹۰۱ء
(۸) ترجمہ روگرٹ ۱۸۸۰ء
(۹) ترجمہ گرم ۱۹۲۳ء۔
(۱۰) ترجمہ گولڈاسمتھ ۱۹۱۲ء۔ دو مرتبہ شائع ہوا
(۱۱) ترجمہ لسنگی ۱۷۸۸ء۔
(۱۲) ترجمہ آرنلڈ ۱۷۴۶ء۔
(۱۳) ترجمہ گلاروٹ ۱۹۱۰ء۔

یونانی

(۱) ترجمہ نیشائی ۱۸۸۰ء تین مرتبہ شائع ہوا

لاطینی

(۱) ترجمہ بلیانڈر ۱۵۴۳ء۔
(۲) ترجمہ ماروس ۱۶۹۸ء۔

پولینڈ

(۱) ترجمہ پوشکیفہ ۱۸۵۹ء۔

اٹالین

(۱) ترجمہ اریفاس ۱۸۲۵ء

(۲) ترجمہ گلزہ ۱۸۴۷ء

(۳) ترجمہ تبریری ۱۸۸۲ء۔ تین مرتبہ شائع ہوا۔

(۴) ترجمہ ڈیولائی ۱۹۱۲ء

(۵) ترجمہ برانسی ۱۹۱۳ء

(۶) ترجمہ فراقاسی ۱۹۱۴ء

(۷) ترجمہ فرجو ۱۹۲۷ء

(۸) ترجمہ بونگی ۱۹۲۹ء

پرتگالی

(۱) اس زبان میں صرف ایک ترجمہ ہے جو فرانسیسی سے ترجمہ ہوا ہے

اسپینی

(۱) ترجمہ ڈی رولس ۱۸۴۴ء

(۲) ترجمہ اورٹیز ۱۸۷۳ء

(۳) ترجمہ رگیو ندو ۱۸۷۵ء

(۴) ترجمہ برادو ۱۹۰۷ء

(۵) ترجمہ کاٹو ۱۹۱۳ء۔ تین مرتبہ شائع ہوا۔

(۶) ترجمہ ہرنن ڈز ۱۸۸۳ء

ہنگری

(۱) ترجمہ زوبا پروکذیون ۱۸۵۴ء

(۲) ترجمہ غرسون

سروی

(۱) ترجمہ سیکولو پیراشن ۱۸۹۵ء

ہالینڈ

(۲) ترجمہ شوبگر ۱۶۴۱ء

(۲) ترجمہ گلامینز ۱۸۵۵ء۔ دوبارہ شائع ہوا

(۳) ترجمہ زولینس ۱۸۵۹ء

(۴) ترجمہ کیسزو ۱۸۶۰ء۔ چار مرتبہ شائع ہوا

(۵) ترجمہ احمدیہ کا ترجمہ ہالینڈ کی زبان میں کیا گیا۔

البانی

(۱) اس زبان میں ایک ترجمہ ایک مسلمان نے کیا ہے جس نے اپنا نام ا۔م۔ق لکھا ہے۔

عبرانی

(۱) ترجمہ رکندروف ۱۸۵۷ء

(۲) ترجمہ رولین ۱۹۲۳ء

انڈوچائنا کی زبان

(۱) ترجمہ احمد شاہ کونیور ۱۹۱۶ء

ڈنمارک

(۱) ترجمہ پڈرسن ۱۹۱۹ء

(۲) ترجمہ گول ۱۹۲۶ء

ارمنی

(۱) ترجمہ امیر چینگیز ۱۹۰۹ء۔ دو مرتبہ شائع ہوا

(۲) ترجمہ سورتر ۱۹۱۱ء

(۳) ترجمہ کدپٹیان ۱۹۱۲ء

رومانی

(۱) ترجمہ الیسوبکل ۱۹۱۲ء

آسٹریا

(۱) ترجمہ زوبابرودگدیوں

(۲) ترجمہ گرسون

جاپانی

(۱) ترجمہ سکاموٹو

بوہمی

(۱) ترجمہ دلسبلی ۱۹۲۵ء
(۲) ترجمہ نیکل ۱۹۳۳ء

بلغاری

(۱) ترجمہ سوٹوموف ۱۹۳۳ء
(۲) ترجمہ سکولف ۱۹۲۳ء

چینی

(۱) ترجمہ پاؤسن چینچنگ ۱۹۳۹ء
(۲) ترجمہ لوین جو دہاجو جز ۱۹۲۳ء
(۳) ترجمہ جینچوگ می ۱۹۳۱ء
(۴) ترجمہ جی چشنگ ۱۹۲۷ء۔

سویڈن

(۱) ترجمہ کروسٹشوپ ۱۸۴۳ء
(۲) ترجمہ نوربرگ ۱۹۲۷ء
(۳) زٹرسٹین ۱۹۱۷ء

افغانی

(۱) اس زبان میں صرف ایک ترجمہ کا پتہ چلا ہے جو ۱۳۱۹ ہجری میں شائع ہوا ہے۔

سواہیل زبان

(۱) ترجمہ ڈی لٹ ۱۹۲۳ء

بنگالی

(۱) اُردو ترجمہ شاہ رفیع الدین کو بنگالی میں ۱۲۴۹ء میں منتقل کیا گیا۔
(۲) ترجمہ مدہو بیان ۱۹۰۱ء
(۳) ترجمہ نعیم الدین ۱۸۹۹ء
(۴) ترجمہ مجلس علمار بنگال ۱۸۸۳ء
(۵) ترجمہ گولڈساک ۱۹۰۸ء۔ دو مرتبہ شائع ہوا۔

پنجابی

(۱) ترجمہ بارک اللہ ۱۲۹۶ھ۔ دو مرتبہ شائع ہوا
(۲) ترجمہ ہدایت اللہ غلزئی ۱۳۰۵ھ۔
(۳) ترجمہ شمس الدین بخاری ۱۳۱۲ھ
(۴) ترجمہ فیروز الدین ۱۹۰۳ء

سندھی

(۱) ترجمہ عزیز اللہ المقلوی ۱۲۹۳ھ
(۲) ترجمہ محمد صدیق عبد الرحمن ۱۲۹۷ھ

گجراتی

(۱) ترجمہ عبد القادر بن لقمان ۱۸۷۹ء
(۲) ترجمہ حافظ عبد الرشید ۱۳۱۱ھ دو مرتبہ شائع ہوا
(۳) ترجمہ محمد اصفہانی ۱۹۰۰ء
(۴) ترجمہ غلام علی ۱۹۰۳ء

جاوی زبان

(۱) ترجمہ نیاو پاہ ۱۹۰۳ء

پشتو

(۱) ایک ترجمہ پشتو میں مولوی جمال الدین خان وزیر ریاست بھوپال نے بعہد شاہجہان بیگم کرایا۔

ترکی

(۱) ترجمہ حسین حسیب آفندی۔
(۲) ترجمہ علامہ جمال۔
(۳) ایک ترجمہ ترکی زبان میں نواب سکندر بیگم صاحبہ والیہ بھوپال متوفیہ ۱۲۸۵ھ نے کرایا۔

ہندی

(۱) ایک ترجمہ ہندی میں رئیس التجار خان بہادر احمد الدین اوبلی ای سکندر آباد دکن نے کرایا
یہ غالباً ۱۳۵۰ ہجری میں شائع ہوا ہے
تلنگی میں ایک ترجمہ ہے تفصیل معلوم نہیں۔ مرہٹی میں بھی علی ہذا القیاس۔

فارسی

(۱) ترجمہ شیخ سعدی شیرازی (ساتویں صدی ہجری)

(۲) ترجمہ آقا نعمت اللہ طہرانی۔

(۳) ترجمہ مرزا خلیل اصفہانی۔

(۴) ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلوی۔

(۵) ترجمہ شاہ عبدالعزیز دہلوی۔

(۶) ترجمہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی۔

ہندوستانی قدیم

(۱) ہندوستانی زبان میں سب سے پہلا ترجمہ راجہ مہروگ بن رائگ فرمانروائے حصہ شمالی پنجاب نے ۲۷۰ھ ہجری میں کرایا۔ پروفیسر گھوشال ایم اے، ایم آر۔ اے۔ ایس، ایف، ایس اے لندن لکھتے ہیں۔ "اسی صدی (نویں صدی عیسوی) میں قرآن شریف کا ہندو راجہ کی تحریک پر ہندی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔" (رسالہ ترقی زبان صفحہ ۳۵)

اُردو زبان

(۱) اُردو میں پہلا ترجمہ مولوی عزیز اللہ ہمرنگ اورنگ آبادی (دکن) کا ہے اس کا نام چراغ ابدی ہے (۱۲۱۱ھ ہجری) لیکن یہ صرف تیسویں پارہ کا ہے۔

(۲) سب سے پہلا مکمل اُردو ترجمہ حکیم شریف خان دہلوی متوفی ۱۲۲۲ھ کا ہے۔ لیکن یہ ابتک شائع نہیں ہوا اور اُن کے خاندان میں محفوظ ہے۔

(۳) ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی ۱۲۳۰ھ۔ یہ نہایت معتبر و مستند اور مقبول ترجمہ ہے اور بعد کے تمام اُردو ترجمہ کرنے والوں نے اس سے مدد لی ہے۔ یہ ترجمہ اتنی مرتبہ مختلف سنین اور مختلف مطابع میں شائع ہوا ہے کہ اس کا صحیح شمار نہیں بتایا جا سکتا۔ اور ابتک اسکی اشاعت برابر جاری ہے۔

(۴) ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی (۱۲۳۳ھ) یہ بھی مقبول و مستند ترجمہ ہے۔ بارہا شائع ہو چکا ہے اور ابتک برابر اشاعت جاری ہے۔

(۵) ترجمہ مولوی فتح محمد جالندہری۔

(۶) ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد خان دہلوی

(۷) ترجمہ سرسید احمد خان دہلوی

(۸) ترجمہ مرزا حیرت دہلوی۔

(۹) ترجمہ مسٹر محمد علی لاہوری۔

(۱۰) ترجمہ مولوی فتح محمد تائب لکھنوی۔

(۱۱) ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرت سری۔

(۱۲) ترجمہ ڈاکٹر عبد الحکیم۔

(۱۳) ترجمہ مولوی احمد رضا خان بریلوی۔

(۱۴) ترجمہ نواب وقار نواز جنگ۔

(۱۵) ترجمہ خواجہ حسن نظامی دہلوی۔

(۱۶) ترجمہ مولانا عبد الحق حقانی دہلوی۔ متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔

(۱۷) ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی۔ متعدد مرتبہ شائع ہو چکا ہے اور ابتک برابر اشاعت جاری ہے

(۱۸) ترجمہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی۔ بارہا شائع ہو چکا ہے۔

(۱۹) ترجمہ مولانا ابو الکلام آزاد۔

(۲۰) ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی۔ کئی بار چھپ چکا ہے۔

(۲۱) ترجمہ مولوی ابو محمد مصلح۔

(۲۲) ترجمہ مولوی عبد الرحیم۔

اِن اُردو تراجم میں ترجمہ نمبر ۳ و ۴ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ زیادہ معتبر ہیں۔

یہ میں نے کل (۳۱) تراجم کی فہرست دی ہے جو برہان کی پیش کردہ فہرست سے دو چند کے قریب ہے۔

قرآن اور الفاظ دخیلہ

دنیا کی پہلی زبان، دنیا کی سب زبانوں میں سب سے زیادہ باقاعدہ زبان، السنۂ عالم میں سب سے زیادہ سرمایہ رکھنے والی زبان عربی ہے اور یہی تمام زبانوں کی اصل ہے۔ اور تمام زبانوں میں کثیر سرمایہ اسی کا دیا ہوا ہے۔ اس لئے کسی لفظ کے متعلق یہ کہنا کہ یہ فلاں زبان سے عربی میں آیا ہے مشکل ہے۔ بالخصوص اُس زمانہ میں جبکہ دنیا میں نہ ایسا قابل فخر تمدن تھا، نہ علوم فنون کا سمندر موجزن تھا۔ اس عہد میں تو ہر زبان اس قابل ہو گی کہ اپنی ہی پونجی سے اپنا کام چلا سکے۔ اور عربی زبان تو ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ اسکو دوسروں کی طرف نظر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور قرآن مجید کی عبارت میں دوسری زبانوں کے الفاظ

کا کیا کام تھا؟ کیا عربی ایسی نادار اور کم مایہ زبان تھی کہ قرآن کی سیدھی سادی عبارت کیلئے اُس کے پاس الفاظ نہ تھے! جو مصنفین اس قابل ہوئے ہیں اُنہوں نے محنت سے لغت عرب میں تو جستجو کی نہیں دیگر اُلسنہ میں کسی لفظ کا استعمال دیکھکر سمجھ گئے کہ یہ فلاں زبان کا لفظ ہے۔ اس قسم کے الفاظ کے متعلق بعض بے سروپا باتیں بھی لکھ گئے۔ کسی نے لکھا طوبیٰ ہندی لفظ ہے حالانکہ ہندی لغت میں کوئی لفظ طوبیٰ نہیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب "عرب و ہند کے تعلقات" میں اس قسم کے الفاظ کے متعلق جو بعض متقدمین نے اُلسنہ غیر کے قرار دئے ہیں لکھا ہے کہ یہ لغو اور غلط ہے۔

اسی طرح مسک (مشک) زنجبیل اور کافور کے متعلق کہنا کہ یہ ہندی لفظ ہیں غلط ہے۔ کیونکہ مسک کو اوّل سنسکرت میں مرگ مدہ، پھر مرگ نابیہ، پھر کستوری کہا گیا ہے۔ اور کافور کو گھنسارہ پھر چندرہ پھر ستابہرہ کہا گیا ہے۔ اور زنجبیل کو وشو بھیشم، پھر مہوشدم، پھر ناگرم، پھر ستنہٹی کہا گیا ہے۔

موسکا۔ زرنجیرا۔ کرپورم، یہ الفاظ کتب طب سنسکرت میں ۸۰۰ء کے بعد آئے ہیں جب سندھ پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ اور حکمائے ہند دربار خلافت میں باریاب ہوچکے تھے۔ اس لئے موسکا مسک کی زرنجیرا زنجبیل کی، کرپورم کافور کی خرابی ہے۔

زرنجیرا ہندی لفظ نہیں، فرانسیسی لفظ ہے (ام الالسنہ خواجہ کمال الدین ص۵۴)۔ ڈاکٹر لیبان فرانسیسی نے اقبال کیا ہے کہ فرانسیسی میں ادویہ کے نام عربی سے آئے ہیں اسلئے زرنجیرا ضرور زنجبیل کی خرابی اور زنجبیل عربی لفظ ہے۔ زنجبیل اور کافور جنت کے چشموں کے نام ہیں۔ جنت کی زبان عربی ہے اور جنت دنیا سے پہلے پیدا ہوئی ہے۔ زنجبیل عرب میں عمان میں پیدا ہوتا ہے۔ کافور عرب میں ایک خوشبو کا بھی نام تھا جو کیلے کے خوشے سے بنائی جاتی تھی۔ مشک خطا و ختن کا مشہور ہے۔ اسلئے ان الفاظ اور خوشبوؤں کو ہندوستان سے مخصوص کرنا صحیح نہیں۔

قرآن ہفت قبائل عرب کی فصیح زبان ہے۔ امام دانی نے سبعۃ احرف کی تشریح میں صرف ہفت فصیح قبائل قریش کو لکھا ہے۔ اگر محققین کے نزدیک غیر زبانوں کے الفاظ بھی ہوتے تو امام موصوف ضرور ظاہر فرما دیتے۔ کہا جا سکتا ہے کہ ان ہفت قبائل عرب نے کسی زبان کا لفظ لیکر استعمال کرلیا ہو تو اس کے جواب میں میں صرف دو باتیں عرض کروں گا۔ یہ ممکن ہے مگر الفاظ مذکورہ اور دیگر قرآنی الفاظ ایسے اہم اور خاص الفاظ و محاورات نہیں ہیں جن سے ایک عظیم الشان زبان خالی ہو عظیم الشان کیا معمولی زبان بھی خالی نہیں ہوسکتی۔

قرآن مجید میں جس جگہ قرآن کے متعلق کچھ بیان آیا ہے، عربی کی خصوصیت کی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے

کہ یہ خالص عربی زبان ہے اسمیں الفاظ دخیلہ وغیرہ کا قائل ہونا غلطی ہے - عربی قدیم کے بعض متروک اسماء آئے ہیں جن کو بعض نے غلطی سے دخیلہ سمجھا ہے۔

امام شافعیؒ جیسے فصیح و بلیغ و ماہر لسان کا قول ہے کہ عربی ایسی وسیع زبان ہے کہ اس کا احاطہ نبی کے سوا کسی سے ممکن نہیں - یہ کیسی بیجا جرأت ہے کہ اس زبان کے قدیم الفاظ کو دخیل کہا جائے۔

خلیل بصری نے عربی الفاظ کی تعداد ایک کروڑ چوبیس لاکھ کے قریب بیان کی ہے - اس لئے قدیم عربی الفاظ میں سے کسی لفظ کو دخیلہ کہنے کا وہ شخص حق رکھتا ہے جو سوا کروڑ الفاظ کا علم رکھتا ہو - اور تمام شاذ اور متروک الفاظ پر حاوی ہو کیونکہ بعض عربی الفاظ ایسے بھی ہیں جن کو علمائے لغت نے غیر فصیح قرار دیکر درج لغت نہیں کیا اور بعض الفاظ ایسے ہیں جو عربی قدیم سے دوسری زبانوں میں گئے جیسے بعض اسماء اور پھر وہ لوٹ کر عربی میں آ گئے - اس لئے اس قسم کے الفاظ سے بعض کو گمان ہو گیا ہے کہ قرآن میں الفاظ دخیلہ بھی ہیں۔

عرب کے معنی خالص اور فصیح کے ہیں چونکہ اس خطہ کی زبان اور نسل خالص بھی اور زبان طاقتور بھی، اس لئے نام عرب ہو گیا تھا - الفاظ دخیلہ پر ہم نے مفصل بحث رسالہ زبان و قلم میں کی ہے۔

تواتُر

کسی چیز کو اس قدر آدمی بیان کریں کہ اُن کا جھوٹ پر متفق و مجتمع ہونا محال ہو - تواتر کہلاتا ہے

تواتر کی چار قسمیں ہیں - تواتر اسنادی - تواتر طبقہ - تواتر قدر مشترک - تواتر توارث

تواتر اسنادی جو بسند صحیح مسلسل مذکور ہو۔

تواتر طبقہ - یہ نہ معلوم ہو کہ کس نے کس سے لیا بلکہ یہ تحقیق ہو کہ پچھلے طبقہ نے پہلے طبقہ سے لیا

تواتر قدر مشترک - اس قسم کا تعلق قرآن سے نہیں حدیث سے ہے (تاریخ الحدیث ملاحظہ ہو)

تواتر توارث - ایک نسل نے دوسری نسل سے لیا ہو یعنی بیٹے نے باپ سے - اُس نے اپنے باپ سے

صحابہ اور صحابیات کی تعداد لاکھوں تھی - ان میں سے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ قرآن یاد تھا - اور کچھ نہ کچھ قرآن ہر ایک نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سُنا تھا - ان میں ہزاروں حفاظ تھے - ان میں دس ہزار مشہور حفاظ تھے - ان میں سینکڑوں قراء تھے - صحابہ کی ایک جماعت کثیر نے خود حضور سے قرآن پڑھا - باقی کو حضور کی حیات میں حضور کے حکم سے حضور کے زیر اہتمام مسجد نبوی میں صحابہ نے تعلیم دی۔

ہزاروں قراء کی اسناد مسلسل اس زمانہ سے لیکر رسول کریم تک کتب سیر و تاریخ میں موجود ہیں اور ہر

زمانہ کے قرار اپنی اسناد کو کتابوں میں شائع کراتے رہے ہیں۔

زمانہ رسالت سے آج تک ہر ملک میں ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے لیتا چلا آیا ہے۔ اور ابتداء سے آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور اسی طرح جاری رہے گا۔

رسول کریم سے قرآن حاصل کیا صحابہ نے، صحابہ سے تابعین نے، تابعین سے تبع تابعین نے، اسی طرح مسلسل آج تک۔

رسول کریم سے قرآن حاصل کیا حضرت علی نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام حسین نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام زین العابدین نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام باقر نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام جعفر صادق نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام موسیٰ کاظم نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام رضا نے، اسی طرح مسلسل کثیر التعداد خاندانوں میں تعلیم قرآن کا سلسلہ ہے۔

اگر قرار کی صرف اسناد نقل کی جائیں تو کئی ضخیم جلدیں مرتب ہو جائیں۔ میں صرف ایک سند ثبوت و تکمیل مضمون کیلئے نقل کرتا ہوں۔ قاری عبداللہ کی تک سلسلہ اس کتاب میں کسی بیان میں نقل کیا جا چکا ہے قاری عبداللہ سے آگے سلسلہ اس طرح ہے۔

قاری عبداللہ عن شیخ ابراھیم سعد عن شیخ حسن بدیر عن شیخ محمد المتولی عن شیخ احمد التہامی عن شیخ احمد سلمونہ عن شیخ ابراھیم العبیدی عن شیخ عبدالرحمن الاجھوری عن شیخ احمد البقری عن شیخ محمد البقری عن شیخ عبدالرحمن الیمنی عن شیخ سجادہ یمنی عن شیخ عبدالحق السنباطی عن شیخ ذکریا الانصاری عن شیخ رضوان العقبی عن شیخ محمد النویری عن شیخ محمد الجزری عن شیخ ابن لبان عن شیخ احمد صھر الشاطبی عن شیخ ابی الحسن علی بن هذیل عن شیخ ابی داؤد سلیمان عن شیخ ابی عمر الدانی عن شیخ ابی الحسن طاھر بن غلبون عن شیخ ابی الحسن علی بن محمد بن صالح الہاشمی عن شیخ ابی محمد عبید بن الصباح عن الامام حفص عن الامام عاصم بن ابی النجود الکوفی عن الامام زر بن حبیش الاسدی عن الامام عبدالرحمن بن حبیب السلمی عن زید بن ثابت و ابی بن کعب و عبداللہ بن مسعود و علی بن ابی طالب و عثمان ابن عفان اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

غرض قرآن مجید کا تینوں قسم کا تواتر ایسا واضح اور شاندار طور پر صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ دنیا کی کسی کتاب کو حاصل نہیں۔

یہ تو تعلیم و روایت کا مذکور تھا۔ قرآن مجید کی کتابت میں بھی تواتر ہے۔ یعنی ہر کاتب اپنے اُستاد کے

قرآن کی کتابت سیکھتا چلا آیا ہے۔ اور اساتذہ نے قرآن لکھے ہیں۔ کتب فن میں ان اساتذہ کا مفصل تذکرہ ہے۔ میں نے کہیں لکھا ہے کہ میرے جدا علیٰ (پردادا) قاضی علی احمد رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۵۸ھ قرآن کے مشہور کاتبوں میں تھے۔ حضرت کی سند کتابت یہ ہے۔

قاضی علی احمد عن حافظ سعید الدین عن حافظ ابراہیم عن حافظ نور اللہ عن میر حاجی عن آغا عبد الرشید دیلمی عن میر عماد عن زین الدین شعبان عن شمس الدین قزوینی عن شمس الدین بن ابی رقیبہ عن عماد بن عفیف عن ولی عجمی عن امین الدین یاقوت عن زینب خاتون عن محمد بن عبد الملک عن ابی الحسن علی بواب عن محمد بن اسد عن ابن مقلہ عن ابی الفرج کوفی عن ابی حدی کوفی عن مہدی کوفی عن الامام کسائی عن ضحاک بن عجلان عن خالد بن ابی الہیاج عن ابی الاسود دوئلی عن علی المرتضی رضی اللہ عنہ

قرآن کے مشہور کاتب جن کے لکھے ہوئے قرآن لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان میں شائع ہوئے ہیں یعنی منشی ممتاز علی دہلوی انہوں نے حضرت جد اعلیٰ مرحوم سے استفادہ کیا تھا۔

صاحبزادے محمد رفیق خان بہادر ٹونکی جو قرآن نویسی کے شغل میں مشغول ہیں اور مولوی عبد السلام کاتب دہلوی کو ان دونوں صاحبوں کی سندیں ہم نے کتاب زبان و قلم میں نقل کی ہیں

تعامل۔ یعنی قدامتِ عمل۔ زمانہ نزول سے آج تک قرآن پر چوبیس گھنٹے برابر ربع مسکون پر عمل جاری ہے غرض تعلیم و تلاوت میں، کتابت میں، عمل کی قدامت میں ہر طرح قرآن کو اعلیٰ درجہ کا تواتر حاصل ہے تواتر قرآن کا ثبوت اہل سنت والجماعت کی کتب سے بہت کچھ مذکور ہو چکا۔ اب میں اسلام کے ایک بڑے فرقہ کے علماء کے اقوال نقل کرتا ہوں۔

فاضل محمد بن الحسن شارح کافی لکھتے ہیں:۔ ہر کسے کہ تتبع اخبار و تفحص تاریخ و آثار نمودہ علم یقینی می داند کہ قرآن در غایت و اعلیٰ درجہ تواتر بودہ و آلاف صحابہ بہ حفظ و نقل می کردند۔ آن در عہد رسول خدا مجموع و مؤلف بود (شرح کافی ملا صادق)

ایسا ہی تفسیر مجمع البیان و تفسیر صافی و مصائب النواصب میں ہے۔ مولوی سید محمد مولوی سید مرتضیٰ علم الہدیٰ سے ناقل ہیں۔ ان القرآن کان علی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجموعًا مؤلفا علی ما ھو علیہ الآن وکان یدرس ویحفظ جمیعہ فی ذلک الزمان وانہ کان یعرض علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ویتلی علیہ وان جماعۃ من الصحابۃ کعبد اللہ بن مسعود وابی بن کعب وغیرہم ختموا القرآن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عدۃ ختمات وکل ذلک

یاد نی تامل یل لی علی انہ کان مجموعاً مرتباً غیر منثور و لا مبثوث - یعنی قرآن رسول کریم کے عہد میں اسی ترتیب پر تھا اور ابن مسعود وابی وغیرہ صحابہ نے رسول کریم کو بہت دفعہ سُنایا (تنزیہہ الفرقان ص۲۹۴)

کسی اسلامی فرقہ کا تحریف قرآن کا عقیدہ ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ تمام فرقوں کے علما نے لکھا ہے کہ قرآن رسول کریم کے عہد سے آج تک بلا تغیر وتبدیل کے شائع ہے اور قرآن کے حامل وہی اصحاب تھے جن کو اہل سنت کہتے ہیں اور مقدس جانتے ہیں - تمام اسلامی فرقوں کو قرآن انہیں کے ذریعہ پہونچا ہے صحابہ میں سات قاری زیادہ مشہور تھے - انہی میں حضرت علی بھی ہیں -

خصوصیات قرآن

(۱) قرآن وہ کتاب ہے جو صاف لفظوں میں دعویٰ کرتی ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور خدا کا کلام ہوں

(۲) قرآن وہ کتاب ہے جس کو ایسی مقدس ہستی نے پیش کیا ہے کہ جس کے وجود باجود سے کسی کو انکار نہیں اور جس کی مقدس زندگی ہر قسم کے دھبوں سے پاک ہے -

(۳) قرآن وہ کتاب ہے جس نے انتہا درجہ کے تاریک زمانہ میں نازل ہو کر دنیا میں ظاہری وباطنی روشنی پھیلائی علم وعدل تہذیب و تمدن کا علم بلند کیا -

(۴) قرآن وہ کتاب ہے جس نے نہایت زور کے ساتھ صاف صاف الفاظ میں تمام خلاف عدل و تہذیب امور اور تمام معاصی کی تردید کی -

(۵) قرآن وہ کتاب ہے جس نے صاف الفاظ میں تمام بھلائیوں کو بیان کیا ہے -

(۶) قرآن وہ کتاب ہے جو علوم و شرائع کا سرچشمہ ہے -

(۷) قرآن وہ کتاب ہے جسکی مثل فصاحت و بلاغت معنی و مطالب کسی اعتبار سے کوئی نہیں بنا سکا -

(۸) قرآن وہ کتاب ہے جس نے ہر قسم کے مضامین کو تہذیب ومتانت سے ادا کیا ہے -

(۹) قرآن وہ کتاب ہے جو اپنے زمانۂ نزول سے آج تک ہر طرح محفوظ ہے -

(۱۰) قرآن وہ کتاب ہے جس کی زمانۂ نزول سے آج تک کی صحیح تاریخ مدون و مرتب ہے -

(۱۱) قرآن وہ کتاب ہے جس کی شرح سے صدہا علوم وجود میں آئے -

(۱۲) قرآن وہ کتاب ہے کہ اُس کے لکھنے والوں کی مسلسل سند قرآن کے زمانۂ نزول سے آج موجود ہے - کتاب زبان وقلم میں جتنے موجودہ زمانہ کے قرآن نویس صاحبزادے محمد رفیق خان بہادر ٹونکی اور مولوی عبدالسلام کی سندیں نقل کردی ہیں -

(۱۳) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس کے لاکھوں قاری رسول کریم تک اپنی سند مسلسل رکھتے ہیں - اور لیساد ابتداء سے آج تک ہزاروں سفینوں میں محفوظ ہیں -

(۱۴) قرآن وہ کتاب ہے کہ اس کی شروح علم حدیث وعلم تفسیر وعلم فقہ کے علما، اپنی اسناد مسلسل رسول کریم تک رکھتے ہیں اور اُن کی اسناد مسلسل ہر زمانہ میں ہر ملک میں کتب سیر و تواریخ میں شائع ہوتی رہی ہیں -

(۱۵) قرآن وہ کتاب ہے کہ اُس سے قوانین دیوانی ومال وفوجداری وزراعت وصناعت، تجارت وعبادات واعتقادات ومعاملات وغیرہ وغیرہ کے متعلق لاتعداد مسائل نکالے گئے ہیں - صرف امام ابو حنیفہ نے تیرہ لاکھ مسائل نکالے ہیں - باقی صدہا ائمہ گذرے ہیں -

(۱۶) قرآن وہ کتاب ہے جس کے ترجمہ پر ہر زمانہ میں ہر ملک ہر قوم کے موافق ومخالف علما متفق رہے ہیں

(۱۷) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس سے ایک عالم متبحر اور ایک ان پڑھ دونوں فائدہ حاصل کر سکتے ہیں -

(۱۸) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس کے پڑھنے سے جی نہیں اکتاتا -

(۱۹) قرآن وہ کتاب ہے جو حروف والفاظ ثقیلہ ومحاورات وامثال رکیکہ سے پاک ہے -

(۲۰) قرآن وہ کتاب ہے جس کے حاملوں - کاتبوں، قاریوں کی مسلسل لائف موجود ہے اور اسکی شروح وعلوم متعلقہ کے حاملوں کی بھی صحیح لائف مسلسل موجود ہے جس کا علما غیر کو بھی اعتراف ہے

(۲۱) قرآن وہ کتاب ہے جس کی تلاوت ہمیشہ سے چوبیس گھنٹے دنیا میں جاری ہے - اور ہمیشہ جاری رہیگی

(۲۲) قرآن وہ کتاب ہے جس پر عمل چوبیس گھنٹے دنیا میں ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ تک جاری رہیگی

(۲۳) قرآن وہ کتاب ہے جس کی حفاظت کا خود خداوند ذوالجلال نے وعدہ فرمایا ہے - اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (ہمنے یہ ذکر قرآن نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں)
لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (جھوٹ اس میں داخل نہیں ہو سکے گا نہ آگے سے نہ پیچھے کیونکہ اس کو خداوند حکیم نے نازل فرمایا ہے - (سورۂ حم سجدہ)

سر ولیم میور نے لکھا ہے :- دنیا میں آسمان کے نیچے قرآن کے علاوہ اور کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں ہے جس کا متن ابتدا سے لیکر اس وقت تک تحریف سے پاک رہا ہو (لائف آف محمد)

ہم قرآن کو بالکل اسی طرح محمد کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کا مجموعہ یقین کرتے ہیں جس طرح مسلمان اُسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں یعنی اسکے غیر محرف ہونیکا یقین کامل ہے

(وان کریمر مشہور جرمن مستشرق)

(۲۴) قرآن ایسی کتاب ہے جو تمام عالم میں شائع ہے۔ لیکن ایک لفظ کا اختلاف نہیں۔
(۲۵) قرآن وہ کتاب ہے جس نے پہلی پہل ملوکیت وملوک پرستی کی تردید کی اور شوریٰ قائم کیا۔
(۲۶) قرآن وہ کتاب ہے جس کی تعلیم فطرت انسانی اور عقل سلیم کے موافق ہے۔
(۲۷) قرآن وہ کتاب ہے جس نے توحید خالص کو شائع کیا۔
(۲۸) قرآن وہ کتاب ہے جس نے مساوات کو قایم کیا۔
(۲۹) قرآن وہ کتاب ہے جس نے سرمایہ داری کی مذمت کی۔
(۳۰) قرآن وہ کتاب ہے جس نے استعمار پرستی اور جوع الارض کیلئے جنگ کرنا حرام قرار دیا۔
(۳۱) قرآن وہ کتاب ہے جس نے مکمل قانون وراثت موافق عقل وفطرت پیش کیا۔
(۳۲) قرآن وہ کتاب ہے جس نے عورتوں کا احترام اور ان کے حقوق قایم کئے۔
(۳۳) قرآن وہ کتاب ہے جس نے غلاموں کیلئے آزادی کا دروازہ کھولا۔
(۳۴) قرآن وہ کتاب ہے جس نے تحقیق وتدقیق واکتشافات علمیہ کا دروازہ کھولا۔
(۳۵) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس نے فرد اور جماعت دونوں کیلئے ترقی کی راہ کھولی اور مناسب ضوابط پیش کئے
(۳۶) قرآن وہ کتاب ہے جو ایسی زبان میں ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک زندہ رہے گی اور دنیا کی زبانوں میں سب سے زیادہ وسیع اور باقاعدہ اور خوبصورت ہے۔
(۳۷) قرآن وہ کتاب ہے جس کے منزل من اللہ ہونے میں کسی اسلامی فرقے کو شک نہیں۔
(۳۸) قرآن وہ کتاب ہے جو صاحب کتاب کی حیات میں حفظ وتعلیم وتحریر وعمل ہر طرح سے اکثر اقطاع عالم میں شائع ہو گئی تھی۔
(۳۹) قرآن وہ کتاب ہے جس کی تفسیر وتشریح خود صاحب کتاب نے کی اور لکھائی۔ اور صاحب کتاب کے شاگردوں نے اس کو قلمبند کیا۔ اور ان بزرگوں نے خود بھی اسکی تفسیر کی۔
(۴۰) قرآن وہ کتاب ہے جس کی شروح کی حفاظت ونصرت کیلئے صدہا علوم ایجاد ہوئے۔
(۴۱) قرآن وہ کتاب ہے جس کو حفظ وتعلیم وکتابت، قرأت عمل غرض ہر طرح پر کامل طور پر تواتر حاصل ہے

معجزہ

قرآن مجید حروف والفاظ وعبارت وترتیب ومعانی ومطالب، تواتر وحفاظت ہر اعتبار سے معجزہ ہے۔ دنیا میں کوئی کلام فصاحت بلاغت ہمہ گیری، اشاعت وتواتر میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکا

فصاحت وبلاغت کے متعلق مضمون حفاظت قرآن میں تفصیل کردی گئی ہے۔ اسکی فصاحت وبلاغت اس کے علمی کمالات اسکی تعلیم کی خوبیوں کا غیروں نے بھی اقبال کیاہے۔ غیرمسلم علما و مورخین کی رائیں ہم نے آخرباب میں جمع کردی ہیں

قرآن مجید کے عجائبات ایسے ہیں کہ اگر معمولی عقل وفراست کاآدمی بھی انصاف سے غور کرے تو بے ساختہ کہہ اُٹھے کہ یہ خدا کا کلام ہے انسان سے اسکی مثال ونظیر ممکن نہیں۔

قرآن مجید میں کل (۶۶۶۶) آیتیں ہیں۔ ان میں پانسو آیتیں ایسی ہیں جن سے مسائل کا استنباط ہواہے۔ صرف ایک امام ابوحنیفہ نے تیرہ لاکھ مسائل نکالے ہیں (قلائد العقود العقیان) اور مجتہدین نے اس کے علاوہ کم وبیش ایک کرور مسائل کا استنباط کیا ہوگا۔ اس طرح فی آیت بیس ہزار مسائل کا اوسط ہوا کیا دنیا میں کوئی مذہبی یا قانونی کتاب ایسی ہے کہ جس سے اسقدر استنباط ہوا ہو

کہا جاسکتاہے کہ استنباط مسائل حدیث وقیاس سے بھی ہواہے، یہ صحیح ہے۔ مگر حدیث کے متعلق میں نے کئی جگہ عرض کیاہے کہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے۔ امام شافعی نے فرمایاہے کہ آنحضرت نے جوکچھ فرمایاہے اس کا استنباط آیات قرآنی سے کیاہے۔

علامہ ابن جرجانی نے لکھاہے کہ جس قدر صحیح حدیثیں ہیں اُن کی اصلیت قرآن میں بجنسہ یا قریب قریب موجود ہے (تاریخ الحدیث ص۲۵) اسی وجہ سے صحابہ کرام کا معمول تھا کہ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو اسکی توثیق کیلئے کوئی آیت پڑھتے۔

عن ابی هریرة یقول قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لیس المسکین الذی ترده اللقمة واللقمتان انما المسکین الذی یتعفف واقرأوا ان شئتم لَا يَسْـَٔلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا،

یعنی ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ وہ شخص مسکین نہیں جس کو لقمہ دو لقمے دئے جاتے ہیں بلکہ مسکین وہ ہے جو سوال نکرے اسکی شہادت میں یہ آیت پڑھو لَا يَسْـَٔلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا، اخرجہ البخاری واحمد) اس قسم کی اور مثالیں ہم نے تاریخ التفسیر ص۹۹ پر نقل کی ہیں۔

رہا قیاس تو وہ بھی قرآن وحدیث ہی کے تحت میں اور اس کے نظائر پر کیا جاتاہے۔ غرض اسقدر مسائل کا استنباط ہواہے کہ اندازہ مشکل ہے اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے ختم نہیں ہوا اور یہ مسائل صرف عبادات ہی کے متعلق نہیں بلکہ عقائد، معاملات، اخلاق، حکومت، تجارت، زراعت، صناعت وغیرہ وغیرہ سب کے متعلق ہیں۔

اصولیین نے استقرا کرکے فرض، واجب، مستحب، مباح، حلال، حرام، مکروہ، مکروہ تحریمی وغیرہ

قرآن سے ثابت کرنے کیلئے قرآن کی اس طرح تقسیم کی ہے۔ یعنی احکام قرآن مجید اُسوقت سمجھ میں آسکتے ہیں جب قرآن کے الفاظ و حروف کی تقسیم کیجائے۔
اسکی چار قسمیں ہیں خاص۔ عام۔ مشترک۔ مأوّل۔ جب ان کے استعمال پر غور کیا گیا تو وہ بھی چار قسم ثابت ہوئے۔ حقیقۃ۔ مجاز۔ صریح۔ کنایہ۔ پھر اس کے بعد ان کو معنی کے ظہور و خفاء کے اعتبار سے چار قسموں پر تقسیم کیا۔ ظاہر۔ نص۔ مفسر۔ محکم۔ اور ان کے مقابل والوں کا نام خفی۔ مشکل۔ مجمل۔ متشابہ رکھا۔ اسکے بعد عبارت قرآن کے معنی سمجھنے اور اسکے استدلال کرنے کی چار قسمیں کیں۔ عبارۃ النص۔ اشارۃ النص۔ دلالۃ النص۔ اقتضاء النص۔
نص سے مراد عبارت قرآن ہے۔
عبارۃ النص وہ معنی جو کلام سے ثابت ہوں اور سیاق کلام بھی اسکے لئے ہو۔
اشارۃ النص جو الفاظ کلام سے بغیر زیادتی کے ثابت ہوں اور سیاق کلام ان کے لئے نہو۔
دلالۃ النص۔ حکم کی علت بروئے لغت معلوم ہو۔
اقتضاء النص۔ نص کے کسی ایسی چیز کے چاہنے کو کہتے ہیں جو اُس پر زیادہ ہو اور نص کے معنی بغیر اسکے صحیح و متحقق نہو سکیں۔

وہ آیات جن سے مادی علوم کا استنباط ہوا ہے (۷۵۰) ہیں۔ یہ علوم بھی تعداد میں بے شمار ہیں۔ امام قاضی ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ نے لکھا ہے کہ قرآن سے جن علوم کا استنباط ہوا ہے اُن کی تعداد ستر ہزار ہے (تاریخ التفسیر ص۱۱۱)۔ علوم قرآن کے متعلق ایک مضمون علیحدہ ہے اس میں اسکی تشریح ہے اور غیر مذاہب کے علماء کی رائیں بھی اس معاملہ میں قابل ملاحظہ ہیں۔
اس بیان کو پڑھنے کے بعد تاریخ عالم کی ورق گردانی کیجائے تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ میں نہ کہیں علم کا پتہ تھا نہ فنون کا نشان تھا۔ نہ امن و انصاف تہذیب و تمدن کا دور تھا۔ اور وہ سرزمین جہاں قرآن نازل ہوا جہالت و ظلم و طغیان کا مرکز تھی اور قرآن کو جو جامع علوم اور اخلاق و نصائح کا معدن و مخزن ہے، جو ظاہری و باطنی ترقی کا رہنما ہے۔ جس کی ضیا پاریوں سے عالم منور ہوا۔ پیش کس نے کیا؟ ایک اَن پڑھ غریب نے ایسے ملک ایسے زمانے، ایسی جماعت میں پیدا ہونے والے، پرورش پانے والے، یتیم و ناخواندہ کو ایسے علم و اخلاق، صدق و راستی کے آئین کیسے سوجھے۔ اس کا جواب اسکے سوا کچھ نہیں ہوسکتا کہ خدا نے بتائے۔
مسائل و علوم کا استنباط کس طرح کیا گیا ہے، یہ مجھ جیسے ہیچمیرز کے بس کی بات نہیں متبحر علماء سے معلوم ہوسکتا ہے۔ یا فقہ و تفسیر کی قدیم ضخیم کتابوں سے۔

معلومات

(۱) امام شافعی کا قول ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے اور خاص سورۂ فاتحہ کا۔ امام اعظم کا قول ہے کہ نہ کسی سورت کا جزو ہے نہ الحمد کا۔ البتہ جزو قرآن ہے یا آیت سورۂ نمل۔

(۲) تعوذ دعا ہے۔ قرآن نہیں۔

(۳) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ کثرت سے صحیح روایات میں یہی الفاظ آئے ہیں (بخاری مسلم۔ ترمذی)

(۴) لفظ اللہ قرآن میں (۲۵۸۴) مرتبہ آیا ہے۔

(۵) بعض نے لکھا ہے کہ جن سورتوں کی ابتدا حروف مقطعات سے ہے بجز بقرہ اور آل عمران کے وہ سب مکی ہیں۔ علقمہ سے روایت ہے کہ جن سورتوں میں یا ایہا الناس یا یا بنی ادم سے خطاب کیا گیا ہے وہ مکی ہیں اور جن میں یا ایہا الذین امنوا سے خطاب ہے وہ مدنی ہیں۔ ایسی ہی روایت میمون بن مہران کی ہے۔

(۶) مکی سورتوں میں اعتقادیات زیادہ ہیں مثلاً تعلیم توحید ذات وصفات و اثبات رسالت اور بُت پرستی اور اوہام پرستی کی مذمت۔ مدنی سورتوں میں احکام زیادہ ہیں۔

(۷) سورتوں کی ابتداء تین قسم سے ہے۔

خدا کی ثنا و صفت کے ساتھ اسکی دو قسمیں ہیں۔ اول صفات جمالیہ کا ثبوت، دوم صفات ذمیمہ سے تنزیہہ و تقدیس۔ پانچ سورتوں کو تحمید و تقدیس سے شروع کیا ہے۔ فاتحہ۔ انعام۔ کہف، سبا۔ فاطر۔ اور دو کو لفظ تبارک سے (فرقان۔ ملک) ان میں اثبات صفات ہے۔

سات سورتوں کو لفظ سبحان سے شروع کیا ہے (بنی اسرائیل۔ سبحان الذی اسری۔ حدید۔ حشر، صف۔ جمعہ۔ اعلیٰ)

انتیس سورتوں کو حروف تہجی سے شروع کیا ہے۔

دس سورتوں کو بلفظ ندا شروع کیا ہے۔ پانچ کو ندا رسول سے (احزاب۔ طلاق۔ تحریم۔ مزمل مدثر) پانچ کو ندا اُمت سے (نساء۔ مائدہ حج۔ حجرات۔ ممتحنہ)

تئیس سورتوں کو جملہ خبریہ سے شروع کیا ہے۔

پندرہ سورتوں کو قسم سے شروع کیا ہے۔

سات سورتوں کو شرط سے شروع کیا ہے (واقعہ۔ منافقون۔ تکویر۔ انفطار۔ انشقاق۔ زلزال نصر)

چھ سورتوں کو بصیغہ امر شروع کیا ہے۔ (قل اوحی۔ اقرأ۔ کافرون۔ اخلاص۔ فلق۔ ناس)
چھ سورتوں کو بصیغہ استفہام شروع کیا ہے (ہل اتی۔ نبا۔ ہل اتاک۔ الم نشرح۔ الم ترءایت)
تین سورتوں کو بد دعا سے شروع کیا ہے۔ (تطفیف، ہمزہ۔ لہب۔)
ایک سورۃ کو تعلیل سے شروع کیا ہے۔ (قریش)
(۸) چونکہ نوع انسانی کو مادیات سے زیادہ تعلق ہے اس لئے وہ آیتیں جو مادی علوم سے تعلق رکھتی ہیں تعداد میں زیادہ ہیں۔ ایسی آیتیں جنمیں علوم کا ذکر یا ان کی طرف اشارہ ہے (۷۰۰) سے زیادہ ہیں۔
(۹) بعض سورتوں کے کئی کئی نام ہیں۔ ان سب ناموں کی کوئی وجہ تسمیہ یا تو خود متن سورۃ میں موجود ہے یا یہ کہ سورت کے صفات یا اُس کے منافع بنا دِ تسمیہ ہیں جیسے سورۂ اخلاص کو اس لئے کہ یہ سورۃ اعتقاد کو مضبوط کرنے والی ہے سورۃ الاساس بھی کہتے ہیں۔
(۱۰) تمام سورتوں میں سب سے زیادہ نام سورۂ فاتحہ کے ہیں
(۱۱) تمام سورتوں میں سب سے زیادہ بڑی سورۂ بقرہ اور سب سے چھوٹی سورۂ کوثر ہے۔
(۱۲) قرآن کی ترتیب بزمانہ خلافت اول ۱۳ھ میں اور بزمانہ خلافت سوم ۲۵ھ میں ہوئی۔
(حافظ ابن حجر عسقلانی)

(۱۳) انبیاء ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے :-
آدم۔ نوح۔ ادریس۔ ابراہیم۔ اسماعیل۔ اسحاق۔ یعقوب، یوسف، لوط۔ ہود۔ صالح۔ شعیب
موسیٰ۔ ہارون۔ داؤد۔ سلیمان، ایوب، ذوالکفل۔ یونس، الیاس۔ الیسع۔ زکریا۔ یحییٰ۔ عیسیٰ
صالحین ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے۔ عزیز۔ ذوالقرنین۔ لقمان
نساء صالحات جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ مریم بنت عمران
ملائکہ ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے۔
جبریل۔ میکائیل۔ ہاروت، ماروت، رعد۔ ملک الموت
کفار ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے۔
ابلیس۔ فرعون۔ قارون۔ ہامان۔ آذر۔ سامری۔ ابولہب
اشخاص ذیل کا تذکرہ بضمن واقعات آیا ہے۔ عمران۔ تبع۔ طالوت۔ جالوت
صحابی جس کا نام قرآن میں آیا ہے زید بن ثابت رض
حسب ذیل اشخاص کی شخصیت کی طرف قرآن میں اشارہ ہے۔

ابناء آدم - امرأۃ نوح - ابن نوح - امرأۃ لوط - امرأۃ فرعون - امرأۃ عزیز - ابن لقمان - امرأۃ عمران - اُم موسیٰ - امرأۃ ابراہیم - امرأۃ ابی لہب - خولہ زوجہ عبادہ بن صامت - ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی - قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ (خدا نے اس عورت کی بات سن لی جو تم سے جھگڑ رہی تھی)

فہرست تعداد آیات

نام سورۃ	تعداد آیات کی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
فاتحہ	۷	۷	۷	۷	۷	۲۵	۱۲۲
بقر	۲۸۵	۲۸۵	۲۸۴	۲۸۷	۲۸۶	۶۲۱۲	۲۶۷۹۲
آل عمران	۲۰۰	۲۰۰	۱۹۹	۲۰۰	۲۰۰	۴۴۸۰	۱۶۰۳۰
نساء	۱۷۵	۱۷۵	۱۷۷	۱۷۵	۱۷۶	۳۷۵۰	۱۶۰۳۰
مائدہ	۱۲۲	۱۲۲	۱۲۲	۱۲۳	۱۲۰	۲۸۴۲	۱۳۴۶۴
انعام	۱۶۷	۱۶۷	۱۶۶	۱۶۶	۱۶۵	۳۱۰۰	۱۲۹۲۵
اعراف	۲۰۶	۲۰۶	۲۰۵	۲۰۵	۲۰۶	۳۳۸۷	۱۴۶۳۵
انفال	۷۶	۷۶	۷۷	۷۶	۷۵	۱۱۳۱	۵۲۷۴
توبہ	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۲۹	۲۵۳۷	۱۱۳۶۰
یونس	۱۰۹	۱۰۹	۱۱۰	۱۰۹	۱۰۹	۱۸۶۱	۷۷۳۳
ھود	۱۲۱	۱۲۱	۱۲۲	۱۲۱	۱۲۳	۱۹۳۶	۷۶۲۴
یوسف	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۸۰۸	۷۴۱۱
رعد	۴۴	۴۴	۴۶	۴۵	۴۳	۸۹۳	۳۶۱۴
ابراھیم	۵۴	۵۴	۵۵	۵۲	۵۳	۸۴۵	۳۶۲۶
حجر	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹	۶۶۳	۲۹۰۷
نحل	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۸۷۱	۷۹۷۴
بنی اسرائیل	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۱	۱۵۸۲	۶۷۱۰
کہف	۱۰۵	۱۰۵	۱۱۲	۱۱۱	۱۱۰	۱۲۰۱	۶۶۲۰
مریم	۹۸	۹۹	۹۸	۹۸	۹۸	۹۶۸	۳۹۸۶

نام سورت	تعداد آیات کی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
طٰہ	۱۳۴	۱۳۴	۱۴۰	۱۳۲	۱۳۵	۱۲۵۱	۴۵۶۶
انبیاء	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۲	۱۱۸۷	۵۱۵۴
حج	۹۶	۹۷	۹۴	۹۵	۷۸	۱۲۸۳	۵۴۳۲
مؤمنون	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۸	۱۰۷۰	۴۵۳۸
نور	۶۲	۶۲	۶۴	۶۴	۶۴	۱۴۲	۶۴۱
فرقان	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۹۰۶	۳۹۱۹
شعراء	۲۲۶	۲۲۶	۲۲۷	۲۲۶	۲۲۷	۱۳۴۷	۵۶۸۹
نمل	۹۵	۹۵	۹۴	۹۴	۹۳	۱۱۶۷	۴۸۷۹
قصص	۹۴	۹۴	۹۴	۹۴	۸۸	۱۵۴۴	۶۰۱۱
عنکبوت	۷۹	۷۹	۷۹	۷۹	۶۹	۹۹۰	۴۴۱۰
روم	۵۹	۵۹	۶۰	۶۰	۶۰	۸۲۷	۳۵۴۷
لُقمان	۳۳	۳۳	۳۴	۳۴	۳۴	۵۵۴	۲۲۱۷
سجدہ	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۷۴	۱۵۷۷
احزاب	۷۳	۷۳	۷۳	۷۳	۷۳	۱۲۱۰	۵۹۰۹
سبا	۴۶	۴۵	۴۶	۵۴	۵۴	۸۹۶	۳۶۳۶
فاطر	۴۵	۴۵	۴۶	۴۵	۴۵	۷۹۲	۳۲۸۹
یٰس	۸۲	۸۲	۸۲	۸۲	۸۳	۷۳۹	۳۰۹۰
صافات	۱۸۲	۱۸۲	۱۸۲	۱۸۱	۱۸۲	۱۸۷۳	۳۹۵۱
ص	۸۶	۸۶	۸۶	۸۵	۸۸	۷۳۸	۳۱۰۷
زُمر	۷۲	۷۲	۷۳	۷۲	۷۵	۱۱۸۳	۴۹۶۵
مؤمن	۸۴	۸۴	۸۶	۸۲	۸۵	۱۲۴۲	۵۲۱۳
حم سجدہ	۵۳	۵۳	۵۲	۵۲	۵۴	۸۰۹	۳۴۰۶
شوریٰ	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۳	۸۶۹	۳۵۸۵
زُخرف	۸۹	۸۹	۸۰	۸۹	۸۹	۹۴۸	۳۶۵۴

نام سورة	تعداد آیات مکی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
دخان	۵۶	۵۶	۵۶	۵۷	۵۹	۳۴۹	۱۴۹۵
جاثیه	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۷	۴۹۲	۲۱۳۱
احقاف	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۵	۷۵۰	۲۷۰۹
محمد	۳۹	۳۹	۳۹	۳۴	۳۸	۵۵۸	۲۴۷۵
فتح	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۵۶۸	۲۵۵۵
حجرات	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۳۵۰	۱۵۷۳
ق	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۳۷۶	۱۵۲۵
ذاریات	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۳۶۰	۱۵۵۹
طور	۴۷	۴۷	۴۹	۴۸	۴۹	۳۱۹	۱۳۳۴
نجم	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۶۲	۳۶۵	۱۴۵۰
قمر	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۵۵	۳۴۸	۱۴۸۲
رحمن	۷۷	۷۷	۷۸	۷۶	۷۸	۳۵۱	۱۶۸۳
واقعه	۹۹	۹۹	۹۹	۹۷	۹۶	۳۸۴	۱۷۶۸
حدید	۲۸	۲۸	۲۸	۲۹	۲۹	۵۸۶	۲۵۹۹
مجادله	۲۱	۲۱	۲۲	۲۲	۲۲	۴۷۳	۱۹۹۲
حشر	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۲	۴۷۹	۲۱۰۳
ممتحنه	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۳۷۰	۱۵۹۳
صف	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۷۶	۷۸۷
منافقون	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۸۳	۷۲۱
تغابن	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۲۴۷	۱۱۲۳
طلاق	۲۲	۲۲	۱۲	۱۱	۱۲	۲۹۸	۱۲۳۷
تحریم	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۲۵۳	۱۱۲۴
ملک	۳۰	۳۱	۳۰	۳۰	۳۰	۳۳۵	۱۳۵۹
قلم	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۳۰۶	۱۲۹۵

نام سورۃ	تعداد آیات کی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
حاقہ	۵۲	۵۲	۵۰	۵۰	۵۲	۲۶۰	۱۱۳۴
معارج	۴۴	۴۴	۴۳	۴۴	۴۴	۲۶۰	۹۷۷
نوح	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۲۸	۲۳۱	۹۷۴
جن	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸۷	۱۱۲۶
مُزمّل	۲۰	۲۰	۲۰	۱۹	۲۰	۲۰۰	۸۶۴
مُدثّر	۵۶	۵۵	۵۵	۵۶	۵۶	۲۵۶	۱۱۴۵
قیامہ	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۴۰	۱۶۴	۶۸۲
دھر	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۲۴۶	۱۰۹۹
مُرسلات	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۱۸۱	۸۴۶
نبأ	۴۰	۴۱	۴۰	۴۱	۴۰	۱۷۴	۸۰۱
نازعات	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۶	۱۸۱	۷۹۱
عبس	۴۲	۴۲	۴۰	۴۱	۴۲	۱۳۳	۵۵۳
تکویر	۲۸	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۰۴	۴۳۶
انفطار	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۸۰	۳۲۴
تطفیف	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۱۷۲	۷۵۸
انشقاق	۲۵	۲۵	۲۵	۲۳	۲۵	۱۰۸	۴۳۰
بروج	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۱۰۹	۴۷۵
طارق	۱۶	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۶۱	۲۵۴
اعلیٰ	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۷۲	۲۹۹
غاشیہ	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۹۳	۳۸۴
فجر	۳۲	۳۲	۳۰	۲۹	۳۰	۱۳۷	۵۸۵
بلد	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۸۲	۳۲۷
شمس	۱۶	۱۶	۱۵	۱۵	۱۵	۵۶	۲۵۴
لیل	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۷۱	۳۱۴

نام سورت	آیات مکی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
ضحیٰ	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۴۰	۱۷۲
انشراح	۸	۸	۸	۸	۸	۲۷	۱۰۳
تین	۸	۸	۸	۸	۸	۳۴	۱۶۵
علق	۲۰	۲۰	۱۸	۱۹	۱۹	۷۲	۲۹۰
قدر	۲	۵	۶	۵	۵	۳۰	۱۱۵
بیّنہ	۸	۸	۸	۹	۸	۹۵	۴۱۳
زلزال	۹	۹	۹	۹	۸	۳۷	۱۵۸
عادیات	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۴۰	۱۷۰
قارعۃ	۱۵	۱۵	۸	۸	۱۱	۳۵	۱۶۰
تکاثر	۸	۸	۸	۸	۸	۲۸	۱۲۳
عصر	۳	۳	۳	۳	۳	۱۴	۷۴
ھُمزۃ	۹	۹	۹	۹	۹	۳۳	۱۳۵
فیل	۵	۵	۴	۴	۴	۱۷	۷۹
ماعون	۶	۶	۶	۶	۷	۲۵	۱۱۵
کوثر	۳	۳	۳	۳	۳	۱۰	۳۷
کافرون	۶	۶	۶	۶	۶	۲۶	۹۹
نصر	۳	۳	۳	۳	۳	۱۹	۸۱
لہب	۵	۵	۵	۵	۵	۲۴	۸۹
اخلاص	۴	۵	۵	۴	۴	۱۷	۴۹
فلق	۵	۵	۵	۵	۵	۲۳	۷۳
ناس	۶	۶	۷	۶	۶	۲۰	۸۱

قرآن مجید کے حروف وکلمات وآیات کی شمار میں اختلاف اس لئے ہے کہ بعض نے حرف مشدد کو ایک شمار کیا ہے اور بعض نے دو۔ اسی طرح جب شمار حروف میں اختلاف ہے تو کلمات میں بھی اختلاف ہوا۔ آیات میں بعض نے ۵ؔ کو علیحدہ شمار نہیں کیا ہے۔ بعض نے شمار کیا ہے۔

حروف مقطّعات

حروف مقطعات کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ یہ اسماء الٰہیہ ہیں۔
حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ ان حروف میں سے ہر حرف اشارہ ہے اسماء الٰہی پر مثلاً
الف اشارہ ہے احد۔ اوّل۔ آخر کی طرف۔ میم اشارہ ہے ملك مالك مجید منان
وغیرہ کی طرف (تفسیر عزیزی)

حروف تہجی جب حسب مذاق اہل لسان ایک دوسرے کے ساتھ لفظاً خواہ تقدیراً ملتے ہیں تو
اُن سے معانی لغویہ کا استفادہ کیا جاتا ہے۔ لیکن نفس حروف جو کلمہ و کلام کے عناصر ہیں اُن کو افادہ
معنی سے محرومی حاصل ہے۔ ہاں اختصار پسند طبائع علاوہ ترکیب لفظی کے کبھی ان حروف سے اشارات
کا کام لیتی ہیں اور کبھی ان سے اعداد کا بھی استنباط کیا جاتا ہے۔ ان حروف کے اسماء مثل اسماء دیگر
معنی مستقل رکھتے ہیں یعنی نفس حروف تہجی پر دلالت کرتے ہیں۔ اسلئے خلاصہ بیان یہ ہوا کہ لفظ الف
بامعنی اور اس کا مسمی ا بے معنی ہے۔

فصحائے عرب کا معمول تھا کہ وہ تقریروں کی جُدائی مختلف ذرائع سے ظاہر کرتے تھے۔ خدا نے
بھی اپنے مہذب کلام کا آغاز بعض سورتوں میں حروف تہجی کے تلفظ سے ظاہر فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے
کہ بے معنی حروف کے لانے میں مخالفین کی طرف سے اعتراضات نہیں ہوئے۔

بعض علماء نے جان حروف کی تفسیر کی ہے مثلاً الم الف کا عدد (۱) میم کے (۴۰)۔ (۱+۳۰=۳۰)
میم کے (۴۰) تو الم کا ترجمہ ہوا۔ قسم ہے (۷۱) پیغمبروں کے چالیس صحیفوں کی ذٰلِكَ الْكِتٰبُ
لَا رَيْبَ فِيْهِ) یہ وہ کتاب ہے جس میں کچھ شک و شبہ نہیں۔

حضرت ابن عباس کے مرقومہ بالا قول کا بھی قریب قریب ایسا ہی مفہوم ہے یعنی حم (ح)
(حمید) (م) (مالك) یعنی اللہ حمد کیا گیا اور مالک ہے۔ اس طرح خیال ہوتا ہے کہ حروف مقطعات
قرآن کے (کتابت المجموع، مختصر نویسی) شارٹ ہینڈ ہے

بعض مسائل

(۱) قرآن کو باوضو ہاتھ لگانا چاہیئے۔ اگر پانی میسر نہو یا کوئی اور عذر ہو تو تیمم کرے۔
(۲) تلاوت کیلئے شرط ہے کہ لباس و بدن پاک ہوں اور باوضو ہو۔

(۳) قبلہ رُخ مؤدب بیٹھ کر تلاوت کرے۔
(۴) قرآن کو آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھے
(۵) بعض ائمہ نے کہا ہے کہ قبل قرات اعوذ پڑھنا مستحب ہے۔ بعض نے واجب کہا ہے
کیونکہ ارشاد ہے - فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
(۶) اوّل اعوذ پڑھے پھر بسم اللہ پھر تلاوت شروع کرے۔
(۷) قرآن آج تک جس طرح لکھا جاتا ہے اُس خط اور قرآن کے رسم الخط کی مخالفت جائز نہیں ہے
(۸) قرآن کو ترتیب سے پڑھنا واجب ہے ان الترتیب من واجبات القراءة ولو خارج
الصلوٰۃ (قرآن کا ترتیب سے پڑھنا واجب ہے اگرچہ نماز سے باہر ہو (طحطاوی) خلاف ترتیب موجودہ
پڑھنا مکروہ ہے (بنایہ)
رسول کریم نے حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں نے کچھ آیتیں ایک سورت کی پڑھیں اور کچھ دوسری
سورت کی تو حضور نے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ ہر سورت کو اُسکی ترتیب پر پڑھو (ہدایۃ الترتیل ص۲۸۳)
اس زمانہ میں یہ دستور ہے کہ بعد ختم قرآن کچھ آیتیں ایک سورت کی ایک سورت کی پڑھتے ہیں۔ یہ
نہیں چاہیے۔ حلیمی نے اس کو ترک آداب میں شمار کیا ہے (اتقان فی علوم القرآن)
(۹) قرآن زبانی پڑھنا بغیر وضو جائز ہے۔
(۱۰) قرآن سواری پر اور پیادہ چلنے میں پڑھنا جائز ہے مگر مقام گذر نجس نہو
(۱۱) سورہ فاتحہ اور کسی ایک سورت کا حفظ یاد کرنا فرض ہے۔ (فضل القراءۃ)
(۱۲) قبروں کے سرہانے قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔ (خزینۃ الروایات)
(۱۳) جو فقیر بازاروں اور راستوں میں قرآن پڑھکر بھیک مانگتا ہو اس کو بھیک دینا مکروہ ہے۔
(نصاب الاحتساب)
(۱۴) چند اشخاص کا ایک جگہ بلند آواز سے قرآن پڑھنا جس طرح آجکل فاتحہ وغیرہ میں دستور ہے
مکروہ ہے (خزینۃ الروایات و تاتارخانیہ و محیط و شرح سرخسی)
(۱۵) قرآن مجید کی تلاوت آہستہ ایسی آواز سے کرنا چاہیئے کہ ریا کا خیال پیدا نہ ہو۔ کسی نماز
پڑھنے والے کو نماز میں تشابہ نہ لگے۔ کسی سونے والے کی نیند خراب نہو (منتخبۃ الفکر فی الجہر بالذکر)
(۱۶) جو شخص کسی حرف کی جگہ دوسرا حرف ادا کرتا ہو جیسے ق کی جگہ ک تو اگر وہ ق کے ادا
کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

(۱۷) پورے قرآن کا حفظ کرنا فرض کفایہ اور عین سُنت ہے۔

(۱۸) رسول کریم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص اچھا ہے جو قرآن ختم کرے اور شروع بھی کرے اسی لئے تلاوت کرنے والوں کا قدیم سے یہ طریقہ ہے کہ ختم کرنے کے بعد سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقر کا پہلا رکوع پڑھتے ہیں (رعایۃ الترتیل) ہم نے اس کے متعلق ایک حدیث بھی نقل کی ہے۔

(۱۹) قرآن کو بوسہ دینا مستحب ہے۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہل بوسہ دیتے تھے (اتقان)

(۲۰) قرآن کو خوشبو لگانا مستحب ہے۔

(۲۱) قرآن کو بلند جگہ رکھنا مستحب ہے۔

(۲۲) قرآن کو چاندی وغیرہ سے مزین کرنا جائز ہے۔

(۲۳) بوسیدہ قرآن کو جلا دینا جائز ہے (اتقان) جلا کر اسکی راکھ رواں پانی میں بہا دینا بہتر ہے

(۲۴) کتابت قرآن کی اُجرت لینا مکروہ ہے۔

(۲۵) قرآن کی آیتوں یا سورتوں کو پاک برتن پر لکھکر دھو کر پینا جائز ہے۔

(۲۶) بحالت جنابت قرآن کو پڑھنا جائز نہیں۔

اعمال قرآنی

ہم صندل دردسر ہم سُرمۂ بینائی

قرآن مجید کی آیات وسور دفع بلا اور قضائے حاجات کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ مختلف آیات اور مختلف سور کی علیحدہ علیحدہ خاصیتیں ہیں۔ یہ علم بھی بڑا وسیع علم ہے۔ اسپر بھی صدہا کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔ ہندوستان کے علما اور مشائخ نے بھی اس پر تصانیف کی ہیں۔

اگر اعتقاد صحیح اور قواعد مقررہ کے ساتھ عمل کریں تو ان شاءاللہ تعالیٰ محروم نہ رہیں گے۔

عام شرائط یہ ہیں:۔

(۱) عروج ماہ سے شروع کرے (۲) ایک وقت اور ایک جگہ پاک صاف معین کر کے پڑھے۔
(۳) جو تعداد عاملوں نے لکھی ہے اُس تعداد کے موافق پڑھے۔ (۴) لباس و بدن پاک صاف رکھے
(۵) اول و آخر تعداد معین سے درود شریف پڑھے (۶) ختم عمل پر خشوع و خضوع سے دُعا کرے۔
(۷) صغیرہ کبیرہ گناہوں سے بچے۔

بعض سور و آیات کے خواص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہیں۔ باقی علماء و ائمہ و مشائخ

نے اپنے تجربہ سے لکھے ہیں۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من حفظ عشر آیات من اوّل سورۃ الکھف عصم من الدّجال۔ (جو کوئی سورۂ کہف کی اوّل کی دس آیتیں پڑھے گا وہ دجال سے محفوظ رہے گا۔ مسلم)

عن ابی مسعود البدری قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الآیتان من آخر سورۃ البقرہ من قرأھما فی لیلتہ کفتاہ۔ سورۂ بقر کی آخر کی دو آیتیں جو رات کو پڑھے گا وہ اُسکے لئے کافی ہیں (بخاری)

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من قرأ سورۃ الواقعۃ فی کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابداً (جو رات کو سورۂ واقعہ پڑھے گا اُسکو کبھی فاقہ نہ ہوگا (مشکوٰۃ)

بعض بعض سورتوں کے متعلق مختصر طور پر کچھ لکھا جاتاہے۔

سورۃ فاتحہ۔ دفع مرض کیلئے سات بار اور قضائے حاجت کیلئے صبح کی سنت اور فرض کے درمیان ۴۱ بار روزانہ چالیس دن تک پڑھے۔

سورۂ مزمّل۔ حصول غنا ظاہری و باطنی کیلئے چالیس مرتبہ روزانہ پڑھے۔

پنجسورہ۔ بزرگوں نے تجربہ کے بعد پانچ سورتوں کے خواص خصوصیت سے بیان فرمائے ہیں جو تمام حاجات و ضروریات پر حاوی ہیں ؎

ہر کہ خواند پنج سورہ وقت پنج — او بیابد دولتِ بے رسیج رنج

صبح یٰسین ظہر فتح و عصر عم — واقعہ مغرب، عشا را ملک ہم

مُعوّذتین۔ سألت ابی بن کعب فقلت یا ابا المنذر ان اخاک ابن مسعود یقول کذا و کذا فقال انی سألتُ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال لی جبرئیل فقلتُ فنحن نقول کما قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی ابی بن کعب سے سوال کیا گیا کہ آپ کے بھائی ابن مسعود ایسا ایسا کہتے ہیں اُنہوں نے کہا کہ رسول کریم سے سوال کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے جبرائیل نے کہا کہ میں نے کہا اُن نے کہا کہ ایسا ہی ہم کہتے ہیں جیسا کہ رسول کریم نے کہا) یہ روایت معوذتین کے متعلق ہے اس سے معلوم ہوتاہے کہ معوذتین کے متعلق ابی بن کعب اور ابن مسعود ہم خیال تھے۔ ابی اور ابن مسعود دونوں کی روایتیں اسمار سور کے بیان میں نقل کی گئی ہیں۔ اب اس روایت کا کیا مطلب ہے؟ اس روایت میں سائل نے خواص سور کا سوال کیاہے کہ ابن مسعود ان سورتوں کے یہ خواص بیان کرتے ہیں اُنہوں نے

کہا کہ ایسا ہی رسول کریم نے کہا ہے وہ خواص اُن کے کیا ہیں کہ یہ دفع سحر کے لئے مجرب ہیں۔
عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب التفسیر میں بھی یہی ہے۔

اعمال قرآنی کے متعلق بہت کثرت سے ضخیم کتابیں تصنیف ہوئی ہیں۔ شائقین اُن کو مطالعہ کریں۔ یہاں سب کے خواص بیان کرنے کی گنجایش نہیں ہے حصن حصین وغیرہ کتابوں میں آیات و سور کے خواص اور ان کے ساتھ بعض خاص خاص دعائیں بھی جو حضور نے ارشاد فرائی ہیں جمع کی گئی ہیں۔ بعض دعائیں ایسی ضروری اور مجرب ہیں کہ انکو حضور نے صحابہ کو اسی اہتمام سے یاد کرایا تھا جس اہتمام سے قرآن یاد کرایا تھا۔ صحابہ بھی ان کا ایسا ہی اہتمام کرتے تھے۔ جیسے قنوت جو وتروں میں پڑھی جاتی ہے۔ اور امام شافعی کے مقلدین صبح کے فرضوں میں پڑھتے ہیں۔ قنوت کو حضرت ابی بن کعب بھی ایسا ہی ضروری سمجھتے تھے جیسا کہ شوافع نے سمجھا ہے

احکامِ قرآن

تاریخ شاہد ہے، کتب مذاہب عالم گواہ ہیں کہ نزول قرآن سے قبل ربع مسکون پر نہ علوم و فنون کا پتہ تھا۔ نہ عدل و انصاف و مساوات کا نشان تھا۔ قمار بازی، شراب خواری، زنا، لواطت، بت پرستی، دختر کشی، خودکشی اور دوسری بداخلاقیاں محاسن بن کر رائج تھیں۔ ان کے ابطال و انسداد کیلئے جو قرآن اور صاحب قرآن کے احکامات ہیں اُن کی تفصیل و تشریح یا صرف اُن کے خالص بیان کے لئے ضخیم جلدوں کی ضرورت ہے ہم یہاں صرف بعض آیات اور ان کا حاصل لکھتے ہیں۔

(۱) اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا۔ تمہارا خدا ایک ہے۔ پس جو شخص اپنے رب سے ملنے کا اُمید وار ہو تو وہ نیک کام کرے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

(۲) لَا تَعْبُدُوا الْاَصْنَامَ۔ بتوں کو مت پوجو۔

(۳) لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں فساد مت کرو۔

(۴) اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ۔ اللہ تعالیٰ تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں سے سلوک کرنے کا حکم فرماتا ہے اور فحش اور بُری باتوں اور بغاوت کو منع کرتا ہے۔

(۵) وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔ ماں باپ، رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔ اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

(۶) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ۔ حقداروں کو اُن کا حق دیدو۔

(۷) حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ۔ حرام کیا گیا ہے تم پر مردار جانور اور خون اور سور کا گوشت۔

(۸) وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِکُمْ فِسْقٌ۔ پانسوں سے فال نکالو۔ یہ گناہ ہے۔

(۹) لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوا۔ سود مت کھاؤ۔

(۱۰) لَا تَنْکِحُوْا مَا نَکَحَ اٰبَآؤُکُمْ۔ جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے اُن سے تم نکاح مت کرو۔

(۱۱) وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ۔ مسلمان غصہ کھانے والے معاف کردینے والے ہوتے ہیں۔

(۱۲) ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ مسلمان بیہودہ باتوں سے بچتے ہیں۔

(۱۳) لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا۔ کسی کے ساتھ دشمنی کی بنا پر ناانصافی مت کرو۔ بلکہ انصاف کرو۔

(۱۴) فَاتَّقُوا اللّٰہَ فِی النِّسَآءِ فَاِنَّکُمْ اَخَذْتُمُوْھُنَّ بِاَمَانِ اللّٰہِ۔ عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو کیونکہ اُنپر تم نے خدا کے نام کی ضمانت پر قبضہ کیا ہے۔

(۱۵) وَاَنْ تُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ۔ لوگوں کے درمیان صلح کرادیا کرو۔

(۱۶) اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَابْنِ السَّبِیْلِ۔ خیرات کا مال غریبوں، فقیروں قرضداروں کا قرضہ ادا کرنے غلاموں کے آزاد کرانے اور مسافروں کی امداد اور نیک کاموں کیلئے ہے۔

(۱۷) وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا۔ اللہ کے نیک بندے جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں بلکہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔

(۱۸) لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ، قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَھُمْ سَفَھًا بِغَیْرِ عِلْمٍ۔ محتاجی کے ڈر سے اولاد کو قتل نہ کرو۔ وہ لوگ بڑے بدنصیب ہیں جنہوں نے

جہالت سے اولاد کو قتل کر دیا۔

(۱۹) وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ۔ معافی دیدیا کرو اور درگذر کیا کرو۔ کیا تم نہیں پسند کرتے کہ اللہ تم کو بخشدے۔

(۲۰) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ۔ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(۲۱) يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔ خدا نے ایمان والوں اور علم والوں کو بڑا مرتبہ دیا ہے۔

(۲۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ شراب، جوا۔ بُت، پانسے، فال نکالنا یہ سب بُرے کام ہیں ان سے بچو۔

(۲۳) لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا۔ زنا کے پاس مت جاؤ یہ بےحیائی کا کام اور بہت بُرا راستہ ہے۔

(۲۴) ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا۔ مسلمان مرد عورتوں کا گمان ایک دوسرے کی طرف نیک ہوتا ہے۔

(۲۵) وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔ کاموں میں شورہ کیا کرو۔

(۲۶) لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ۔ والدین اور قرابتداروں کے ترکہ میں مردوں عورتوں دونوں کا حصہ ہے

(۲۷) وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ۔ سچی گواہی کو نہ چھپاؤ۔ اور جو گواہی چھپائے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔

(۲۸) أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَى۔ تم کو اُن لوگوں کا معلوم نہیں جنکو کانا پوسی کرنے سے منع کیا گیا تھا۔

(۲۹) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى۔ تم پر مقتول کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے

(۳۰) وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ۔ کسی کو ناحق قتل مت کرو۔

(۳۱) إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ جو لوگ پاکدامن عورتوں کو اتہام لگاتے ہیں وہ دونوں جہان میں ملعون ہیں۔

(۳۲) فَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ۔ رشتہ داروں کو غریبوں کو اور

مسافروں کو اُن کا حق دیدیا کرو۔

(۳۳) وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ۔ رشتہ داروں کو غریبوں کو یتیموں کو مسافروں کو مانگنے والوں کو اور مقروض کا قرض ادا کرو۔

(۳۴) وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ۔ بیوہ عورتوں، غلاموں اور لونڈیوں سے نکاح کرو۔

(۳۵) وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ۔ عورتوں کو ضرر نہ پہونچاؤ۔ ان کو تنگ کرنے کیلئے

(۳۶) لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا۔ کسی گھر میں بغیر اجازت حاصل کئے داخل نہو اور جب کسی گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو۔

(۳۷) قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ۔ مسلمانوں سے کہدو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

(۳۸) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ۔ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوناشکروں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ •

(۳۹) اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں پر خدا کی لعنت اور پھٹکار ہے

(۴۰) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۔ مسلمان اپنی امانتوں کو ادا کرتے ہیں اور اپنے وعدے کی حفاظت کرتے ہیں۔

(۴۱) قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ۔ اللہ تعالیٰ بےحیائی اور بری باتوں کا حکم نہیں دیتا۔

(۴۲) وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ۔ اور ناپ تول انصاف کیساتھ پوری کرو۔

(۴۳) وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ۔ اور اگر تم تکلیف دو تو اسی قدر جتنی کہ تم کو تکلیف پہونچائی گئی ہے۔

(۴۴) وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ اللہ کے نیک بندے زمین پر فروتنی سے چلتے ہیں۔

(۴۵) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔ اترانے والے اور شیخی مارنے والے خدا کو ناپسندیدہ ہیں۔

(۴۶) اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ۔ بخیل اور بخل کی ترغیب دینے والوں

کیلئے عذاب ہے۔

(۴۷) وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھو۔

(۴۸) إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(۴۹) قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى۔ اچھی بات کہنا اور معاف کردینا اس سے بہتر ہے کہ خیرات کرنے کے بعد تکلیف دیجائے۔

(۵۰) وَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔ یتیم کی تحقیر نکر۔ سائل کو مت جھڑک

(۵۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ۔ احسان جتاکر صدقہ کا اجر ضائع نہ کرو۔ جیسے وہ شخص جو اپنے مال کو لوگوں کے دکھانے کیلئے خرچ کرتا ہے اور خدا پر ایمان نہیں رکھتا۔

(۵۲) إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔ خدا کے نزدیک معزز وہ ہے جو بڑا پرہیزگار ہے۔

(۵۳) حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً۔ جب جنگ ہو تو دشمن کے سپاہیوں کو گرفتار کرلو۔ پھر ان کو یا تو احساناً چھوڑ دو یا فدیہ لیکر چھوڑ دو۔

(۵۴) هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ۔ خدا نے تم سب کو تن واحد سے پیدا کیا ہے

(۵۵) وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ۔ اگر تمہارے غلام تم سے کہیں کہ ہم کو آزادی کی دستاویز لکھدو تو اگر تم ان میں بھلائی کے آثار پاتے ہو تو لکھدو۔ اور آزاد کرتے وقت ان کو اس مال میں سے کچھ دیدو جو خدا نے تم کو دیا ہے۔

(۵۶) وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۔ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور آپسمیں اختلاف مت کرو۔

(۵۷) وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۔ اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو چلتا ہے زمین میں تاکہ اسمیں فساد پھیلائے اور کھیتوں اور نسلوں کو برباد کرے اور خدا نہیں پسند کرتا فساد کو۔

(۵۸) قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ۔ اچھے اور برے برابر نہیں ہوسکتے۔

(۵۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ

اَوِالْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ۔ مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قایم رہو۔ خدا لگتی گواہی دو۔ اگرچہ تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کے خلاف ہو۔

(۶۰) اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ۔ وہ بھی بربادی میں ہے جو مال کو گن گن کر جمع کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہے گا۔

(۶۱) هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ نیکی کا بدلہ نیکی ہے

(۶۲) اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا۔ وعدہ کو پورا کیا کرو۔ وعدہ کا سوال ہوگا

تحریف قرآن

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو ہر طرح محفوظ کرا دیا تھا۔ آپ کے عہد میں قرآن بہت سے سفینوں اور لاکھ سے زیادہ سینوں میں محفوظ تھا۔ آپ کے بعد مسلمانوں نے بھی اُس کے حفظ کرنے اور لکھنے میں کمال احتیاط سے کام لیا۔ یہ حدیث نقل کیجا چکی ہے کہ ابن زبیر نے حضرت عثمان سے ان لکھتے وقت ایک آیت کے متعلق کہا کہ یہ منسوخ ہے اس کو نہ لکھوں۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں کچھ بھی تغیر نہیں کرسکتا غرض قرآن کی ایسی بے نظیر حفاظت ہوئی ہے کہ دوسری قسم کے خیال کے لئے کوئی گنجایش باقی نہیں ہے اسی وجہ سے محققین مذاہب غیر کو بھی ماننا پڑا اور باوجود مخالفت کے لکھنا پڑا کہ قرآن تحریف سے پاک ہے۔ اس قسم کی رائیں نقل کیجائیں گی۔

سنہ ۱۹۱۴ء میں ایک یوروپین ڈاکٹر منگانا نام نے ایک کتاب شائع کی جس کا نام (لیوز فرام آنشنٹ قرانز) ہے۔ یعنی تین قدیم قرآنوں کے اوراق۔ ان اوراق میں مختلف سورتوں کی آیات لکھی ہیں۔ گویا آیات وسور کی ترتیب موجودہ قرآن کے خلاف ہے۔ ڈاکٹر موصوف کا منشا اس سے تحریف قرآن ثابت کرنا ہے۔ ڈاکٹر موصوف تو اپنے قیاس سے انکو سنہ ۸۰۰ء کے ابتدا کی تحریر قرار دیتے ہیں اور ڈاکٹر لیڈی اگنس سمتھ لوئیس ان کو جمع عثمانی سے قبل کی تحریر قرار دیتی ہیں لیکن لیڈی صاحبہ کا خیال تو اسلئے غلط ہے کہ ان اوراق میں نقطے ہیں اور نقطوں کا رواج آٹھویں صدی عیسوی کے ابتدائی زمانہ سے بعہد خلیفہ ولید بن عبد الملک حضرت عثمان کی وفات سے کم وبیش پچپن سال بعد ہوا۔

ڈاکٹر منگانا اس کو آٹھویں صدی کے اوائل کا تصور کرتے ہیں۔ وہی حضرت عثمان سے پچپن سال بعد۔ اگر اس زمانہ کا کوئی نسخہ ایسا ملجائے جو مصحف عثمانی کے خلاف ہو تو اس سے تحریف قرآن ثابت نہیں ہوسکتی۔ تحریف تو جب ثابت ہو کہ وہ تحریر یا تو حضرت عثمان سے پہلے کی

یا کم از کم حضرت علی کے آخر عہد تک کی ہو اور عہد خلافت راشدہ کے بعد کی کوئی تحریر پیش کرنا حماقت ہے۔ وہ کسی شریر کی شرارت ہی سمجھی جائے گی۔ اور اس پر بحث کرنے سے کچھ فائدہ نہیں چونکہ اس پر نقطے ہیں۔ اسلئے یہ اگر قدیم تحریر ہے اور کسی کی صناعی نہیں ہے تو ضرور ۲۸۰ھ کی ہوگی یا اس کے بعد کی اور کسی ناواقف شریر کی شرارت ہے کیونکہ اسمیں ایک چیز اور ایسی ہے جو اس کو نہ قرآن کا ورق ثابت کر سکتی ہے نہ کسی باعلم کاتب کی تحریر۔ وہ یہ کہ اس کا رسم الخط قرآن کے رسم الخط کے خلاف ہے۔ اسمیں کسی کو اختلاف نہیں کہ قرآن کا رسم الخط وہی ہے جو حضور کے زمانہ میں تھا۔ اور آج تک اسمیں تغیر نہیں ہوا۔ یہ رسم الخط کے خلاف تحریر یا تو کسی کم علم ناواقف غیر مسلم کی ہے یا کسی کی جعل سازی ہے۔ قرآن میں یوم الفصل لکھا ہے اسمیں اس کو یوملفصل لکھا ہے۔ قرآن میں القیم فلا ہے اسمیں القیمفلا ہے۔ اس قسم کے اختلاف ایک دو ہی نہیں بلکہ کثرت سے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ اوراق خود ڈاکٹر منگانا کے خیال کے موافق ایک شخص کے لکھے ہوئے نہیں بلکہ مختلف اشخاص کے لکھے ہوئے ہیں۔ اسلئے بھی یہ قابل اعتبار نہیں اور ان اوراق کی کیفیت ہے کہ ان اوراق پر یکے بعد دیگرے تین قدیم تحریریں ایک دوسرے کے اوپر لکھی ہوئی تھیں اور سب سے نیچے کچھ آیات قرآنی جب اس کے بعد دوسری عبارتیں انہی اوراق پر لکھی گئیں۔ تو پہلی عبارت کو نرم پتھر سے رگڑ کر محو کر دیا گیا۔ پھر مرور زمانہ سے قدیم تحریریں کچھ کچھ نظر آنے لگیں۔ اور اسمیں عبارت کے درمیان اکثر الفاظ محو بھی ہو گئے ہیں۔ ایسی مشکوک و مخلوک تحریر کو قرآن کہکر پیش کرنا ڈاکٹر منگانا کی ہٹ دھرمی اور تعصب کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قدیم زمانہ میں کسی نے جعل کیا ہو اسپر نہ کوئی سن تحریر ہے نہ کاتب کا نام ہے نہ قرآن لکھا ہوا ہے۔ اگر کسی ہٹ دھرم کے اصرار سے اس پر کچھ توجہ کیجائے تو کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کسی تفسیر کے اوراق ہوں، ممکن ہے وظائف کی کسی کتاب کے اوراق ہوں۔ وظائف کی کتابوں میں آیات و سور کی ترتیب نہیں ہوتی۔ آج بھی صدہا کتابیں وظائف کی دلائل الخیرات، حزب البحر، حزب الاعظم، پنج سورہ، ہفت سورہ، دہ سورہ وغیرہا رائج ہیں۔ اگر کوئی بکلہ ان اوراق کے قدیم ماننے پر مجبور کرے تو میں وثوق کے ساتھ کہوں گا کہ یہ کسی کم علم صاحب ورد کی کتاب اوراد کے اوراق ہیں۔ ڈاکٹر منگانا کی اس حرکت پر مولانا شبلی نعمانی نے بھی اپنے ایک مضمون میں مختصر بحث کی ہے۔ لیکن مسٹر محمد علی قادیانی نے اسپر تفصیل سے بحث کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس پر کسی بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ اول تو اس کا بیحد مشکوک و مخلوک ہونا اس کو پایۂ اعتبار سے ساقط کرتا ہے۔ دوسرے اس پر نقطے ہیں جو اس کو قرآن کی تیسری جمع و ترتیب (عہد عثمانی) سے کم و بیش ایک صدی

بعد کے ثابت کرتے ہیں۔ ان بحث کرنے والے حضرات نے اس طرف مطلق خیال نہیں کیا کہ اگر خلافت راشدہ کے بعد کسی نے کوئی تحریر ترتیب بھی کی ہو تو وہ قرآن کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جا سکتی۔

سرولیم میور لکھتے ہیں:۔ جہاں تک ہماری معلومات ہے دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس کی (قرآن کی) طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو (دیباچہ لائف آف محمد ص۲۱)

ڈاکٹر وان ہیمر لکھتے ہیں:۔ ہم ایسے ہی یقین کے ساتھ قرآن کو بعینہٖ محمدؐ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسا کہ مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں (جمع قرآن مصنفہ مسٹر محمد علی ص۲)

جس حفاظت سے قرآن ہم تک پہونچا ہے اسکی نظیر دنیا میں نہیں (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام)

کوئی جزو، کوئی فقرہ، اور کوئی لفظ ایسا نہیں سنا گیا کہ جس کو جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو نہ کوئی لفظ یا فقرہ ایسا پایا جاتا ہے جو اس مسلم مجموعہ میں داخل کر دیا گیا ہو۔ (لائف آف محمدؐ)

اس کو ایک کم علم بھی جانتا ہے کہ عہد عثمانی کے بعد کی اگر کوئی تحریر قرآن کے خلاف ہو تو اس کا قرآن پر کوئی اثر نہیں وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آجکل کوئی آیات و سور کو الٹ پلٹ کر لکھکر کچھ فقرات ملا کر کوئی تحریر مرتب کر دے۔ جس کتاب کی تلاوت ابتداء سے آج تک تمام اقطاع عالم میں چوبیس گھنٹے برابر جاری ہے جس کے حافظ ہر ملک میں کثرت سے ہیں جس کے مترجم و مطبوعہ نسخے کثرت سے ہر ملک میں ہیں اسمیں کون کمی بیشی کر سکتا ہے اور کس طرح اسمیں کوئی کم و بیشی دخل پا سکتی ہے۔

مکہ میں نزول قرآن کی مصلحت

چونکہ تمام دنیا کی حالت خراب تھی اسلئے ہدایت کا مرکز شہر مکہ کو بنایا گیا اسمیں بہت سی مصالح ہیں۔ ان میں سے چند ایک لکھی جاتی ہیں۔

(۱) قرآن تمام دنیا کیلئے قیامت تک کیلئے نازل ہوا ہے۔ زمانہ نزول میں ذرائع خبر رسانی، اسباب نقل و حمل وغیرہ سہولت بخش نہ تھے۔ ایک شہر کی دوسرے شہر تک خبر کا پہونچنا نہایت دشوار تھا۔ اہل عرب چونکہ تاریخ کی یاد سے پہلے تمام دنیا کا سفر کرتے تھے۔ چین، ہندوستان، شام اور بعض حصص یورپ سے اُن کے تجارتی تعلقات تھے اُن کے قافلے ہمیشہ ممالک غیر میں آتے جاتے رہتے تھے۔ اس لئے تبلیغ و اشاعت کیلئے ان سے زیادہ کوئی قوم موزوں نہ تھی اور یہی ہوا کہ دنیا میں قرآن کی اشاعت زیادہ تر سوداگروں، سیاح درویشوں کے ذریعے سے ہوئی۔ اس مضمون پر ایک ضخیم کتاب ڈاکٹر آرنلڈ نے لکھی ہے اس کا نام پریچنگ آف اسلام ہے۔

(۲) اُس زمانہ میں باعتبار ترقی ظاہری تین ملک سربرآوردہ تھے۔ ایک سلطنت روم، دوسری ایران، تیسرے حبشہ، عرب کے ان تینوں سلطنتوں کا تعلق تھا۔ عرب کے شمالی حصہ پر روم کا، شرقی حصے پر ایران کا، جنوبی حصے پر حبشہ کا اثر تھا۔ قاعدہ ہے کہ زیر اثر ممالک میں مدبرین، علماء، عقلا، اُمراء اکثر آمدورفت رکھتے ہیں۔ اس لئے عرب میں ان تینوں متمدن ممالک کے بااثر اشخاص کی آمدورفت تھی لہذا ان تینوں متمدن ممالک پر یکساں تبلیغ کیلئے یہی خطہ موزوں تھا۔

(۳) ایران میں آتش پرستی کا مذہب تھا۔ روم میں مسیحیت تھی، حبشہ میں بھی مسیحیت تھی، یورپ افریقہ کے بعض حصص میں یہود و نصاریٰ تھے، باقی وحشی اقوام، چین وغیرہ ممالک بت پرست تھے، غرض کسی ملک میں ایک کسی میں دو مذہب تھے، عرب میں تمام مذاہب جمع تھے۔ یہود نصاریٰ، بت پرست، آتش پرست، دہریے غرضکہ عرب تمام مذاہب کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس لئے سب پر یکساں تبلیغ واتمام حجت کیلئے یہی مقام موزوں تھا۔

(۴) انسان کی خلقت کی ابتداء ناف سے ہوتی ہے۔ اس لئے اسکی اصلاح کی ابتداء بھی ناف زمین سے موزوں تھی۔ مکہ ناف زمین ہے۔ ناف جسم انسانی کے نصف سے کچھ زیادہ پر ہوتی ہے۔ اسی طرح دنیا کی آبادی جنوب میں (۴۰) درجہ عرض البلد اور شمال میں (۸۰) درجہ تک ہے۔ دونوں کا مجموعہ (۱۲۰) ہوا۔ اس کا نصف (۶۰) ہوا۔ اگر (۶۰) کو (۸۰) میں سے تفریق کریں تو (۲۰) باقی بچتے ہیں۔ اگر (۶۰) سے (۴۰) کو تفریق کریں تو (۲۰) باقی بچتے ہیں۔ مکہ (۲۱ ½) درجہ پر آباد ہے۔ اس لئے ناف زمین ہے۔

(۵) ملک عرب (۱۵) سے (۳۵) درجہ عرض البلد شمالی پر واقع ہے۔ انہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح آباد ہیں کہ مشرق میں آریہ و منگول، مغرب میں حبش (اولاد حام) اور ریڈ انڈینز (امریکہ کے اصل باشندے) اسی وجہ سے بھی یہی مقام موزوں تھا۔

(۶) عرب، ایشیا، یورپ اور افریقہ کے براعظموں کے وسط میں واقع ہے۔ وہ خشکی اور تری دونوں راستوں سے دنیا کو اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک رہ سکے۔

(۷) دنیا کی آبادی کا آغاز مکہ سے ہوا۔ حضرت آدمؑ نے وہیں سکونت اختیار کی، وہیں اُن کی قبر ہے۔ وہاں پہلا معبد بنا۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ۔

(۸) عرب کی زبان وسیع و فصیح اور تمام زبانوں سے زیادہ باقاعدہ اور اُم الالسنہ ہے ان امور پر نظر کیجائے تو اصلاح عالم کے آغاز کیلئے اس سے بہتر کوئی مقام نظر نہیں آئے گا۔

اور اگر کسی دوسری جگہ کتاب نازل کیجاتی تو معترض کا اعتراض جب بھی قائم رہتا۔ بہر حال نزول کتب کیلئے روئے زمین پر کسی مقام کا ہونا ضروری تھا۔

نسخ

قرآن مجید میں تین قسم کا نسخ واقع ہوا ہے۔

(۱) وہ آیت جس کا حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ تلاوت بھی منسوخ ہو گئی جیسے سورہ بینہ کی یہ آیت تھی لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيًا مِّنْ مَالٍ الخ۔

(۲) وہ آیت جس کی تلاوت منسوخ ہو گئی مگر حکم باقی ہے جیسے آیت الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ نکالاً من اللہ واللہ عزیز حکیم۔

(۳) وہ آیت جس کی تلاوت باقی ہے مگر حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ جیسے اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ (اگر تم میں بیس صبر کرنے والے ہوں تو دوسو پر غالب آ جائیں گے) یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ (اب اللہ نے تخفیف کر دی دیکھا کہ تم میں کمزوری پیدا ہو گئی، اب اگر تم میں سو ثابت قدم ہوں گے تو دوسو پر غالب آئیں گے)

نمبر دو قسم کی آیات حسب الحکم حضور قرآن میں نہیں لکھی گئیں حدیثوں میں محفوظ ہیں۔

نمبر ۳۔ یہ آیت قرآن میں موجود ہے۔ نمبر ا کے تو کسی طرح باقی رہنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ نمبر ۲ کا حکم اس لئے باقی ہے کہ وہ دیگر آیات و احادیث سے بھی مستنبط ہوتا ہے۔ نمبر ۳ کو اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس سے دیگر احکام کے استنباط میں مدد ملتی ہے۔ نسخ وغیرہ جو کچھ قرآن میں ہوا ہے وہ سب حضور کے امر سے اور حضور کے سامنے ہوا ہے۔ آپ کے بعد میں کوئی تغیر و ترمیم نہیں ہوئی۔ اس لئے کوئی شک و اعتراض کی گنجائش نہیں۔ آپ کے بعد صحابہؓ نے کمال احتیاط سے لکھا ہے ایک حرف بھی ادھر سے ادھر ہونے نہیں دیا۔

قال ابن الزبیر قلتُ لعثمان بن عفان والذین یتوفون منکم الخ قال قد نسختھا الآیۃ الاُخریٰ الخ فلم تکتبھا او تدعھا قال یا ابن اخی لا اغیر شیئاً منہ من مکانہ۔

(یعنی ابن زبیر نے عثمان سے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کو نہ لکھوں۔ عثمان نے کہا میں کچھ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتا۔ (بخاری منازی)

مندرجہ ذیل سورتوں میں ناسخ و منسوخ دونوں ہیں

بقرہ - آل عمران - نساء - مائدہ - انفال - توبہ - انبیاء - ابراھیم - مریم
نور - حج - فرقان - شوریٰ - طور - ذاریات - احزاب - سبا - مؤمن - مجادلہ
شعرا - عصر - تکویر - مزمل - واقعہ - مدثر -

مندرجہ ذیل سورتوں میں منسوخ ہے، ناسخ نہیں

رعد - انعام - ھود - یونس - حجر - اعراف - نحل - کہف - طہٰ - عنکبوت -
مؤمنون - اسرائیل - نمل - قصص - ن - روم - سجدہ - ص - لقمان، فاطر - صافات
دخان - حم سجدہ - زمر - ق - جاثیہ - زخرف - احقاف - محمد - نجم - ممتحنہ -
قمر - معارج - دھر - طارق - قیامہ - تین - غاشیہ - عبس - کافرون -

مندرجہ ذیل سورتوں میں ناسخ ہے، منسوخ نہیں

فتح - طلاق - اعلیٰ - حشر - تغابن - منافقون -

باقی سورتوں میں نہ ناسخ ہے نہ منسوخ - میں نے ان سورتوں کے نام لکھدیے ہیں جنہیں ناسخ و منسوخ کے متعلق بحث پیش آتی ہے - بعض علما نسخ کے قایل ہی نہیں ہیں - جو لوگ نسخ کے قایل ہیں وہ آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا سے استدلال کرتے ہیں لیکن ابومسلم کہتے ہیں کہ آیت سے مراد آیت قدرت ہے - یہی سیاق و سباق کلام سے ثابت ہے، آیت قرآن مراد نہیں - امام رازی نے بھی اس آیت سے نسخ آیات قرآنی پر استدلال کرنے میں کلام کیا ہے

شاہ ولی اللہ دہلوی، صرف پانچ جگہ نسخ کے قایل ہوئے ہیں (فوز الکبیر)

دو چیزیں ہیں ایک نسخ - ایک بدا -

بدا یعنی کوئی چیز پہلے سے معلوم نہ ہو بعد کو معلوم ہو جائے - یہ بات خداوند ذوالجلال کی شان کے خلاف ہے مسلمان اس کے قایل نہیں نہ یہ قرآن میں ہے

نسخ - یہ کہ پہلے سے علم تھا - مگر زمانہ اور مصلحت اس کے مساعد نہ تھا - اسلئے اول حکم اسوقت کی مصلحت کے موافق دیا گیا - یہ نسخ قرآن میں ہے - یہ طبیب حاذق کی تبدیلی نسخہ جات کی طرح ہے -
یہی نسخ کتب سابقہ کے متعلق ہے یعنی قرآن مجید نے توریت، زبور، انجیل کے احکام عملیہ فرعیہ کو منسوخ کیا ہے - باقی اصول وحدانیت، رسالت حشر و نشر اور اصولی احکام عملیہ نماز روزہ حج - زکوۃ میں کوئی نسخ نہیں ہوا - یہ ویسے ہی ہیں جیسے انبیاء سابقین کے عہد میں تھے -

چنانچہ حضرت آدم نے چالیس حج کئے۔ (شعب الایمان) ہود و صالح پیغمبر وادی عسفان (مکہ سے دو منزل) میں تلبیہ کہتے تھے۔ اور موسیٰ وادی ارزق (مکہ سے ایک میل) میں (ابن جریر)

گویا اسلام کا رکن حج ابتدا ہی سے تھا اور ہر پیغمبر کے زمانہ میں رہا۔ آیات قرآنی سے ثابت ہے کہ انبیاء سابقین اپنی امتوں کو صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ کی تاکید کرتے رہے۔ غرض یہ شریعت قدیم شریعت ہے نسخ اسمیں ہوا ہے صرف احکام عملیہ فروعیہ میں۔ باقی اُصول وہی ہیں شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا أَوْحَيْنَا بِهِ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ (یعنی تمہارے واسطے وہی شریعت قائم کی ہے جس کا نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو حکم دیا گیا تھا)

خود حضور علیہ السلام کے عہد میں بعض مسائل میں تغیرات ہوئے ہیں۔ پہلے نماز میں کلام کرنا جائز تھا پھر ممنوع ہوگیا۔ شروع اسلام میں میراث کے حکم سے پہلے وصیت لازمی تھی۔ جیسا کہ سورہ بقرہ میں ہے كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ الخ یہ حکم آیت میراث سے منسوخ ہوگیا۔

ابتدائے اسلام میں عورت کو حسب رواج عرب ایک سال عدت کرنی ہوتی تھی۔ آیت أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا سے یہ منسوخ ہوگیا۔

ابتداء اسلام میں دہ چند کفار سے مقابلہ کرنے کا حکم تھا۔ آیت وَإِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ سے یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

اس تغیر سور و قوالب کو اصطلاح شرع میں نسخ کہا ہے۔ اور اسی کا وقوع ہوا ہے۔ میں نے پہلے جو نسخ کی تعریف بیان کی ہے اُس کے متعلق اسقدر اور عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حکم شرعی اُس حکم الٰہی کو کہتے ہیں جو افعال مکلفین سے متعلق ہو اور نسخ انتہائے حکم شرعی کا بیان کر دیتا ہے، لہٰذا نسخ حکم کے یہ معنی ہوئے کہ وہ اِس حکم الٰہی کا انتہائی بیان ہے جو افعال مکلفین سے متعلق ہے اور یہ بیان انتہا اس غرض سے ہے کہ مکلفین منتہائے حکم کی تعمیل کرکے وہ مقاصد اقصیٰ و مدارج اعلیٰ حاصل کریں جو بموجب علم و حکم ازلی اللہ سبحانہ کے بصورت نسخ ظاہر ہوئے ہیں نہ یہ کہ نسخ کے معنی یہ ہیں کہ پہلا حکم غلط تھا اور پھر بوجہ غلطی اس کو بدل دیا۔ تاکہ مکلفین اس غلطی سے نجات حاصل کریں پس نسخ احکام نہ بوجہ غلطی و سقم ہے بلکہ بمقتضائے ظہور اُن کمالات کے ہے جس کے حصول کیلئے خود یہ زمانہ نسخ باقتضائے استعداد اور فطرت انسانی متقاضی ہے اور جس کے وقوع پر کوئی گنجائش چون و چرا کی نہیں ہو سکتی۔ ناسخ و منسوخ دونوں حکم الٰہی ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں بتقاضائے

فطرت انسانی تکلیفیں سے تعلق ہو کر اُن کے لئے موجبِ کمال اور باعثِ سہولت ہوتے ہیں

تکرار مطالب وقصص

جس زمانہ میں قرآن نازل ہوا - تاریخ بتاتی ہے کہ لوگوں کے قلوب سیاہ اور سخت ہو گئے تھے شرو معاصی انسانوں کی طبیعت ثانیہ ہو گئے تھے۔ اس زنگ کا چھڑانا آسان نہ تھا - جبتک بار بار تاکید تنبیہ و یاد دہانی نہ کیجاتی پُورا اثر ہونا مشکل تھا۔

سامع کو افادہ کرنے کی دو قسمیں ہیں - ایک یہ کہ سامع کو ایک چیز کا علم دیا جائے تاکہ وہ واقف ہو جائے دوسرے یہ کہ سامع کے ذہن میں وہ علم راسخ ہو جائے اور اُس کا رنگ اُس کے تمام قویٰ پر غالب آجائے اور یہ امر بغیر بار بار تعلیم کے پیدا نہیں ہو سکتا - قرآن مجید میں بعض جگہ بطور ترجیع بند ایک خاص جملے کا اسلئے بھی اعادہ کیا گیا ہے کہ حسن کلام و لذت کلام میں اضافہ ہو جائے - شعرا و فصحا اس خوبی سے واقف ہیں

قرآن کا طرز استدلال مطالب پر ایسا سہل المأخذ ہے کہ جس کو ایک بڑے سے بڑا حکیم اور ایک جاہل دونوں سمجھ سکتے ہیں اور ہر ایک اپنے اپنے فہم و مذاق کے بموجب اُس دلیل سے مستفید ہو سکتا ہے بیان احکام میں ایسا سہل اور مؤثر طریقہ اختیار کیا ہے کہ جس سے بندوں کے دلوں پر اثر ہو اور وہ تعمیل احکام کے لئے آمادہ ہو جائیں - کہیں تو اپنی ذات و صفات کے اثبات کے بعد بیان کیا ہے تاکہ انکی شان شفقت عمل پر آمادہ کر دے - کہیں حشر و نشر سے ملا کر تاکہ اعمال کا نتیجہ تعمیل پر آمادہ کرے کہیں گذشتہ قوموں کے حالات کے بعد کہ باعث عبرت بھی ہو اور نافرمانی سے باز رہیں - گذشتہ زمانہ سے عبرت و نصیحت حاصل نکرنا، گذشتہ زمانہ کو بیکار اور نیست محض سمجھکر واقعات گذشتہ اور نیک و بد کاموں کے نتائج سے کانوں کو بند کر لینا اور عبرت حاصل نکرنا ایسا ہے جیسا کہ موجودہ اشیاء سے آنکھ بند کر لینا اور کوئی سبق حاصل نکرنا - عقلا کے نزدیک علم تاریخ ایک بڑا مفید علم ہے - اور امم سابقہ اور انبیائے سالفین کے سچے واقعات کو یہود و نصاریٰ نے مسخ کر دیا تھا جس کی وجہ سے لوگ سخت گمراہی میں مبتلا تھے اسلئے قرآن میں ضروری تھا کہ ان کو صحت کے ساتھ بیان کر دیا جائے تاکہ صفرت رفع ہو اور فائدہ پہونچے۔ وَنَقُصُّ عَلٰى بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ

جب کسی واقعہ سے متعدد فائدے مقصود ہوں تو اس واقعہ کو ہر مقصد کے محل پر بیان کیا جاتا ہے مثلاً حضرت موسیٰ اور فرعون کا واقعہ اس سے کہیں تو فرعون کے مظالم سے بنی اسرائیل کو نجات دلانے اور بنی اسرائیل کو آزادی کی نعمت سے بہرور کرنے کا ذکر مقصود ہے - کہیں فرعون کی سرکشی اور نبی سے مقابلہ

کر کے سزا پانے کا ذکر بخیال عبرت ہے۔ کہیں خدا پرستوں کی مظلومی و صبر کا نتیجہ بیان کر کے مؤمنین کو ترغیب و تسلی دینی مقصود ہے۔

نزول تدریجی

تدریجی نزول پر کفار نے اعتراض کیا تھا۔ کہ قرآن اکدم سے کیوں نازل نہ ہوا۔ قرآن مجید نے اس اعتراض کا خود ہی جواب دیا ہے۔ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا (تاکہ ہم اس سے تمہارے دلوں کو مضبوط کرتے ہیں اور اس کو باقاعدہ سُنایا ہے)

جس زمانہ میں قرآن نازل ہوا ہے اس صدی کی تاریخ عالم بالخصوص تاریخ عرب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے عدل و تہذیب، تمدن، علم اور اخلاق حسنہ کا جنازہ نکل چکا تھا۔ اور فساد و شر بداخلاقی، ظلم و جور، جہالت انسانوں کی طبیعت ثانیہ ہو گئی تھی۔ روئے زمین پر کوئی خدائے واحد کا نام لیوانہ تھا، تمام دنیا میں بُت پرستی، آتش پرستی، تثلیث، توہم پرستی رائج تھی۔ اسلئے اہل عالم کی ظاہری و باطنی، دینی و دنیوی ہر قسم کی اصلاح کی ضرورت تھی۔ اگر اکدم اصلاحات کا طومار اُن کے حوالہ کر دیا جاتا۔ اور دفعتہً اُن کو تمام مالوفات کے ترک پر مجبور کیا جاتا تو گھبرا جاتے اور کبھی نہ مانتے اسلئے ضرورت تھی کہ اصلاحات کو رفتہ رفتہ نافذ کیا جائے۔

پھر یہ بھی مصلحت تھی کہ دوران اصلاح میں سوالات، اعتراضات پیدا ہوں گے بعض پیش آمدہ امور کا انکار کرنا ہوگا۔ بعض کی تحسین کرنی ہوگی۔ اسکی تکمیل تدریجی نزول ہی سے ہو سکتی تھی۔

جیسا کہ تاریخ عالم سے ثابت ہے کہ دنیا جہالت اور شر و فساد کا مخزن تھی اور فواحش و مفاسد لوگوں کی گھٹی میں پڑے تھے۔ تکبر و نخوت سے وہ کسی کے خلاف مزاج و معمولات سننے کے عادی نہ تھے، اب جو اُن کے خلاف کہے اُس کے لئے یہ لازمی نتیجہ تھا کہ وہ اُس کو ستائیں، ایذا پہونچائیں۔ ایسی حالت میں اگر اصلاحات کا مجموعہ اکدم رسول کو دیدیا جاتا اور آگے کو سلسلہ کلام مسدود کر دیا جاتا تو لوگ جب رسول کو ستاتے، دُکھ پہونچاتے تو رسول کی تسلی و تشفی کا کوئی ذریعہ نہ تھا، ضرورت تھی کہ وقتاً فوقتاً رسول کی ہمت افزائی کی جاتی رہے اس کے لئے بھی بہترین ذریعہ سلسلۂ کلام تھا۔ قرآن مجید کی آیات پر نظر کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بار بار رسول کو تسلی دیجاتی ہے اور ہمت افزائی کیجاتی ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ دو باتیں اور بھی خاص ہیں ایک یہ کہ ارشاد ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (ہم نے یہ کلام تیرا اسلئے نازل کیا،

کہ تم لوگوں کو خوب واضح کرکے سمجھا دو)۔

اگر مکمل کتاب نازل ہوتی تو اُس کے سمجھانے اُس کورس کو پُورا کرانے کیلئے رسول کو ایک مدرسہ کھولنا پڑتا اور تاریخ بتلاتی ہے کہ لوگوں کو ایک آیت بھی سننی گوارا نہ تھی۔ اس صورت میں اس کورس کو پُورا کرنے کیلئے کون آتا۔ اور سب کی توضیح و تشریح اکدم سے کیونکر سمجھائی جاتی۔ قرآن دنیا کا مکمل اور دائمی قانون ہے جو تمام دنیوی اور دینی اصلاحات و علوم کا منبع ہے۔ اُس کے الفاظ و کلمات میں بڑے بڑے نکتے ہیں، اُن پر کافی غور کا موقع بغیر تدریجی نزول کے ممکن نہ تھا۔

دوسرے یہ کہ قرآن پڑھنے کے قواعد ہیں، ہر حرف کے ادا کرنے کا خاص طریقہ ہے، وحی اسی طرح نازل ہوتی تھی کہ رسول کریم ہر حرف کو صحیح مخرج سے ادا کرنے پر قادر ہو جاتے تھے۔ پھر آپ صحابہ کو یاد کرا دیتے تھے۔ مخارج سے حروف کا ادا کرنا بغیر مشق ممکن نہیں۔ مشق کرانا ایک مشقت کا کام ہے۔ قرا، اس طرح شاگردوں کو سکھاتے ہیں کہ گویا وہ خود اُن کے حلق میں اُتار رہے ہیں جس طرح کبوتر اپنے بچوں کو بھراتا ہے یہ محنت و مشقت اور مشق تدریجی نزول ہی سے آسان ہو سکتی تھی۔ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا سے اسی طرف اشارہ ہے

عہد جاہلیّت

عہد جاہلیت کا لفظ عرب کے متعلق سُنکر بعض کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اہل عرب نوشت و خواند سے بالکل بے بہرہ تھے، ان کو یہ معلوم نہیں کہ زمانہ کفر و شرک کے متعلق یہ اسلامی اصطلاح ہے، مسلمانوں نے زمانہ قبل از اسلام کو عہد جاہلیت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اُس زمانہ میں جیسا بھی علم و فن کا رواج تھا اُس سے اہل عرب بے بہرہ نہ تھے۔ وہ تو ایسے فصیح و زبان آور تھے کہ اپنے سوا تمام جہاں کو اعجم (گونگا) کہتے تھے۔ سبع معلقہ کے نادر و لاجواب قصائد جن سے کسی مورخ کو انکار نہیں اسی عہد کی تصنیف ہیں اسی زمانہ میں لکھکر کعبہ کے دروازے پر آویزاں کئے گئے اور اُن کی عبادت کیجاتی رہی عرب میں صدہا ادیب شاعر تھے۔ مسیحی فاضل نوفل نے لکھا ہے ان العرب اقامت تسجد لهذه المعلقات نحو مائة وخمسين سنة الى ان ظهر الاسلام وابطل القرآن بسطوة فصاحته اعتبار العرب بهذه المعلقات (اہل عرب معلقات سبعہ کو ڈیڑھ سو برس تک سجدہ کرتے رہے یہاں تک کہ اسلام ظاہر ہوا اور قرآن نے اپنی فصاحت و بلاغت سے اُن کو رتبہ سے گرا دیا)

(صناجہ الطرب ص۴۹)

بہت سے لوگوں کے متعلق کتب تاریخ میں موجود ہے کہ وہ عہد جاہلیت میں لکھنا پڑھنا جانتے

تھے۔ سعد بن عبادہ کے متعلق ہے کان فی الجاھلیۃ یکتب بالعربیۃ (طبقات قسم ثانی جلد سوم ص ۱۳۶)
بہت سے کتبات و آثارات ایسے برآمد ہوئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نوشت و خواند میں عرب
اقوام عالم سے پیچھے نہ تھے بلکہ وہی سب کے اُستاد ہیں۔ ہماری کتاب زبان وقلم ملاحظہ ہو۔

عرب ساری دنیا سے تجارت کرتے تھے۔ تمام دنیا کا سفر کرتے تھے۔ ان میں حکومتیں قایم تھیں۔
ہمسایہ حکومتوں سے ان کے تعلقات تھے۔ کیا کوئی عقل باور کرسکتی ہے کہ ایسی قوم نوشت و خواند سے
بالکل نابلد ہوگی۔

عہد جاہلیت سے یہ مطلب ہے کہ ان میں کفر و شرک اور مراسم و رواجہائے نازیبا اور ظالمانہ
جاری تھے۔ جن کو عقل سلیم قبول نہیں کرتی۔ اور اہل علم اُن سے نفرت رکھتے ہیں اسلئے زمانہ قبل از اسلام
کو اصطلاح شریعت میں عہد جاہلیت کہا جاتا ہے

اُمّی

بعض قرآن مجید کی آیت هُوَ ٱلَّذِى بَعَثَ فِى ٱلْأُمِّيِّۦنَ رَسُولًا (خدا نے اَن پڑھوں میں سے
رسول بھیجا اُنہی میں سے) سے سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل عرب تمام اَن پڑھ تھے۔ اِن میں کوئی پڑھا لکھا نہ تھا
مضمون عہد جاہلیت میں یہ امر ثابت ہوچکا ہے کہ مثل دیگر ممالک کے اُس زمانہ میں عرب میں بھی علم کا
چرچا کم تھا۔ چونکہ خواندہ اشخاص خال خال تھے اس لئے باعتبار اکثریت سبکو اُمّی کہا گیا۔ ورنہ کون عقل
قبول کرسکتی ہے کہ کسی ملک میں کسی زمانہ میں اور مرکزی شہروں میں کوئی پڑھا لکھا نہ ہو خاص کر عرب جیسے
ملک اور مکہ جیسے شہر میں جو زیارت گاہ عام تھا جو تاجروں کا مسکن تھا۔

عرب میں حکومتیں قایم تھیں، روم، حبشہ، ایران کی حکومتوں سے اُن کے تعلقات تھے۔ عرب تمام
دنیا کا سفر کرتے تھے۔ تو کیا ایسی قوم ایسے مُلک ایسے شہر میں پڑھے لکھے لوگ نہ ہوں گے۔ عرب کے عہد
جاہلیت کے شعرا مشہور ہیں، اُن کے قصائد معلقہ موجود ہیں جن کو سُن سُن کر آج تک فصحاء عالم سر دھنتے
ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہوچکا ہے کہ مکہ میں پڑھے لکھے لوگ بھی تھے۔ اور مشہور مذاہب کے بڑے بڑے علما بھی تھے
جیسے ورقہ بن نوفل جو کتب سابقہ کے جید اور مشہور علماء میں سے تھے۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ بہ نسبت روم، ایران،
حبشہ ممالک کے عرب میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد کم تھی۔ اُن کو اکثریت ہی کی وجہ سے اُمّی کہا گیا ہے۔

عرب آج بھی بمقابلہ یورپ، ایران، ہندوستان، مصر، جاپان کے اُمّی ہے۔

عہد رسالت میں کتابت

میں نے اپنی کتاب زبان و قلم میں ثابت کیا ہے کہ فن کتابت کے موجد عرب تھے۔ اور وہی ساری دنیا کے اُستاد تھے۔ جیسا اُس زمانہ میں تمام اقطاع عالم میں پڑھے لکھے لوگوں کی کمی تھی۔ ایسے ہی مکہ میں بھی انکی اقلیت تھی۔ مکہ اور مدینہ کے لوگ تاجر تھے۔ جو دور و دراز ممالک تک سفر کرتے اور سامانِ تجارت لاتے لیجاتے تھے، داد و ستد کرتے، مکہ ایک مقدس مقام تھا۔ جہاں دُور دُور شہروں سے زائر آتے۔ اسکے علاوہ اہل عرب کے حکومت حبشہ، حکومت ایران، حکومت قسطنطنیہ سے تعلقات تھے۔ عرب میں بھی ریاستیں قائم تھیں، ایسی قوم، ایسا ملک کس طرح بالکل نوشت و خواند سے نابلد ہو سکتا ہے۔ خط قیراموز قریش مکہ کی ایجاد تھا جو بعد کو خط عراقی مشہور ہوا۔ اور اس سے خط نستعلیق نکالا گیا (علم الحروف حصہ اوّل ص۲۲۲)

تقریباً ۵۰۰ء میں قصائد سبعہ معلقہ کو لکھکر اہل مکہ نے کعبہ کے دروازے پر آویزاں کیا (حاشیہ الفرائد مصنفہ مسیحی فاضل نوفل) اسی مصنف نے کئی جگہ اس کتاب میں لکھا ہے کہ عرب میں اسلام سے قبل نوشت و خواند کا رواج تھا۔

ایک دستاویز قرضہ عبد المطلب جد رسول کریم (۵۷۹ء) کی لکھی ہوئی برآمد ہوئی ہے۔ کتب تاریخ سے ثابت ہے کہ مکہ میں صرف ایک خاندان یعنی قریش میں سترہ آدمی لکھنا جانتے تھے (طبقات ابن سعد) قریش کے بعض غلام بھی لکھنا جانتے تھے جیسے عامر بن فہیرہ غلام ابی بکر (بخاری) قریش میں ابو سفیان ابن حرب فن کتابت کے اُستاد تھے حضرت عمر اور حضرت علی اُن کے شاگرد تھے۔ سب سے پہلے جس شخص نے اسلام قبول کیا وہ خواندہ تھے یعنی ابوبکر صدیق، اُن کے بعد جو مسلمان ہوئے یعنی عثمان بن عفان اور عبد الرحمن بن عوف و سعد بن وقاص و خالد بن سعید یہ سب لکھے پڑھے تھے۔ حضرت عمر چالیسویں مسلمان تھے یہ بھی پڑھے لکھے تھے۔ ان سے پہلے جو لوگ مسلمان ہوئے۔ ان میں دو چار کے سوا سب خواندہ تھے، خباب ابن الارت، شرحبیل بن حسنہ مشہور کاتب تھے۔

طبقات ابن سعد قسم ثانی جلد سوم میں اُن اصحاب کی ایک مختصر فہرست ہے جو اسلام سے قبل لکھنا پڑھنا جانتے تھے جیسے اوس بن خولی۔ اسید بن حضیر، سعد بن عبادہ، رافع بن مالک وغیرہ وغیرہ۔

رافع بن مالک اور ایک صحابی عبد اللہ بن سعید مشہور خوشنویس اور اہل کمال تھے جیقدر اسلام ترقی کرتا گیا خواندہ اور ناخواندہ سبھی مسلمان ہوتے گئے۔ لاکھوں اصحاب تھے، اب کون بتا سکتا ہے کہ ان میں کتنے ہزار خواندہ تھے۔ چالیس اصحاب ایسے تھے جن سے رسول کریم کتابت کی خدمت لیتے تھے

صحابیات میں ام المؤمنین حضرت حفصہ و شفا بنت عبداللہ لکھنا جانتی تھیں اور لڑکیوں کو سکھاتی تھیں (ابو داؤد) جب کفار کے مظالم سے تنگ آ کر رسول کریم نے ہجرت فرمائی تو کفار مکہ نے آپ کی گرفتاری پر انعام کا اعلان کیا۔ سراقہ نام ایک شخص انعام کے لالچ میں تلاش میں چلا اور آپ تک پہونچ گیا مگر حافظ حقیقی نے اُس کو آپ پر قادر ہونے دیا اور مجبور کر دیا تو اُس نے عرض کی کہ میں واپس چلا جاؤں گا، آپ مجکو ایک تحریر لکھ دیجئے کہ اگر آپ غالب ہوئے تو مجکو امان ہے۔ آپ نے حضرت ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرہ سے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر امان نامہ لکھوا دیا۔ (بخاری)

مسلمانوں کے لکھنے پڑھنے ہونے پر قرآن کی اندرونی شہادت بھی ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ فَاکْتُبُوْہُ (اے مسلمانو! لین دین کے معاملات و روعدے کو لکھ لیا کرو) وہی لکھے گا جو لکھنا پڑھنا جانتا ہوگا۔

حدیث کی شہادت من سرہ ان یحب اللہ و رسولہ فلیقرأ فی المصحف (جسے خدا اور رسول کی محبت خوش کرے وہ قرآن دیکھکر تلاوت کرے (کنز العمال جلد اول ص۵)

رسول کریم نے عبداللہ بن سعید بن العاص کو جو مشہور خوشنویس تھے، لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے پر مامور فرمایا (استیعاب جلد اول ص۳۹۳) عبادہ بن صامت اصحاب صفہ کو قرآن اور کتابت کی تعلیم دیتے تھے (ابو داؤد جلد ۲ ص۱۲۳)

رسول کریم صحابہ کو خوشنویسی کی طرف توجہ دلاتے تھے، آپ کا ارشاد ہے علیکم بحسن الخط فانہ من مفاتیح الرزق۔ یعنی اچھا لکھنے کو لازم پکڑو۔ یہ رزق کی کنجی ہے)

حضرت علی نے حضرت عبداللہ بن عباس کو ہدایت فرمائی یا عبداللہ وسع بین السطور واجمع بین الحروف وراع المناسبۃ فی صورھا و اعط کل حرف حقھا (اے عبداللہ! سطروں کے درمیان فاصلہ چھوڑ، حرفوں کو ملا کر لکھ۔ شکلوں کی مناسبت کا خیال رکھ۔ ہر حرف کو اُس کا حق عطا کر۔ سر ولیم میور نے لکھا ہے :۔ اسمیں شک نہیں کہ محمد کے دعوئ نبوت سے بہت پہلے مکہ میں فن تحریر مروج تھا۔ (دیباچہ لائف آف محمد)

سامان کتابت

عرب کی قدیم تحریرات پتھروں، روغنی کپڑوں وغیرہ پر برآمد ہوئی ہیں۔ مسیحی فاضل نوفل نے لکھا ہے کہ اہل عرب ایک کپڑے کو روغن دیکر لکھنے کیلئے بناتے تھے اسکو مہرق کہتے تھے (ضاجۃ الطرب)

قرطاس کا رواج بھی عرب میں اسلام سے پہلے تھا۔ قرآن مجید میں کئی جگہ قرطاس کا ذکر ہے
وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ الآیۃ
سفید پتھر کی پتلی پتلی چکنی چکنی چوکور تختیاں بناتے تھے ان کو لحاف کہتے تھے۔ کھجور کے درخت کی شاخوں کی جڑ کے پاس مثل چمڑے کے ایک کھال ہوتی ہے اسکو گوند وغیرہ سے چکنا کرکے ورق بناتے تھے اس کو عسیب کہتے تھے۔ لکڑی کی تختی لکھنے کیلئے بناتے تھے۔ اونٹ کے شانہ کی چوڑی ہڈیوں کو ہموار و صاف کرکے تختی بناتے تھے۔ ہرن کی کھال کے ورق بناتے تھے۔ ایسی چیزوں پر قرآن لکھا گیا یہ نہیں کہ اچھے دو اچھے کے پرزوں پر۔

سامان کتابت کے بہت سے نام تھے۔ صحف، کتف، اسفار۔ زبر۔ الواح۔ رق قلم۔ مداد (روشنائی) نون (دوات) سفرۃ (لکھنے والے لوگ) کاتبین (لکھنے والے لوگ)
جب یہ سامان موجود و مستعمل تھا جبھی تو اصطلاحیں تھیں۔
رق (چمڑے کا ورق) کتف (اونٹ یا بکرے کے شانے کی چوڑی ہموار و صاف شدہ ہڈی)۔
لخفہ (پتھر کی پتلی تختیاں) قتب (پالان کی لکڑی) کاغذ کی جگہ یہ چیزیں مستعمل تھیں۔

قسمہائے قرآن مجید

قرآن زبان عرب میں ہے۔ فصحائے عرب کے طرز کی موافق کلام ہے۔ فصحاء عرب قسم کے ساتھ کلام کو مؤکد کرتے تھے۔ یہ ایک زبان کا محاورہ اور طرز ہے۔ انجیر۔ زیتون، گھوڑے وغیرہ کی قسمیں جو قرآن میں ہیں بلحاظ حسب قاعدہ فصحاء عرب لفظ رب محذوف ہے یعنی ان مفید اشیاء کے رب کی قسم۔ ہمارے اُردو میں بھی رواج ہے کہتے ہیں۔ اپنے سر کی قسم، لہو کی قسم، تیرے سر کی قسم۔
اشیاء مذکورہ کو اہل عرب واجب الاحترام سمجھتے تھے۔ اسلئے قسم کے ساتھ بیان کیا گیا کہ جب تم ان کو واجب الاحترام سمجھتے ہو تو اُن کے رب پر ایمان لاؤ۔ وہ خالق جس نے تم کو ایسی کثیر النفع اشیاء عطا کیں۔ لائق عبادت ہے۔ جہاں پر جس چیز کی قسم ہے وہاں اُس چیز کو اس مضمون سے مناسبت ہے قسمہائے قرآن مجید کے متعلق بہت سی ضخیم کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ یہاں اس سے زیادہ گنجائش نہیں۔

کتاب اللہ اور کلام اللہ

کتاب اللہ۔ وہ کتاب جس کے معنی و مطلب خدا کی طرف سے ہوں اور الفاظ و عبارت فرشتے کے

کے ہوں یا نبی کے۔ کلام اللہ وہ کتاب جس کے حروف و الفاظ و عبارت و معنی و مطالب سب خدا کی طرف سے ہوں، فرشتہ یا نبی کو اسمیں دخل نہ ہو۔

توریت، زبور، انجیل اور دیگر صحف انبیاء کتاب اللہ ہیں، کلام اللہ نہیں۔ انہیں الفاظ و عبارت انبیاء علیہم السلام کی تھی۔ الواح موسیٰ میں الفاظ و عبارت فرشتے کی تھی۔ اسی وجہ سے توریت وغیرہ صحائف کی حفاظت اُمت کے ذمہ تھی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ

(یعنی ہم نے توراۃ نازل کی جسمیں ہدایت اور روشنی ہے۔ حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکمبردار تھے اللہ کے یہود اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم اسواسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے اللہ کی کتاب پر اور اسکی خبرگیری پہ مقرر تھے۔ (مائدہ پارہ ششم)

تمام انبیاء کو خدا کی طرف سے وحی عربی میں ہوتی تھی۔ انبیاء اُس مطلب کو قوم کی زبان میں ادا کرتے تھے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے مگر وہ بولی بولتا تھا اپنی قوم کی کہ اُس کے آگے کھولے (سورہ ابراہیم پارہ سیزدہم)

قال سفيان الثوری لم ينزل وحی الا بالعربية ثم ترجمه كل نبی لقومه وكان يترجم ذلك جابريل عليه السلام (وحی عربی میں نازل ہوتی تھی نبی یا جبریل اس کا ترجمہ قوم کی زبان میں کردیتے تھے (روح المعانی جلد سیزدہم ص ۱۶۷)۔

قرآن مجید کلام اللہ ہے اُس کے حروف الفاظ، عبارت وغیرہ سب اللہ کی طرف سے ہیں، ملک یا نبی کا اسمیں کوئی دخل نہیں۔

کتب مقدسہ چونکہ بندوں کا کلام تھا۔ اس لئے بندوں کا کلام اسمیں مل سکا۔ ان کی حفاظت بھی بندوں ہی کے ذمہ کی گئی تھی۔ انہوں نے حفاظت میں کوتاہی کی اور خود اپنی دُنیاوی ضرورتوں سے اُن کی تحریف پر آمادہ ہوگئے۔ اور یہ تمام کتاب اور ان کے احکام ایک مدت معین کیلئے تھے اور قرآن ہمیشہ کیلئے ہے اس لئے قرآن ایسی زبان میں نازل کیا گیا اور فصاحت و بلاغت کے اُس اعلیٰ درجہ پر رکھا گیا کہ کوئی انسان اسمیں تحریف کرنے پر قادر نہ ہوسکے۔ اور اسی وجہ سے خدا نے اسکی حفاظت اپنے ذمہ رکھی۔

وحی کے طریقے

حسب ذیل طریقے نزولِ وحی کے احادیث سے ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) فرشتہ وحی لیکر آئے اور ایک آواز مثل گھنٹی کے معلوم ہو۔
(۲) فرشتہ دل میں کوئی بات ڈال دے۔
(۳) فرشتہ آدمی کی صورت میں آکر کلام کرے۔
(۴) اللہ تعالیٰ بیداری میں رسول کریمؐ سے کلام فرمائے جیساکہ معراج میں ہوا۔
(۵) حق تعالیٰ خواب میں کلام فرماتے۔
(۶) فرشتہ خواب میں کلام کرے۔
۵ و ۶ قسم کی وحی قرآن میں نہیں۔

اشاعت قرآن

سابقہ بیانات سے ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن حضور علیہ السلام کے عہد میں تمام عرب اور بعض اور اقطاع عالم میں پہونچ چکا تھا اور عہد خلافت راشدہ میں تو گویا دنیا کے ہر حصے میں پہونچ چکا تھا۔ خلافت راشدہ کے بعد حکومت پسند اور اکثر عیش پسندوں کی سلطنت رہی اشاعت قرآن و اسلام میں کسی حکمران نے نمایاں حصہ نہیں لیا۔

ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں کہ فی الواقع دین اسلام بعوض اس کے کہ بزور شمشیر شائع کیا گیا ہو محض بہ ترغیب اور بزور تقریر شائع کیا گیا۔ خلفاءِ اسلام نے ملکی اغراض کے مقابل میں ہرگز بزور شمشیر دین کو پھیلانے کی کوشش نہیں کی (نگارستان کشمیر ۲۶۳ بحوالہ تمدن عرب)

خلافت راشدہ کے بعد اشاعت قرآن علما، و صوفیا، و تاجروں نے کی۔ ڈاکٹر آرنلڈ نے اس تحقیقات کے متعلق ایک ضخیم کتاب لکھی۔ اس کا نام پریچنگ آف اسلام ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مستند تاریخی حوالوں سے ہر ملک کے متعلق نام بنام ثابت کیا ہے کہ قرآن کی اشاعت علما، اور درویشوں اور سوداگروں نے کی اور بھی محققین نے ایسا ہی لکھا ہے۔ مسٹر ڈیون پورٹ نے لکھا ہے کہ:۔ ایک سبب ترقیٔ اسلام کا یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کو تجارت کے ذریعہ سے اشتہار دیا۔ اسواسطے کہ جو مسلمان ممالک مشرقیہ میں آکر بسے انہوں نے یہ کتاب اُن بادشاہوں تک پہونچائی جو پیشتر کوئی خاص مذہب نہ رکھتے تھے (نگارستان کشمیر ۲۶۳ بحوالہ اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن)۔ ڈاکٹر آرنلڈ صاحب ایک موقع پر لکھتے ہیں ہر مسلمان تاجر دنیا میں سب سے زیادہ کامیاب مبلغ ثابت ہوئے ہیں۔ (حوالہ مذکور بحوالہ پریچنگ آف اسلام)

اعتراضات کی حقیقت

قرآن مجید اور رسول کریم اور اسلام پر غیر مسلموں نے بہت سے اعتراضات کئے ہیں۔ اِن اعتراضات کی بنیاد یہودیوں نے قایم کی مگر وہ کچھ زیادہ فروغ نہ دے سکے۔ پھر متعصب عیسائیوں نے اُن کو سنبھالا اور خوب اچھالا۔ یہ اعتراضات اکثر اتہامات اور مغالطے تھے۔ ایک مدت تک اہل یورپ اس دلدل میں پھنسے رہے۔ جب انہوں نے اسلامی علوم حاصل کر کے تحقیقات کی تو اُن کی آنکھیں کھل گئیں اور بے اختیار بول اُٹھے کہ ہمارے علمانے ہم کو مغالطہ دیا۔ ہندوستان میں اُن مردودہ اعتراضات کو آریوں نے نمک مرچ لگا کر شائع کیا۔ حق گو اور حق پسند انسانوں سے کوئی زمانہ، کوئی ملک، کوئی قوم خالی نہیں۔ آخر انہی کے ہم مذہبوں نے اُن کی قلعی کھولی۔

اول یہودیوں نے مشہور کیا کہ مسلمان تثلیث کے قائل ہیں اور اُن کے تین دیوتا ہیں۔ عیسائیوں نے یہ اُڑا دیا کہ محمد اپنے طلائی بت کی پرستش کراتا تھا (ترجمہ کتاب ہسٹری دی کا ستری عربی ص۲۹)

ایسے ہی اور اعتراضات تھے، کہیں آیتوں کے غلط ترجمے، کہیں حدیثوں کا غلط مفہوم، کہیں ظلم و ستم اور جبر کی فرضی داستانیں گھڑ کر پھیلائیں۔ آخر انہی میں سے پھر محققین کی ایک جماعت نے ان کا سارا تار پود شکست کر دیا۔ اور صاف لفظوں میں لکھا کہ:۔

• جو الزام یورپ کے متعصب پادریوں اور سرگرم وقائع نگاروں نے اسلام اور داعی اسلام "
• پر لگائے ہیں آج اُن کی تحقیق پر پتہ چل گیا کہ یہ الزام خود ہماری روسیاہی کا باعث ہیں"

(ہیروز اینڈ ہیرو شپ ص۲۰)

پنڈت دیانند کے متعلق گاندھی جی نے لکھا کہ:۔ انہوں نے جین دہرم۔ اسلام، مسیحیت اور خود ہندو دہرم کے متعلق بہت سی غلط بیانیاں کی ہیں۔ (غازیان ہند ص۱۵۸ بحوالہ ینگ انڈیا)

پنڈت ستیہ کیتو پرشاد پروفیسر تاریخ گروکل کانگڑی رسالہ بھارت متر میں لکھتے ہیں:۔

"بیشک دیگر مذاہب کی تردید کرنے میں سوامی جی نے ناانصافی کی ہے اور صحیح ترجمے اور مفہوم کو بگاڑ دیا ہے" (رسالہ مذکورہ ۱۹۲۲ء)

ہندو فاضل بی۔ ایس اندلواہوشیار پوری لکھتے ہیں کہ بانیان مذاہب میں سے سب سے زیادہ ناانصافی اور ظلم اگر کسی پر کیا گیا ہے تو بانی اسلام پر اور کوشش کی گئی ہے کہ پیغمبر اسلام کو ایک خونخوار اور بے رحم انسان دکھلایا جائے اور خواہ مخواہ دوسروں کو اُن سے نفرت دلائی جائے۔ اِس کا بڑا سبب

یہ ہوا کہ محمد کی لائف پر تنقید کرنے والوں نے اسلامی تاریخ اور بانیٔ اسلام کی سیرت کا صحیح طور پر مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی بلکہ سنی سُنائی اور بے بنیاد باتوں کو سرمایہ بنا کر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ اگر وہ اسلامی روایات کو سمجھ لیتے اور سچائی کے اظہار کیلئے اپنے اندر کوئی ہمت و جرأت پاتے تو یقیناً وہ اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتے (رسالہ مولوی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

لالہ رام چندر مچندہ نے اسلام اور آنحضرت کے متعلق منصفانہ رائے ظاہر کی (ان کے مضمون کے چند فقرے باب پنجم میں ہیں) اس پر اخبار گرو گھنٹال نے لالہ صاحب کو بُرا بھلا کہا وہ لکھتا ہے کہ (لالہ رام چند مچندہ نے محمد صاحب کو لاثانی اور یکتا ہی قرار نہیں دیا بلکہ اُن کی تعلیم کو بھی پاک عالمگیر اور برگزیدہ قرار دے کر اس پر الہامی ہونے کی مُہر لگا دی ہے۔ اب کون ہے جو مچندہ صاحب کے اس تسلیم کردہ برگزیدہ اور الہامی تہذیب و تعلیم کی مخالفت کر سکتا ہے۔ اگر ہندو قوم کے لیڈر ایسے ہی ہیں جیسے یہ جانی بھوشن صاحب تو پھر ہم کو یہ کہنے میں ذرا بھی تأمل نہیں کہ ہندوؤں کو دشمنوں کی ضرورت نہیں (گرو گھنٹال ۱۲ راگست ۱۹۲۳ء)

یہ حالت و ذہنیت ہے اُن لوگوں کی جو اسلام پر اعتراضات کرتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اُن کے اعتراضات میں صدق و راستی کا پتہ نہیں اور ان کو حق بات سُننے کی تاب نہیں۔

حدیث

حدیث حکم خدا اور کلام رسول ہے۔ حدیث پر عمل کرنے کی خداوند ذوالجلال کی طرف سے تاکید ہے جبریل حدیث بھی نازل کرتے تھے (کان جبریل ینزل علی النبی بالسنة کما ینزل علیه بالقرآن (سنن دارمی)

حدیث کے متعلق رسول کریم کا ارشاد ہے عن الحسین قال قال النبی صلے اللہ علیہ اذا کتبتم الحدیث فاکتبوہ باسنادہ یعنی حدیث کو سند کے ساتھ لکھا کرو (بغیۃ الوعاۃ سیوطی)

الا ادلکم علی الخلفاء منی ومن اصحابی ومن الانبیاء من قبلی هم حملة القرآن والاحادیث عنی وعنهم یعنی میرے اور میرے اصحاب اور انبیاء سابقین کے خلفا وہ ہیں جو خدا کی رضا کے لئے قرآن حفظ کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں اور میری حدیثوں کی روایت کرتے ہیں (جامع صغیر)

من کتب عنی اربعین حدیثا وجاء ان یغفر اللہ لہ غفر لہ رواہ ابن الجوزی عنی

جو شخص میری چالیس حدیثیں بامید مغفرت لکھے گا خدا اُس کو بخش دے گا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد رابع و منتخب کنز العمال بر حاشیہ)

ابتدائی زمانہ میں حضور نے حدیث لکھنے کی ممانعت کی تھی۔ عن ابی سعید ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لا تکتبوا عنی غیر القرآن ومن کتبہ فلیمحہ، یعنی مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو اور جس نے لکھا ہو مٹا دے)۔

رسول کریم نے بعض معاملات میں بمقتضائے مصلحت تغیر و تبدل بھی فرمایا ہے اور حدیثوں میں ناسخ و منسوخ بھی ہے۔ اسلئے ہمارے ائمہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ حضور کے آخری زمانہ کی حدیثیں حجت ہیں مذکورہ بالا حدیث ابتدائی زمانہ کی ہے۔ چونکہ قرآن نازل ہو رہا تھا۔ نیا نیا معاملہ تھا صحابہ اچھی طرح تعلیم نہ پائے تھے۔ آپ نے بنظر احتیاط یہ فرمایا تھا تاکہ کہیں غلطی سے قرآن و حدیث کو نہ ملا دیں۔ جب صحابہ میں ایک بڑا گروہ اس قابل ہو گیا کہ دوسروں کو تعلیم کرنے لگا تو آپ نے تحریر حدیث کی اجازت دیدی اس لئے یہ حدیث اجازت کی حدیث سے منسوخ ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں یہی لکھا ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کے متعلق اچھا فیصلہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موقوف ہے اور اجازت کتابت کی حدیث مرفوع ہے اس لئے اجازت والی حدیث کو ترجیح ہے۔

حدیث موقوف کے متعلق امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک لائق حجت نہیں۔ علامہ سید شریف جرجانی اور علامہ محمد طاہر صاحب مجمع البحار اور قاضی شوکانی صاحب نیل الاوطار نے بھی لائق حجت قرار نہیں دیا۔ مگر احتیاط کا مسلک یہ ہے کہ جو موقوف حدیثیں آیات قرآنی یا احادیث مرفوعہ کے موافق ہیں وہ لائق حجت ہیں اور جو مخالف ہیں قابل حجت نہیں رسول کریم نے خود حدیثیں لکھائیں۔ اور آپ کی لکھائی ہو حدیثیں آج تک موجود ہیں ان میں سے بعض کے فوٹو بھی شائع ہوئے ہیں۔ اور صحابہ نے آپ کی حیات میں حدیثیں لکھیں اور کتابیں مرتب کیں۔

ائمہ حدیث نے حدیث کی قسمیں مقرر کی ہیں۔ کتب احادیث کے چار طبقے مقرر کئے ہیں۔

راویان حدیث کے بھی چار درجے مقرر کئے ہیں۔ راویوں کے درجات باعتبار علم و فضل، زہد و اتقاء فہم و صحت وغیرہ قایم کئے گئے۔ جو راوی علم و فضل میں سب سے کم، عقل و فہم میں کم، حفظ و اتقاء میں کم ہیں اور کسی مرض میں مبتلا ہیں یا اُن کے صحیح حالات معلوم نہیں اُن کو درجہ چہارم میں رکھا گیا ہے۔

کتب احادیث میں درجہ اول کی کتابیں تین ہیں۔ موطا امام مالکؒ۔ صحیح بخاریؒ۔ صحیح مسلمؒ۔ آخر الذکر دونوں کتابوں کو صحیحین کہتے ہیں۔ ان میں جو حدیثیں مرفوع متصل ہیں وہ سب یقیناً صحیح ہیں

ان کتابوں میں دو ثلث کے قریب درجۂ اول و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں اور ایک ثلث میں درجہ سوم کے راوی بھی ہیں۔ ادنیٰ درجہ یعنی درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ان میں نہیں ہیں۔ ان کے متعلق بھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا ہے کہ صحیحین کو صحیحین باعتبار اغلبیت کہا جاتا ہے ورنہ حسن وضعاف ان میں بھی ہیں۔ صحیحین ہی صحاح ستہ میں اوّل درجہ کی کتابیں ہیں۔ صحیحین میں علت ظاہری سے حفاظت کا کامل التزام ہے۔ علت معنوی کا کم التزام ہے۔ بخاری میں رسول کریم کی عمر ۶۵ سال مذکور ہے جو صحیح نہیں۔ مگر بخاری کا التزام بجائے خود قائم ہے۔ ان کی روایت ابن عباس سے ہے۔ ابن عباس نے مزید ۶۵ سال بیان کی۔ ابن عباس سے شمار یا حساب میں غلطی ہوئی ہو۔ یا ان کی معلومات اس باب میں صحیح نہ ہو۔ اس کا بار بخاری پر نہیں۔ روایت بالکل صحیح ہے

صحاح ستہ میں یہ چھ کتابیں ہیں۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی۔ سنن ابی داؤد، سنن نسائی سنن ابن ماجہ۔ ان میں صحیحین اوّل درجہ کی ہیں لیکن ان میں حسن وضعاف روایات ہیں اور درجہ سوم کی روایات بھی ہیں

صحاح ستہ میں جامع ترمذی نمبر سوم اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتاب ہے۔ اسمیں نصف کے قریب درجہ سوم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔ اور باقی نصف میں سے دو ثلث میں درجہ اول و دوم کے راویوں کی اور ایک ثلث میں درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔ ترمذی کے متعلق علماء متقدمین نے لکھا ہے کہ امام ترمذی نے بعض ایسی حدیثوں کی تحسین کی ہے کہ جن کی نہ کرنی چاہئے تھی

سنن ابی داؤد۔ سنن نسائی۔ یہ دونوں کتابیں طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتابیں ہیں اور صحاح ستہ میں بہ ترتیب نمبر چہارم و پنجم کی۔ باقی ان کی کیفیت بھی مثل جامع ترمذی کے ہے۔

سنن ابن ماجہ۔ یہ صحاح ستہ میں درجہ ششم کی اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ سوم کی کتاب ہے اسمیں ایک ثلث سے کم درجہ اوّل و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں اور ایک ثلث سے زیادہ درجہ سوم کی اور ایک ثلث درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔

کتب حدیث کا طبقہ چہارم جو ادنیٰ درجہ کا طبقہ ہے۔ اس طبقہ کی کتابوں میں ضعیف مجہول و مجروح راویوں کی روایتیں زیادہ ہیں۔ اس طبقہ کی خاص خاص کتابیں یہ ہیں۔

تصانیف ابن مردویہ۔ تصانیف حاکم۔ تصانیف فردوس دیلمی۔ تصانیف جوزقانی۔ تصانیف سہیلی تصانیف ابن عساکر۔ روضۃ الاحباب وغیرہا۔ اس طبقہ کے کتابوں کی کوئی حدیث اسوقت تک قبول نہیں کیجا سکتی جب تک وہ شرائط شیخین پر ثابت نہ ہو۔ انہی کتابوں کی روایتوں کے متعلق حضرت

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں :۔

"احادیثے کہ نام ونشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود و متاخرین آن را روایت کردہ اند پس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند وآن را اصلے نیافتہ اند تا مشغول بروایت آنہامی شدند یا یافتند ودرآن قدحے وعلتے دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہارا بر ترک آنہا وعلی کل تقدیر این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود۔ ودرین قسم احادیث کتب بسیار مصنف شدہ اند وبیشتر مسالہ و وضع احادیث واکثر مسائل نادرہ از ہمیں کتب می برآید۔ وایہٗ تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی در رسائل ونوادر خود ہمیں کتابہا است" (عجالہ نافعہ)

حدیثوں کی جانچ کیلئے علم الروایۃ وعلم الدرایۃ ایجاد ہوئے ہیں وہ علوم جن سے حدیثوں کی جانچ ہوتی ہے انمیں عظیم الشان علم اسماء الرجال ہے۔

"ڈاکٹر اسپرنگر نے لکھا ہے کہ کوئی قوم دنیا میں آج تک ایسی نہیں گذری جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہوسکتا ہے" (انگریزی مقدمہ اصابہ)۔

اسلئے حدیث جب تک اصول روایت واصول درایت کی موافق صحیح ثابت نہو قبول نہیں کیجائیگی۔ کم علم، کج فہم، متعصب اور ہٹ دہرم معترض ادنی درجہ کی کتابوں اور ضعیف ومجہول راویوں کی بناء ڈہونڈا کرتے ہیں۔

کتب احادیث کی تعداد اٹھارہویں صدی عیسوی تک (۱۴۶۵) بیان کی گئی ہے (احادیث اہل اسلام مصنفہ پادری ڈبلیو گولڈ بحوالہ اتحاف النبلاء وڈکشنری آف اسلام) اس کے بعد اور اضافہ ہوتا رہا۔ کسی کتاب کی روایت بغیر جانچ قبول نہیں کی جاسکتی۔

تحریرات عہد رسالت

بعض تاریخ سے ناواقف اور معاند کہدیتے ہیں کہ عہد رسول کریم میں کوئی تحریر نہیں ہوئی کیونکہ عرب جاہل اور فن کتابت سے ناواقف تھے۔ سامان کتابت بھی نہ تھا۔ اور بعض وہ مسلمان جن کی معلومات محدود ہیں کہدیتے ہیں کہ عہد رسول کریم میں قرآن کے سوا حدیث نہیں لکھی گئی۔ اس بیان میں اجمال کے ساتھ حضور کے عہد مبارک کی تین سو کے قریب تحریرات کا ذکر ہے اور اُن کے متعلق کافی

ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

صاحب مفتاح الافکار نے رسول کریم کے (۳۶) خطوط نقل کئے ہیں۔ حضور کی تمام تحریرات کو صاحبزادہ عبدالرحیم خان مظفر جنگ ہوم ممبر ریاست ٹونک نے مع عبارت و ترجمہ و حوالہ اپنی کتاب بنام مراسلات نبویہ میں جمع کیا ہے جن کی تعداد (۲۵۰) سے زیادہ ہے۔

اخی محترم مولانا الحاج ابوالقاسم محمد حفظ الرحمٰن صاحب و اخی محترم مولانا الحاج عبدالبصیر آزاد عتیقی نے اپنی تصانیف میں بعض مراسلات کا ذکر کیا ہے۔

میرے شمار کے موافق کل تعداد تین سو کے قریب ہے۔ میں سب کا ذکر بوجہ طوالت نہیں کر سکتا بعض بعض کا ذکر کرتا ہوں۔ بالخصوص وہ جن کا تعلق حدیث سے ہے۔ یوں تو حضور کی ہر تحریر حدیث ہے اور ہر ایک سے کچھ نہ کچھ مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔ مگر میں صرف اُن کا ذکر کروں گا جن کا کھلا ہوا تعلق حدیث سے ہے دو چار اس شرط سے مستثنیٰ بھی ہیں۔

(۱) معاہدات حدیبیہ وغیرہ (ابن ماجہ۔ طبقات ابن سعد)

(۲) فرامین قبائل کے نام۔ (ابن ماجہ۔ طبقات ابن سعد)

(۳) خطوط اُمراء و سلاطین کے نام (بخاری و تذکرۃ الحفاظ)

(۴) فہرست اسماء صحابہ (بخاری)

(۵) فتح مکہ کے بعد حضور نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایک صحابی ابوشاہ یمنی نے عرض کیا کہ مجھکو لکھا دیجئے حضور نے فرمایا اکتبوا لابی شاہ (ابوشاہ کیلئے لکھدو) یہ لکھکر اُن کو دیدیا گیا (بخاری کتاب العلم، ابوداؤد کتاب المناسک)

(۶) کتاب الصدقہ۔ حضور نے ابوبکر بن حزم صحابی حاکم بحرین کو احکام زکوٰۃ لکھائے اور اسکی نقل دیگر عمال کو بھی بھیجی گئی یہ دو صفحے تھے (مسند احمد بن حنبل۔ دارقطنی) یہ تحریر خلیفہ خلیفہ عمر و بن عبدالعزیز نے آل حزم سے سنہ ۹۹ھ میں لے لی تھی۔ (دارقطنی)

(۷) عمرو بن حزم صحابی کو ایک ضخیم رسالہ لکھا دیا تھا جسمیں تلاوت قرآن، نماز۔ زکوٰۃ۔ طلاق۔ عتاق قصاص۔ دیت، فرائض سنن۔ مس مصحف وغیرہ کے احکام تھے۔ اس رسالہ کا ذکر نسائی، موطا امام مالک و مستدرک حاکم و تاریخ خطیب بغدادی وغیرہ وغیرہ تیئس کتابوں میں ہے۔ علامہ ابن قیم نے اس رسالہ کے متعلق لکھا ہے۔ ھو کتاب عظیم۔ (زاد المعاد جلد اول)

(۸) عبداللہ بن حکیم صحابی کے پاس حضور کا ایک نامہ تھا جسمیں مردہ جانوروں وغیرہ کے متعلق

احکام تھے۔ (معجم صغیر للطبرانی)
(۹) وائل بن حجر صحابی کو نماز، ربوا، شراب وغیرہ کے احکام لکھائے تھے (معجم صغیر)
(۱۰) ضحاک بن سفیان صحابی کے پاس حضور کی تحریر کرائی ہوئی ایک ہدایت تھی جسمیں شوہر کی دیت کا حکم تھا (ابوداؤد۔ دار قطنی)
(۱۱) معاذ بن جبل صحابی کو ایک تحریر بھیجی گئی جس میں سبز ترکاریوں پر زکوٰۃ نہ ہونے کا حکم تھا (دار قطنی)
(۱۲) مدینہ بھی مثل مکہ کے حرم ہے اسکے متعلق حضور کی تحریر رافع بن خدیج کے پاس تھی (مسند احمد)
(۱۳) حذیفہ الیمان کو ایک فرمان لکھایا جسمیں زکوٰۃ کے فرائض کا بیان تھا۔ (طبقات ابن سعد)
(۱۴) علاء بن الحضرمی کو زکوٰۃ کے مسائل لکھائے۔
(۱۵) حضرت ابوبکر صدیق کو ۹ھ ہجری میں جب امیر الحج بنا کر بھیجا تو سنن حج لکھا دیئے (بیہقی)
(۱۶) عمیر بن اقصی سلمی کو فرمان لکھایا۔ اسمیں صدقہ اور جانوروں کی زکوٰۃ کے احکام تھے (سیر قدماء)
(۱۷) غالب بن عبداللہ لیثی کو فرمان لکھایا اسمیں غنیمت کا حکم تھا۔
(۱۸) وفد ثمامہ کو ایک تحریر لکھائی اسمیں فرائض و صدقات کا بیان تھا۔
(۱۹) ابی وسمہ کو ایک تحریر لکھائی اسمیں دفینہ کے احکام تھے۔
(۲۰) ابی راشد الازدی کو نماز کے احکام لکھائے۔
(۲۱) اسقف اہل نجران کو فرمان لکھایا اسمیں دعوت اسلام اور جزیہ کا حکم تھا۔
(۲۲) اساقفہ نجران کو ایک دوسرا فرمان لکھایا اسمیں صرف جزیہ کی تفصیل تھی۔
(۲۳) حکام حضرموت کو نماز، زکوٰۃ، خمس کے احکام لکھائے۔
(۲۴) اہل دومۃ الجندل کو جزیہ و زکوٰۃ کے احکام لکھائے۔
(۲۵) اہل طائف کو حرمت نبیذ کھجور کا حکم لکھایا۔
(۲۶) دومۃ الجندل و قطن قبائل کو احکام عشر لکھائے۔
(۲۷) قبائل جربا واذرح کو جزیہ کی تفصیل لکھائی۔
(۲۸) بنی نہد کو زکوٰۃ کے جانوروں کے متعلق ہدایات لکھائیں۔
(۲۹) بنی حنیفہ کو جزیہ کے مسائل لکھائے۔
(۳۰) وفد بنی بارق کو پھلوں اور چراگاہوں کے متعلق احکام لکھائے۔
(۳۱) تمیم داری کو قبول ہدیہ کا مسئلہ اور شہری اشیاء کے استعمال کے احکام لکھائے۔

(۳۲) جنادہ ازدی کو مال غنیمت کا مسئلہ لکھایا۔
(۳۳) جیفر و عبد ملوک عمان کو عشر وغیرہ کے احکام لکھائے۔
(۳۴) حارث بن کلال و معافیر و ہمدان کو خمس وغیرہ کے احکام لکھائے۔
(۳۵) حارثہ و حصن و بنی قطن کو عشر کے احکام لکھائے۔
(۳۶) خالد بن ضماد ازدی کو ارکان اسلام لکھائے۔
(۳۷) ذرعہ بن سیف کو جزیہ و زکوٰۃ کے احکام لکھائے۔
(۳۸) ربیعہ بن ذی مرحب حضرمی کو محصول وغیرہ کے احکام لکھائے۔
(۳۹) شرجیل، حارث و نعیم بنی عبد کلال کو مال غنیمت و عشر و زکوٰۃ کے مسائل لکھائے۔
(۴۰) عام مسلمانوں کے لئے ایک تحریر لکھائی جسمیں پکنے سے قبل کھجور کی فروخت اور خمس سے حصہ لینے کے احکام تھے۔
(۴۱) عدا بن خالد کو بیع سے قبل شے کے عیوب ظاہر کر دینے کے احکام تھے۔
(۴۲) حضرت عمر کو مسائل صدقہ لکھائے۔
(۴۳) حضرت ابوبکر صدیق کو مسائل صدقات لکھائے۔
(۴۴) عمائد کلب کو مع قطن مسائل زکوۃ لکھائے۔
(۴۵) عہدنامہ درمیان مہاجرین و انصار و یہود لکھایا اسمیں دیتہ و فدیہ کا حکم تھا۔
(۴۶) مالک بن احمر کو خمس کے مسائل لکھائے۔
(۴۷) مجاعہ بن مرارہ اسلمی کو خمس و حصص ذوی القربیٰ کے احکام لکھائے۔
(۴۸) مصعب بن زبیر کو نماز جمعہ کا حکم لکھایا۔
(۴۹) مسطرف بن کاہن باہلی کو مسائل زکوۃ لکھائے۔
(۵۰) معاذ بن جبل کو قبول ہدیہ کا مسئلہ لکھایا۔
(۵۱) منذر بن ساوی کو جزیہ کے مسائل لکھائے۔
(۵۲) منذر بن ساوی کو مجوس کے متعلق احکام لکھائے۔
(۵۳) آل اکیدر کو ایک فرمان لکھا اس زمانہ تک آپکی مہر تیار نہیں ہوئی تھی اسپر آپنے انگوٹھا لگادیا۔ (حکماء یورپ کو اٹھارویں صدی میں فنگر اسپرنٹ کا علم ہوا ہے۔ نبی امی کو چودہ سو برس پہلے معلوم تھا) اسکی تخریج ابن مندہ نے کی ہے۔ (اصابہ و اسد الغابۃ)

(۵۴) جفینہ الجہنی (بعض نے ہندی لکھا ہے) کو فرمان لکھایا اس کا راوی ضعیف الحدیث ہے (اصابہ)
(۵۵) سرہانک ہندی نے بیان کیا کہ رسول کریم نے حذیفہ اور اسامہ اور صہیب وغیرہ کو میرے پاس نامہ دیکر بھیجا۔ میں نے اسلام قبول کیا۔ اس کی تخریج موسی نے مینسرین احمد اسفرائینی سے کی ہے۔ یحیٰی بن یحیٰی نیشاپوری کے شاگرد کے طریقے سے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے مکی بن احمد بردعی نے کہا میں نے سنا اسحٰق بن ابراہیم طوسی سے وہ کہتے تھے اور اُن کی عمر (۹۷) برس کی تھی کہ دیکھا میں نے سرہانک بادشاہ ہند کو کہ ذکر کیا یہ قصہ۔ (اصابہ)
(۵۶) مسعود بن وایل نے کہا کہ رسول کریم نے میری قوم کو دعوت نامے لکھائے، آپ نے معاویہ سے کہا لکھو اُنہوں نے کہا کس طرح لکھوں، آپ نے فرمایا لکھ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم الخ (اصابہ، اسد الغابہ)
(۵۷) مسیلمہ کذاب کو فرمان لکھایا۔ اس کا فوٹو ۱۹۵۲ء میں لندن کے پکچر میگزین میں شائع ہوا تھا
(۵۸) یہود خیبر کو ایک مسلمان مقتول کی دیت کے متعلق خط لکھایا (صحاح ستہ)
(۵۹) جرش والوں کو مسئلہ نبیذ لکھا کر روانہ کیا (مسلم)
(۶۰) ہجر والوں کو مسئلہ نبیذ لکھا کر روانہ کیا۔
(۶۱) مسلم بن حارث تمیمی کو کچھ وصایا لکھائیں (ابوداؤد)
(۶۲) یمن والوں کو لکھایا کہ شہد کی پیداوار سے زکوٰۃ ادا کیجائے۔ (نصب الرایہ للزیلعی)
(۶۳) تمام قبائل کو دیت کے مسائل لکھا کر بھیجے۔ (مسلم و ابی داؤد)
(۶۴) ارض خیبر کا تقسیم نامہ لکھایا کہ (۳۶) حصوں پر منقسم ہو۔ نصف حصص حضور نے اسلامی ضروریات کیلئے اپنے پاس رکھے۔ باقی نصف صحابہ میں تقسیم کردئے۔ (کتاب الخراج یحییٰ بن آدم محدث)
(۶۵) منذر بن ساوی کو خط لکھایا۔
(۶۶) مقوقس شاہ مصر کو خط لکھایا۔
(۶۷) تمیم الداری کو فرمان جاگیر لکھایا۔
(۶۸) شاہ اسپین کو خط لکھایا۔
(۶۹) قطن بن حارث کو فرمان لکھایا۔
(۷۰) نجاشی حبشہ کے نام خط لکھایا۔
(۷۱) مقوقس شام مصر کے نام خط لکھایا۔
(۷۲) ایک عہدنامہ جو عیسائیوں کیلئے لکھایا گیا۔

(۷۳) وفد تجیب جب حاضر خدمت ہوا تو انہوں نے کچھ سوالات کئے، آپ نے اُن کے جوابات لکھا دئے۔

قرآن مجید کے علاوہ کہ حضور بر وقت نزول فوراً تحریر کرا دیتے تھے۔ رسول کریم کی کم و بیش تین سو تحریرات میں سے (۷۳) کا ذکر میں نے کیا۔ ان میں سے سوائے نمبران ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵۳ و ۵۴ و ۵۵ و ۵۶ و ۶۵ و ۶۶ و ۶۷ و ۶۸ و ۶۹ کے جن کی تعداد کل (۱۳) ہے باقی (۶۰) نمبر خالص حدیثیں ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین کے نام جو نامے لکھائے وہ عامر بن فہیرہ نے لکھے تھے۔ اور اُمرائے عمان کے نام خطوط اُبی بن کعب نے۔ اور قطبی بن حارث کے نام ثابت بن قیس نے۔ و ۵۶ معاویہ بن ابی سفیان و ۵۱ حضرت علی نے لکھے تھے قرآن مجید کی کتابت بہت سے اصحاب کرتے تھے ان میں خاص زید بن ثابت و شرجیل بن حسنہ و عثمان بن عفان تھے۔

۶۷ کا ذکر امام ابو یوسف (۱۸۲ھ) نے کتاب الخراج میں کیا ہے اور اسکی چشمدید کیفیت ابن فضل اللہ العمری نے کتاب مسالک الابصار جلد اول ص ۱۷ میں لکھی ہے۔ گویا یہ تحریر چوتھی صدی ہجری تک موجود تھی۔ ۶۸ کا ذکر گیارہویں صدی ہجری تک کے مصنفین نے کیا ہے۔ (الترتیب الاداریہ مطبوعہ رباط ۱۳۴۶ہجری جلد اوّل ص ۱۵۶)

نمبران ۵۷ و ۶۵ و ۷۰ و ۷۱ و ۷۲، اب تک موجود ہیں۔

۵۷ کا فوٹو ۱۸۹۶ء میں لندن کے پکچر میگزین میں شائع ہوا تھا۔

۶۵ کا فوٹو جرمن مجلس شرقیات کے رسالہ مرڈنگ جلد ۱۷ ۱۸۶۳ء میں طبع ہوا۔ یہ اصل خط خواجہ کمال الدین قادیانی نے دمشق میں بچشم خود دیکھا (اسلامک ریویو ۱۹۱۶ء)

۶۶ کا فوٹو سب سے پہلے فرانسیسی مستشرق موسیو لور نے رسالہ ژورنال آزیاتیک ۱۸۵۴ء میں شائع کیا تھا۔ جو اس کو ایک سیاح موسیو بارتلمی سے ملا تھا۔ جس کو سیاح مذکور نے مصر کے ایک عیسائی خانقاہ سے حاصل کیا تھا۔ اب اس کے فوٹو تمام دنیا میں شائع اور فروخت ہو رہے ہیں۔

۷۰ حبشہ کے دارالسلطنت عدلیس بابا کے شاہی خزانہ میں محفوظ ہے۔ حبشہ اور اٹلی کی جنگ کے موقعہ پر اُس کے متعلق یوروپین اخبارات نے کثرت سے مضامین شائع کئے تھے۔ اور ہندوستان کے اخبارات میں اُن کے ترجمے شائع ہوئے تھے۔

۷۱ قاہرہ کے کنیسہ انبا بارقوس میں یہ خط محفوظ ہے۔

۷۲ قاہرہ کے کنیسہ انبا بارقوس میں محفوظ ہے۔ چند سال ہوئے یہ خدیو مصر کے سامنے

پیش ہوا تھا۔ اور اُس کے متعلق تمام اخبارات میں مضامین شائع ہوئے تھے۔

شہادتیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط سلاطین کو لکھائے تھے اُن کی تعداد اب تک دو سو تک تحقیق ہوئی ہے (اعلام السائلین مؤلفہ ابن طولون، دو کیوان سیورلہ دلوماسی سمان مطبوعہ پیرس ۱۹۳۵ء حصہ دوم ص ۸۹ تا ۹۷ و منشات السلاطین مؤلفہ احمد فریدون مطبوعہ استنبول ۱۲۷۴ء ص ۳۰ تا ص ۳۵)

اکثر مکاتیب یوم الجماجم میں بعہد حجاج بن یوسف (۸۲ھ کے بعد) جل گئے (کتاب الخراج و بلاذری) یہ بھی مشہور ہے کہ ایک خط سلطان صلاح الدین کے خاندان میں محفوظ ہے۔ اس کے متعلق بھی چند اخبارات میں مضامین شائع ہوئے ہیں۔

حضرت عمرو بن حزم صحابی نے رسول کریم کے بیس مکاتیب جمع کر کے ایک رسالہ مرتب کیا تھا۔ (دوکیوان جلد اوّل ص ۱)

یہاں تک تو رسول کریم کی تحریرات اور آپ کی لکھائی حدیثوں کا ذکر تھا۔ اب حدیث کے اُن مجموعوں کا بیان ہے جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جمع کئے تھے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے ہزار حدیثیں جمع کر کے اُس مجموعہ کا نام صادقہ رکھا۔ یہ حضور کے عہد میں مرتب ہوا تھا۔ یہ صحیفہ دوسری صدی ہجری تک موجود تھا (تاریخ الحدیث ص ۹۹)

(۲) حضرت علی نے حدیثیں لکھی تھیں۔ اُن کا ارشاد ہے کہ ہم نے رسول کریم سے قرآن اور اس صحیفہ کے سوا اور کچھ نہیں لکھا (ابوداؤد کتاب الحدود)

(۳) حضرت انس نے حدیثیں لکھی تھیں (بخاری تقیید العلم۔ تدریب الراوی)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جو اُن کے لڑکے کے پاس تھا (جامع صغیر)

(۵) حضرت ابوہریرہ کے پاس دفتر حدیث لکھا ہوا تھا (فتح الباری)۔ اسمیں (۵۳۷۴) سے زیادہ حدیثیں لکھی ہوئی تھیں۔ تدوین حدیث ص ۵۱) یہ بصورت طومار تھا جیسے قدیم زمانہ میں بزرگوں کے خطوط کو عرض کی طرف سے جوڑ کر لپیٹ لیتے تھے۔

(۶) حضرت سعد بن عبادہ نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ وہ کئی پشت تک اُن کے خاندان میں محفوظ رہا۔ اس کا نام کتاب سعد بن عبادہ تھا (مسند احمد بن حنبل)

(۷) حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر انصاری نے حدیثیں جمع کی تھیں (اُسد الغابۃ)

(۸) حضرت سمرہ بن جندب صحابی نے ایک نسخہ حدیث مرتب کیا تھا (تہذیب التہذیب)

(۹) حضرت عبداللہ بن ربیعہ بن زید اسلمی نے حدیثیں جمع کی تھیں (تہذیب التہذیب)

(۱۰) حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حدیثیں لکھی تھیں (شرح بلوغ المرام)

اس تمام بیان سے عہد رسول کریم کی قریب چار سو تحریرات کا پتہ چلتا ہے۔ بعد وفات رسول اکرم حضرت عبداللہ بن عباس صحابی نے قرآن کی تفسیر لکھی جس کے متفرق نسخے آج تک مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ کریب ہمارے پاس ایک اونٹ کی بار ابن عباس٭ حضرت ابی بن کعب صحابی نے تفسیر لکھی اس تفسیر سے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں امام ابن جریر طبری نے تفسیر میں - حاکم نے مستدرک میں بہت کچھ کام لیا ہے - امام حاکم نے ۴۰۵ھ میں وفات پائی اسلئے یہ تفسیر پانچویں صدی ہجری تک موجود تھی۔ (تاریخ التفسیر ص۲۸)

اور بھی حدیث کا ذخیرہ تھا جو قرن اوّل میں جمع ہوا تھا۔ تفصیل کیلئے تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر ملاحظہ ہو۔ ہمام ابن منبہ تابعی نے ایک صحیفہ جمع کیا تھا۔ جو اب تک برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

الباب الرّابع فی الرّجال

قرون ثلاثہ

قرون ثلاثہ (تین زمانے) ان کو خیر القرون (بہترین زمانے) کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم یعنی تمام زمانوں میں بہتر زمانہ کے لوگ اچھے ہیں پھر اُس کے بعد والے پھر اُس کے بعد والے۔

سلف صالحین نے قرون ثلاثہ کی اس طرح تقسیم کی ہے۔

قرن اوّل۔ بعثت رسول کریم سے ۱۱۰ ہجری تک یہ زمانہ عہد رسالتؐ عہد صحابہ کہلاتا ہے

قرن دوم۔ ۱۱۱ھ سے ۱۷۰ھ تک، یہ عہد تابعین کہلاتا ہے۔

قرن سوم۔ ۱۷۱ھ سے ۲۲۰ھ تک، یہ عہد تبع تابعین کہلاتا ہے۔

قرن ثالث کے متعلق اختلاف ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے قرن ثالث کو ۲۶۰ھ تک وسعت دی ہے، ۲۲۰ھ تک تو کچھ شبہ نہیں۔ آگے بوجہ اختلاف ۲۲۱ھ سے ۲۶۰ھ تک کے

٭ م کی کتابیں رکھیں (طبقات جلد ۵ ص۲۱۶) ابن عباس کی کتابوں کی نقول اُن کی زندگی میں دور دور پہنچ گئی تھیں۔ امام طاوس نے عبداللہ بن عباس کا بیان لکھا ہے کہ انہوں نے کہا کہ طائف کے کچھ لوگ میرے پاس میری تصنیف کی نقلیں تصحیح کی غرض سے لائے (شرح معانی الآثار ۲/۳۹۲)

زمانے کو ہم نے عہد اختلافی سے تعبیر کیا ہے۔

قرون ثلاثہ کے بعد کے زمانہ کو حضور نے فرمایا ہے۔ ثم یفشوا الکذب یعنی پھر جھوٹ پھیل جائیگا۔

ہمنے اس کتاب میں علما و مفسرین و محدثین و ائمہ و قراء و کاتبین کے ذکر میں یہ اصول رکھا ہے کہ قرن اول کے رجال قرن دوم کے شروع ہونے تک یعنی سنہ ۱۷۰ھ تک جن کی وفات ہوئی۔ اسی طرح قرن دوم کے رجال سنہ ۲۲۰ھ تک۔ قرن سوم کے رجال سنہ ۲۶۰ھ تک۔ عہد اختلافی کے رجال سنہ ۳۱۰ھ تک اسلئے رجال خیر القرون کا خاتمہ سنہ ۲۲۰ھ تک ہے اگر تلاش کیا جائے تو اس کے خلاف کم مثالیں مل سکیں گی۔ صحابہ کے بیان رجال میں ترتیب باعتبار سن وفات رکھی ہے۔

رجال قرن اول

حفظ قرآن، قرارت، تفسیر، کتابت وغیرہ میں عہد رسول کریم سے آج تک لاکھوں آدمی گذرے ہیں۔ میں نے ہر عہد کے دو دو چار چار بزرگوں کا تذکرہ مختصر طور پر کیا ہے۔ ان میں قراء بھی ہیں مصنفین بھی ہیں۔ کاتبین بھی ہیں۔ ان میں سے اکثر بزرگوں کا تذکرہ میں تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر میں اس سے زیادہ لکھ چکا ہوں اور والد ماجد نے تاریخ الفقہ میں لکھا ہے۔ باقی تفصیل طلب حضرات کتب سیر و تاریخ کی طرف رجوع کریں یہاں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔ خلفاء راشدین کے بعد صحابہ کا ذکر ہے۔ پھر صحابیات کا، ہر بزرگ کے تذکرہ میں باعتبار سن وفات ترتیب قائم کیگئی ہے

صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

عبداللہ نام۔ ابوبکر کنیت۔ صدیق و عتیق لقب۔ ان کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں رسول کریم کے سلسلہ سے مل جاتا ہے۔ یہ سب سے پہلے مسلمان ہیں (۳۷) سال کی عمر میں شرف باسلام ہوئے۔ اصحاب بدر و احد و بیعت الرضوان میں سے ہیں۔ رسول کریم کے خسر یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ کے باپ ہیں۔ ان سے ۱۴۲ حدیثیں مروی ہیں۔ رسول کریم کے بعد سنہ ۱۱ھ میں خلیفہ ہوئے اور (۶۳) برس کی عمر میں سنہ ۱۳ھ میں وفات پائی۔ رسول کریم کے یار غار تھے۔ اور اب بھی یار غار ہیں ؎

دیکھو تو رفاقت یہ ابوبکر و عمرؓ کی   چھوڑا نہ پس مرگ بھی پہلوئے محمد

اگر حضرت ابوبکر کی جان نثاریوں اور خدماتِ اسلامی پر نظر کیجائے تو صحابہ میں ان کا مثل و نظیر نظر نہیں آئے گا۔ احادیث میں ان کے بیحد فضائل مذکور ہیں۔ ان کی بہت سی سوانح عمریاں لکھی جاچکی ہیں۔ صفحات تاریخ ان کے شاندار کارناموں سے مزین ہیں۔ غیروں نے بھی ان کو قابل توصیف قرار دیا ہے مشہور محقق للانس بی بول نے لکھا ہے۔ ابوبکر کی شخصیت کو دیکھکر دہوکا ہوتا ہے کہ اس شخص کو نبی ہونا چاہیئے تھا۔ مگر معلوم نہیں کہ مسلمانوں نے اپنے نبی کا جانشین کر کے اسکو بلندی سے پستی میں کیوں گرادیا۔ (النجم جولائی ۱۹۳۵ء)

ایوریند کیسن سل لکھتے ہیں :۔ آپ کی سخاوت کی انتہا نہ تھی۔ آپنے اپنا تمام مال واسباب محمد اور اسلام کی مدد کیلئے خرچ کرڈالا۔ اسلام بہت کچھ ابوبکر کا احسان مند ہے۔ شروع اسلام میں اس شخص کی زبردست شخصیت نے تمام مصیبتیں دور کردیں اور تمام مشکلیں آسان کردیں۔ ورنہ بہت ممکن تھا کہ تباہ و برباد ہوجاتا (خلفار راشدین)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

عمر نام۔ ابوحفص کنیت، فاروق لقب، ان کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول کریم کے سلسلہ نسب سے ملتا ہے۔ عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر واحد و بیعۃ الرضوان میں تھے۔ رسول کریم کے خسر یعنی ام المؤمنین حضرت حفصہ کے باپ تھے اور حضور کے ہم زلف بھی تھے کہ ام المؤمنین ام سلمہ کی بہن قریبہ ان کے عقد میں تھیں۔ حضرت مرتضیٰ کے داماد تھے۔ ۱۳ ہجری میں حضرت ابوبکر کے بعد خلیفہ ہوئے۔ سنہ ۲۴ھ میں شہید ہوئے۔ ان سے (۵۳۹) حدیثیں مروی ہیں۔ مسلمانوں میں ترویج تعلیم کے لئے مدارس قایم کئے۔ معلمین و متعلمین کے وظائف مقرر کئے۔ جبری تعلیم رائج کی۔ ایک شخص ابوسفیان نام کو مقرر کیا کہ دورہ کرے اور مسلمانوں کا امتحان لے جس کو قرآن نہ آتا ہو سزا دے۔ (اغانی و اصابہ)

ان کی بہت سی سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں۔ ایوریند کیسن سل لکھتے ہیں:۔ ہم اس کا اقرار کرتے ہیں کہ جو وقت عمر خلیفہ بنائے گئے تھے وہ وقت ایسے ہی شخص کیلئے موزوں تھا۔ عمر کی سیاسی اور رفیع قابلیت کی وجہ سے ہم اسکی جس قدر توقیر کریں کم ہے۔ وہ صحیح طور پر ابوبکر کے جانشین تھے۔ اسلام ان دو جلیل القدر خلفار کا ہمیشہ احسان مند رہے گا (خلفار راشدین)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

عثمان نام۔ ابو عبداللہ و ابو عمر کنیت۔ ذوالنورین وغنی لقب۔ ان کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں رسول کریم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ واقعہ فیل کے چھٹے سال پیدا ہوئے۔ (۲۴) سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ عشرۂ مبشرہ، اصحاب بدر و اُحد و بیعت الرضوان میں تھے۔ رسول کریم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔ ۲۴ھ میں حضرت عمر کے بعد خلیفہ ہوئے۔ ۳۵ھ میں شہید ہوئے۔ ان سے (۱۴۶) حدیثیں مروی ہیں۔

ایورینڈ کیتھ سل لکھتے ہیں:۔ عثمان نے احکام قرآن سے کبھی ذرا سا بھی تجاوز نہیں کیا ہے گو کہ وہ حملہ آور کی مدافعت کے وقت انتہائی بہادر تھے۔ لیکن وہ کبھی مسلمانوں کے خون کو بے دریغ بہانے کو تیار نہیں ہوئے (خلفاء راشدین)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

علی نام۔ ابو تراب و ابوالحسن کنیت، حیدر لقب، رسول کریم کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے۔ عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر و بیعۃ الرضوان میں تھے۔ بعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئے۔ دس برس کی عمر میں ایمان لائے۔ ۳۵ھ میں حضرت عثمان کے بعد خلیفہ ہوئے۔ ۴۰ھ میں کوفہ میں شہید ہوئے۔ ان سے (۵۸۶) حدیثیں مروی ہیں۔ حضرت علی کی بہت سی سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں۔ تاریخ الحدیث میں اس سے زیادہ بیان ہے۔

ایورینڈ کیس سل لکھتے ہیں:۔ علی اسلامی علم و فضل کا بحر ناپیدا کنار تھا۔ وہ مسلمانوں کا سچا رہنما تھا وہ ایک نڈر بہادر سپاہی تھا۔ جو میدان جنگ سے کبھی پیٹھ نہیں موڑتا تھا۔ (خلفاء راشدین)

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

طفیل بن عبداللہ بن سخرۃ کے غلام تھے۔ جب یہ مسلمان ہو گئے تو اُن کے آقا اور دیگر کفار نے اُن کو سخت اذیت پہونچانی شروع کی۔ حضرت ابوبکر نے ان کو خرید لیا۔ ہجرت میں رسول کریم کے ساتھ تھے۔ بروز ہجرت کفار مکہ نے سراقہ کو رسول کریم کی گرفتاری پر مامور کیا تھا۔ سراقہ سراغ لگا کر حضور تک پہونچ گیا۔ لیکن خداوند ذوالجلال نے اُس کو حضور پر قادر نہ ہونے دیا اور مجبور ہوا اُس نے حضور سے درخواست

کی کہ مجکو امان نامہ لکھدیجئے۔ تو حضور نے امان نامہ عامر ہی سے تحریر کرایا تھا۔
عامر بن طفیل رسول کریم کے پاس آیا۔ اور عرض کیا کہ چند قرار تعلیم قرآن کیلئے میری قوم میں بھیجدیجئے
آپ نے قرار کو روانہ فرمایا انہیں عامر بھی تھے۔ کفار نے دغا کر کے بمقام بیر معونہ اُن کو شہید کردیا۔ یہ
واقعہ سکہ ہجری میں ہوا۔ یہ غزوات بدر و احد میں بھی شریک تھے۔ حضرت عمران کے بڑے مداح تھے۔

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

بنی اُمیہ کے خاندان سے تھے۔ سعد بن وقاص کے بعد مسلمان ہوئے۔ ۱۵ ربیع الاول سکہ ہجری
یوم پنجشنبہ کو مشرف باسلام ہوئے۔ یہ پانچویں مسلمان تھے اور قرآن کے پہلے کاتب تھے۔ بہت سے
غزوات میں شریک ہوئے۔ رسول کریم نے ان کو صنعا کا حاکم صدقہ مقرر کیا تھا۔ خلیفہ اوّل نے ایک
لشکر کا سردار بنا کر شام کی طرف بھیجا تھا۔ جنگ اجنادین میں ۲۸ جمادی الاول روز شنبہ ۱۳ ہجری کو
شہید ہوئے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

معاذ نام۔ ابو عبدالرحمن کنیت۔ قبیلہ خزرج سے تھے۔ نبوت کے بارہویں سال (۱۸) سال
کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ بنو سلمہ کے محلہ میں مسجد تعمیر ہوئی تو رسول کریم نے اِن کو اُس کا امام بنایا تھا۔
فتح مکہ کے بعد اہل مکہ کی تعلیم پر مامور ہوئے تھے۔ ۹ سنہ ہجری میں یمن کے گورنر بنائے گئے۔ حضرت ابوبکر
کے عہد میں مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ حضرت عمر کے عہد میں ۱۸ھ میں سپہ سالار بنائے گئے۔ اِسی سال
وفات پائی۔

حضرت شرجبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ ہجرت حبشہ میں شامل تھے۔ لیکن حبشہ
کی پہلی ہجرت جو رجب ۵ سنہ ہجری نبوی میں ہوئی۔ اسمیں گیارہ مرد تھے۔ اُس فہرست میں ان کا نام نہیں
چند ماہ بعد جب سورۃ النجم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور دوبارہ حبشہ کو مسلمانوں نے ہجرت کی
(غالبًا ابتداء ۶ سنہ) ان میں یہ شامل ہوئے ہوں گے۔ اس لئے یہ غالبًا ۵ نبوی میں شرف باسلام ہوئے
رسول کریم کے کاتب تھے۔ حضرت عمر کے عہد خلافت میں ایک لشکر کے شاگرد تھے۔ بیسان (نواح طبریہ)
انہوں ہی نے فتح کیا تھا۔ ۱۸ سنہ ہجری میں انہوں نے اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے طاعون سے ایک
ہی دن وفات پائی۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ

عویمر نام۔ ابو الدرداء کنیت۔ حکیم الامۃ لقب۔ قبیلہ خزرج کے خاندان عدی بن کعب سے تھے۔ سنہ ۲ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے۔ بدر کے علاوہ اکثر غزوات میں شریک رہے۔ حضرت عمر نے ان کو شام میں تعلیم پر مامور کیا تھا۔ حضرت عثمان نے دمشق کا قاضی مقرر کیا۔ امیر معاویہ جب کبھی باہر جاتے انکو اپنا قائم مقام بناتے۔ یہ قراء صحابہ میں سے تھے۔ سنہ ۳۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

یہ چھٹے مسلمان تھے۔ خلوت و جلوت میں رسول کریم کے پاس رہتے تھے۔ صحابہ میں بڑے زیرک اور ذی علم تھے۔ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ ابن مسعود سے حدیث سیکھو (ترمذی) اور فرمایا ہے کہ ابن مسعود میری اُمت کیلئے جو مسائل تجویز کرے میں اسپر رضامند ہوں (کنز العمال) اور فرمایا ہے کہ چار آدمیوں سے قرآن سیکھو ابن مسعود۔ سالم مولی ابی حذیفہ۔ معاذ بن جبل، ابی بن کعب (بخاری) حضرت عمر ان کو خزینۃ العلم کہا کرتے تھے۔ حضرت حذیفہ کا قول ہے کہ رسول کریم سے طرز و روش میں قریب تر ابن مسعود تھے۔ حضرت مسروق تابعی کا قول ہے کہ میں نے صحابہ کو دیکھا تو تمام صحابہ کے علوم کا سرچشمہ ان چھ کو پایا۔ علی بن ابی طالب، ابن مسعود۔ عمر فاروق۔ زید بن ثابت، ابو الدرداء۔ ابی بن کعب اسکے بعد دیکھا تو ان چھ کے علم کا خزانہ ان دو کو پایا۔ علی بن ابی طالب و ابن مسعود (اعلام الموقعین)

صحابہ میں ابن مسعود پہلے شخص تھے جنہوں نے مکہ میں علی الاعلان کفار کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں ان کو کوفہ میں معلم اور قاضی مقرر کیا تھا۔ حضرت عثمان کے عہد میں بھی اسی عہدے پر رہے۔ اور بیت المال کے خازن رہے۔ جس طرح ان کے شاگردوں نے ان کے فتاویٰ اور مذہب فقہ کو مدون کیا ہے اس طرح دیگر صحابہ کے فتاویٰ اور مذاہب مرتب نہیں ہوئے (اعلام الموقعین)

سنہ ۳۲ھ میں وفات پائی۔ ساٹھ سال کی عمر پائی۔ ان سے (۸۴۸) حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ

اُبی نام۔ ابو المنذر و ابو الطفیل کنیت، اقرأ القوم لقب، حضرت عمر ان کو سید المسلمین کہا کرتے تھے۔ بدر سے لیکر طائف تک تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضور نے اُن کو عامل صدقہ

مقرر کیا تھا۔ حضرت ابوبکر نے ان کو جمع قرآن پر مامور کیا تھا۔ حضرت عمر کے عہد میں مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ حضرت عثمان نے بھی ان کو جمع قرآن پر مامور کیا تھا۔ ان سے (۱۴۶) حدیثیں مروی ہیں ۳۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت لبید رضی اللہ عنہ

لبید بن ربیعہ عرب کے مشہور شاعر اور نہایت شریف النفس انسان تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد شاعری چھوڑ دی اور کتابت قرآن کا شغل اختیار کیا۔ خدا جانے کتنے قرآن لکھے۔ ایکسو چالیس برس کی عمر میں ۴۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

زید بن ثابت نام۔ ابوسعید و ابوخارجہ و ابوعبدالرحمٰن کنیت۔ انصار مدینہ کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو نجار سے تھے۔ ہجرت سے چھ سال قبل پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ غزوۂ تبوک میں مالک بن النجار کا علم رسول کریمؐ نے ان کو دیا تھا۔ یہ علم عمارہ بن حزم کے پاس تھا۔ عمارہ نے حضور سے دریافت کیا کہ مجھ سے لیکر ان کو علم کیوں دیا گیا تو حضور نے فرمایا کہ یہ قرآن تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ غزوہ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے، کاتب وحی تھے انہوں نے قرآن جمع بھی کیا تھا۔ حفظ بھی کیا تھا۔ رسول کریم نے تین مرتبہ اُن کو اپنا جانشین بنایا، ایک مرتبہ جب شام کی جانب تشریف لیجانے لگے۔ دو مرتبہ دو حجوں میں۔ حضرت عمر نے بھی اکثر مرتبہ ان کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ حضرت عثمان بھی اپنے عہد خلافت میں جب حج کو جاتے ان کو اپنا جانشین بناتے۔ حضرت ابوبکر و حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں ان کو جمع قرآن پر مامور کیا۔ حضرت ابوبکر کے عہد میں جماعت شوریٰ کے رکن تھے۔ حضرت عثمان کے عہد میں افسر بیت المال تھے۔ ۴۵ھ میں بعمر ۵۶ سال وفات پائی۔

صحابہ میں عبداللہ بن عمر، ابوسعید، ابوہریرہ، انس، سہل بن سعد، سہل بن حنیف، عبداللہ ابن زید خطمی نے، تابعین میں سے سعید بن المسیب، قاسم بن ابوبکر بن صدیق، سلیمان بن یسار، ابان بن عثمان اور خود ان کے دونوں بیٹوں خارجہ و سلیمان نے ان سے روایت کی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔ (قاریًا عالمًا بالفرائض شاعرًا کاتبًا فصیح اللسان جمع القرآن) یعنی قاری تھے، علم فرائض کے متبحر عالم تھے شاعر تھے، رسول کریم کے کاتب تھے فصیح تھے۔ انہوں نے بھی قرآن جمع کیا تھا۔ ان کا لکھا ہوا قرآن ۳۰۳ھ میں ابن یونس نے مصر میں دیکھا تھا۔ ۵۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حسین امام - ابوعبداللہ کنیت - سید و شہید لقب ۴ ہجری میں پیدا ہوئے حضرت علیؓ کے دوسرے صاحبزادے اور رسول کریم کے نواسے تھے ۶۱ھ میں کربلا میں شہید ہوئے، ان سے (۸) روایتیں براہ راست رسول کریم سے ہیں۔ باقی روایات حضرت علی، حضرت عمر وغیرہ سے ہیں۔

ایک مرتبہ امام حسین مسجد میں تشریف لائے۔ بہت سے آدمی بیٹھے تھے۔ انہوں نے سلام کیا۔ سب نے جواب دیا۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص خاموش بیٹھے رہے۔ جب سب لوگ خاموش ہوگئے تو عبداللہ نے پکار کر کہا السلام علیك ورحمة الله وبركاته اور لوگوں سے کہا کہ میں تمہیں بتا دوں کہ زمین و آسمان کے رہنے والوں میں محبوب ترین کون شخص ہے، یہی ہیں جو جا رہے ہیں (اسد الغابہ)

ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے دریافت کیا کہ مچھر کا خون کپڑے پر لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔ ابن عمر نے لوگوں سے کہا کہ ان کو دیکھو رسول کے نواسے کو تو شہید کر دیا۔ مچھر کے خون کا سوال کرتے ہیں۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

رسول کریم کے چچا زاد بھائی تھے۔ ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے حضور نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی کہ خدا اس کو دین کا فہم عطا فرما اور قرآن کی تفسیر کا علم دے۔ خدا نے یہ دعا قبول فرمائی اور یہ ایسے ہی ہوئے سلطان المفسرین، ترجمان القرآن اور حبر الأمة ان کے لقب تھے۔ باوجود کم عمر ہونے کے حضرت عمر اپنے عہد خلافت میں ان سے مشورہ لیا کرتے اور آیات کی تفسیر دریافت کیا کرتے تھے۔ ابن عباس ایک دن تفسیر، ایک دن فقہ،

ایک دن سیر و مغازی، ایک دن ادب، ایک دن تاریخ کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں فتوحات افریقہ میں جو حرب العبادلہ مشہور ہے یہ اُس کے رکن اعظم تھے۔ جنگ صفین میں حضرت علی کی طرف سے سپہ سالار تھے۔ حضرت علی کے عہد میں بصرہ کے گورنر رہے۔ آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی۔ (۷۱) سال کی عمر میں طائف میں وفات پائی۔ سنہ ۶۸ ہجری۔

شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ نے ان کے فتاووں کو بیس جلدوں میں جمع کیا ہے۔ ابن عباس رضؓ نے (۲۶۶۰) حدیثیں روایت کی ہیں ان میں سے (۲۵) براہ راست حضور سے ہیں باقی صحابہ سے ہیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

عمر فاروق کی بیٹی اور رسول کریم کی زوجہ تھیں۔ بعثت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں سنہ ۳ھ میں رسول کریم سے عقد ثانی ہوا۔ (۶۳) سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے فتاوی کی تعداد ایک رسالے قریب ہے۔ ان سے (۶۰) حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ابوبکر صدیق کی بیٹی اور رسول کریم کی زوجہ تھیں۔ بعثت سے چار سال بعد پیدا ہوئیں۔ چھ سال کی عمر میں ان کا نکاح ہوا اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی (۱۸) سال کی عمر میں بیوہ ہوگئیں (۶۶) سال کی عمر میں سنہ ۵۸ ہجری میں وفات پائی۔ ان سے (۲۲۱۰) حدیثیں مروی ہیں، ان کو کل قرآن حفظ تھا۔ یہ عورتوں کی امام بنا کرتی تھیں۔ صحابہ ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ ان کا علم و فضل مسلم تھا۔ تاریخ الحدیث میں ان کا تذکرہ میں نے مفصل لکھا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ہند نام۔ ام سلمہ کنیت، ان کے باپ ابی امیہ سہل بن المغیرہ قریش کے قبیلہ بنی مخزوم سے تھے یہ ابتدائے اسلام میں اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ اور حبشہ کو ہجرت کی۔ سنہ ۳ھ میں ان کے شوہر کا انتقال ہوگیا۔ سنہ ۴ھ میں رسول کریم نے ان سے نکاح کرلیا۔ یہ کامل العقل اور صائب الرائے تھیں۔ خلفائے راشدین کے عہد میں فتوے دیتی تھیں۔ رسول کریم کے طرز پر قرآن پڑھتی تھیں۔ (۸۴) برس کی عمر میں سنہ ۶۳ھ میں وفات پائی۔ ان سے (۳۷۸) مروی ہیں۔

تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم

ابوالاسود

ظالم بن عمرو بن سفیان نام، ابوالاسود کنیت۔ ان کا نسب کنانہ میں رسول کریم سے مل جاتا ہے۔ یہ دیل بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کی نسل سے ہیں۔ اس لئے ان کا قبیلہ دولی اور دیلی مشہور تھا ہجرت سے سولہ برس قبل پیدا ہوئے۔ ابو عبیدہ نے لکھا ہے کہ یہ صحابی تھے مگر صحیح یہ ہے کہ حضور کے دیدار مبارک سے بحالت اسلام مشرف نہیں ہوئے۔ محققین اور کبار تابعین میں سے ہیں

حضرت عمر کے عہد میں مدینہ آئے۔ عمر بن الخطابؓ، علیؓ، ابن عباسؓ، ابوذر وغیرہم صحابہ سے علم حاصل کیا۔ عمر، عثمان، علی، تینوں خلفا کے عہد میں ممالک کے والی رہے۔ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔ محدث، فقیہ، مفسر، ادیب، قاری تھے۔ دانشمند اور حاضر جواب تھے، کفایت شعار دولتمند تھے۔ علم نحو کے موجد تھے۔ کفایت شعاری کی وجہ سے بخیل مشہور ہو گئے تھے۔ سر سے گنجے تھے، گندہ دہنی کے مرض میں مبتلا تھے۔ حضرت علی نے ابن عباس کو جب بصرہ کا والی مقرر کیا تو ان کو میر منشی بنایا مگر دونوں میں موافقت نہیں ہوئی۔ اور انہوں نے ابن عباس کی شکایتیں لکھنا شروع کیں اسپر حضرت علی و ابن عباس میں خط و کتابت ہوئی۔ آخر ابن عباس ناراض ہو کر مستعفی ہو گئے حضرت علی نے ابن عباس کی جگہ ابوالاسود کو والی مقرر کیا اور ابوالاسود کی جگہ زیاد بن امیہ (جو زیاد بن ابی سفیان مشہور ہے۔ عبیداللہ سپہ سالار لشکر یزید قاتل امام حسین کا باپ) کا تقرر کیا (عبیداللہ بن زیاد ابوالاسود کا شاگرد تھا)

ابوالاسود اور زیاد میں بھی موافقت نہیں ہوئی۔ زیاد نے ان کی شکایتیں حضرت علی کو لکھیں۔ لیکن حضرت علی نے ایک نہ سنی۔ جب ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے زیاد کی ہجو لکھی جو اب تک موجود ہے ان کو حکومت کرتے ہوئے ایک ہی سال ہوا تھا کہ حضرت علی شہید ہو گئے۔ حضرت امام حسن نے ان کو بدستور قایم رکھا۔ جب امیر معاویہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کچھ دنوں تک ان کو بحال رکھا پھر بسر بن ارطاۃ کو گورنر بصرہ مقرر کیا۔ ابوالاسود نے سنہ ۶۹ھ میں وفات پائی۔ ان کو حضرت عمر نے قرآن پر اعراب لگانے کا حکم دیا تھا۔ انہوں نے عرصہ کے بعد اعراب بصورت نقاط قایم کئے۔ اور اس کے متعلق ایک رسالہ لکھا اور حضرت علی کے حکم سے قواعد نحو مدون کئے اور ایک رسالہ لکھا۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان

مروان بن الحکم کا بیٹا تھا۔ ۲۶ھ میں پیدا ہوا۔ اکیس سال کی عمر میں ۶۵ھ میں تخت نشین ہوا اس کے افسر فوج مشہور ظالم وادیب وقاری حجاج بن یوسف نے مکہ پر چڑھائی کر کے حضرت عبداللہ بن زبیر صحابی کو ۷۳ھ میں شہید کر دیا۔

عبدالملک نے مدتوں تک مسجد نبوی میں عوام کی طرح تحصیل علم کی۔ یہ بہت بڑا ادیب و فقیہ تھا اس نے حکم دیا کہ قرآن مجید پر نقاط لگائے جائیں مگر یہ کام اس کے عہد میں نہ ہو سکا۔ اس کے عہد میں سلطنت بنی اُمیہ کو استحکام اور ترقی ہوئی۔ ۸۶ھ میں وفات پائی۔

نصر بن عاصم لیثی

ابوالاسود کے شاگرد تھے۔ قراء جماعت حجاج بن یوسف میں ہیں۔ انہوں نے یحییٰ بن یعمر کیساتھ اپنے اُستاد کے ایجاد کردہ نقاط قرآن میں اصلاح کی اور حرکات ایجاد کیں۔ ۹۰ھ میں وفات پائی۔

سعید بن جبیر

ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر و عدی بن حاتم طائی کے شاگرد تھے۔ خلیفہ عبدالملک ابن مروان کی فرمائش سے انہوں نے تفسیر لکھی تھی۔ عطاء بن ابی رباح ان کے شاگرد تھے۔ حضرت ابن عباس کے پاس کوئی استفتا لیکر جاتا تو فرماتے کیا تمہارے یہاں سعید نہیں ہے۔ پچاس برس کی عمر تھی کہ حجاج بن یوسف نے ۹۵ھ میں شہید کیا۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک

اپنے باپ کے بعد ۸۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس کے وقت میں بہت سے ممالک فتح ہوئے ترکستان کا کچھ حصہ ہندوستان میں سندھ، اسپین میں اندلس اسی کے عہد میں فتح ہوئے۔ حجاج ابن یوسف کے مظالم اس کے عہد میں اور بھی زیادہ ہو گئے تھے۔ حجاج نے صحابہ پر ظلم کئے۔ تابعین میں سے بزرگوں کو قتل کیا۔ حجاج ۹۵ھ میں مرا۔ خلیفہ ولید نے اپنے باپ کے حکم کی تجدید کی یعنی حجاج کو حکم دیا کہ قرآن مجید پر نقاط وغیرہ لگائے جائیں۔ یہ کام اس کے عہد میں مکمل ہوا۔ اس نے ۹۶ھ میں انتقال کیا۔

عکرمہ

حضرت عبداللہ بن عباس کے مولیٰ اور شاگرد تھے۔ ابن عباس نے ان کو بہت محنت سے تفسیر سکھائی تھی۔ عباس بن مصعب مروزی کا قول ہے کہ ابن عباس کے تلامذہ میں عکرمہ تفسیر کے سب سے بڑے ماہر تھے۔ امام شعبی اور مفسر قرآن قتادہ نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔ سعید بن جبیر اور مجاہد نے بھی ان سے استفادہ کیا تھا۔ عکرمہ جب تک بصرہ میں رہے۔ امام حسن بصری فتویٰ نہ دیتے تھے۔ ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔

امام حسن بصری

۲۱ھ میں پیدا ہوئے حضرت انس اور حضرت امام حسن کے شاگرد تھے۔ احنف بن قیس اور قیس بن عباد شاگردان حضرت علی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ ان کی والدہ خیرہ نام ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں۔ ایک دن ان کی والدہ کسی کام میں مشغول تھیں۔ یہ شیر خوار تھے رو رہے تھے۔ ام المومنین نے ان کو چپانے کیلئے پستان مبارک منہ میں دیدی۔ خدا کی شان دودھ نکل آیا۔ یہ پی گئے۔ یہ فضیلت ان کو ایسی حاصل ہوئی کہ کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ قرآن مجید کے ربع نصف، ثلث مقرر کرنے اور نقاط لگانے کے لئے ان قرار کو حجاج بن یوسف نے مامور کیا تھا ان میں یہ بھی تھے۔ ان کا شمار قرار بدر میں ہے۔ امام مجتہد تھے۔ حمید الطویل ان کے شاگرد تھے۔ ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔

امام باقر

محمد نام۔ ابوجعفر کنیت۔ باقر لقب، امام زین العابدین کے صاحبزادے اور امام حسین شہید کربلا کے پوتے تھے۔ بروز جمعہ صفر ۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد اور صحابہ میں ابوہریرہ، ابوسعید خدری اور ابن عباس کے شاگرد تھے۔ حضرت جابر صحابی نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا۔ انہوں نے قرآن کی تفسیر لکھی تھی۔ امام زہری۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، امام اوزاعی ان کے شاگرد تھے ۱۱۳ھ میں وفات پائی۔

ابن عامر

عبداللہ بن عامر بن یزید بن تمیم قرار سبعہ میں سے ہیں۔ حضرت ابوالدرداء صحابی اور حضرت معاذ بن جبل صحابی کے شاگرد تھے۔ دمشق کے رہنے والے تھے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت

میں دمشق کے قاضی تھے۔ حافظ ابن حجر نے ان کو طبقہ سادسہ میں شمار کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے تھے (۹۷) برس کی عمر میں ۱۱۸ھ میں وفات پائی ان کی قرات کے دو راوی ہیں۔ ایک ابن ذکوان القرشی الدمشقی ۲۴۲ھ۔ دوسرے ہشام بن عمار بن نصیر السلمی۔

ابن کثیر

عبداللہ بن کثیر الداری مولیٰ عمرو بن علقمہ الکنانی۔ مکہ کے رہنے والے تھے۔ حافظ ابن حجر نے ان کو طبقہ سادسہ میں شمار کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن السائب المخزومی صحابی و مجاہد بن زبیر کے شاگرد حضرت ابی بن کعبؓ ایاس مولیٰ حضرت عبداللہ بن عباس ان کے اساتذہ میں تھے۔ ان کی قرات کے دو راوی ہیں۔ ایک ابو عمر محمد عبدالرحمن مکی مخزومی المعروف قنبل ۲۸۰ھ۔ دوسرے احمد بن محمد مکی المعروف بزی۔ بزی اور ابن کثیر کے درمیان دو اور قنبل اور ابن کثیر کے درمیان چار واسطے ہیں ابن کثیر قراء سبعہ میں سے ہیں ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔

عاصم

عاصم بن ابی النجود قراء سبعہ میں سے ہیں انہوں نے اخذ قرات ابو عبدالرحمن بن حبیب السلمی و ابو رویم سے کیا۔ ابو عبدالرحمن حضرت زید بن ثابت و حضرت ابی بن کعب و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت علی کے شاگرد تھے۔ ابو رویم حضرت ابن مسعود۔ حضرت علی۔ حضرت عثمان کے شاگرد تھے عاصم کی قرات سنداً بہت صحیح تسلیم کی جاتی ہے۔ امام اعظم بھی قرات میں ان کے شاگرد تھے۔ کوفہ میں ۱۲۸ھ میں وفات پائی۔ ان کی قرات کے دو راوی ہیں۔ ایک حفص بن سلیمان بن مغیرہ ۱۸۰ھ دوسرے ابوبکر بن سالم ۱۹۳ھ۔

ابو سلیمان یحییٰ بن یعمر عدوانی

حضرت عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عباس و ابو الاسود کے شاگرد تھے۔ قتادہ نے ان سے روایت کی ہے۔ خراسان کے قاضی تھے۔ انہوں نے نصر بن عاصم کے ساتھ اپنے استاد ابو الاسود کے نقاط قرآن میں اصلاح کی اور حرکات ایجاد کئے۔ حجاج بن یوسف نے ان کو شہر بدر کر دیا تھا۔ ۱۲۹ھ میں وفات پائی۔

ابوعمر

ابوعمر ابن العلاء بن العمار۔ قراء سبعہ میں سے ہیں۔ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ ۸۶ برس کی عمر میں بزمانہ خلافت منصور عباسی سنہ ۱۵۴ھ یا سنہ ۱۵۷ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ حافظ ابن حجر نے ان کو طبقہ خامسہ میں شمار کیا ہے۔ اور یہ سعید بن جبیر و حسن بصری وغیرہ کے شاگرد تھے۔

ان سے ابوشعیب صالح بن زیاد بن عبداللہ مشہور سوسی (سوس ایک موضع ہے) سنہ ۲۶۱ھ اور ابوعمر حفص بن عمر دوری (دور بغداد کے قریب ایک موضع ہے) سنہ ۲۴۶ھ۔ ابوعمر کے بوساطت ابومحمد یحییٰ بن المبارک العدوی راوی ہیں۔

حمزہ کوفی

ابوعمارہ بن حبیب الزیات مولیٰ بنی تیم سنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ سنہ ۱۵۸ھ میں بمقام حلوان وفات پائی۔ قراء سبعہ میں سے ہیں یہ امام جعفر صادق کے شاگرد تھے۔ اِس طرح ان کا ایک سلسلہ حضرت علی پر منتہی ہوتا ہے اور دوسرا سلسلہ حضرت عبداللہ بن مسعود پر۔

انہوں نے عاصم و اعمش اور منصور بن المعتمر وغیرہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ان کی قراءت کے دو راوی ہیں ایک ابوعیسیٰ خلاد بن خلاد الکوفی الصیرفی سنہ ۲۲۰ھ۔ دوسرے محمد بن خلف معروف بزار ۲۲۹ھ یہ محدث تھے امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے تھے۔ امام مسلم نے ان سے تخریج کی ہے۔

خلیل بن احمد

ابوعمرو بن العلاء (شاگرد نصر بن عاصم) کے شاگرد تھے۔ سیبویہ، نضر بن شمیل، ابوفید مورج علی بن نصر جہضمی ان کے شاگرد تھے۔ انہوں نے خط نسخ میں اصلاح کی اور ہمزہ اور تشدید وغیرہ ایجاد کئے۔ سنہ ۱۶۰ھ میں وفات پائی۔

نافع

نافع ابن عبدالرحمن بن ابی نعیم مولیٰ بنی لیث۔ بعض ان کو دادا کی نسبت سے ابی نعیم بھی لکھتے ہیں۔ ان کی کنیتیں چار مشہور ہیں۔ ابورویم۔ ابوعبداللہ۔ ابوعبدالرحمن۔ ابوالحسن۔ تبع تابعین میں سے تھے

اصل ان کی اصفہان سے ہے مگر مدینہ میں رہتے تھے۔ خلیفہ ہادی عباسی کے عہد میں ۱۶۷ھ یا ۱۶۹ھ میں وفات پائی۔ قرأ سبعہ میں سے ہیں۔ انہوں نے ستر قرا تابعین سے اخذ قرأت کیا۔ ابو جعفر یزید ابن قعقاع مولی مخزومی، ابو داؤد عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج، شیبہ بن النصاح مدنی۔ ابو عبداللہ مسلم بھی ان کے اساتذہ میں سے ہیں یہ سب شاگرد تھے ابن ابی ربیعہ اور حضرت عبداللہ بن عباس کے اور یہ دونوں شاگرد تھے حضرت ابی بن کعب کے۔ حافظ ابن حجر نے ان کو تقریب التہذیب میں طبقہ سابعہ میں شمار کیا ہے۔ ان کی قرأت کے دو راوی ہیں۔ ایک عثمان بن سعید المعروف ورش ۱۹۷ھ دوسرے قالون ۲۲۶ھ۔ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ از روئے سند نافع اور عاصم کی قرأت اصح ہے۔

رجال قرن ثانی

(۱۷۱ھ سے ۲۲۰ھ تک)

ضحاک بن عجلان

مشہور کاتب اور مصلح خط تھا۔ قرآن مجید کثرت سے لکھا کرتا تھا۔ خلیفہ ابو العباس سفاح کے عہد میں تھا۔ ۱۵۴ھ میں وفات پائی۔

کسائی

ابوالحسن علی بن حمزہ بن عبداللہ بن بہمن قرأ سبعہ میں سے ہیں۔ ابو عمارہ حمزہ کے شاگرد تھے .... خلیفہ ہارون رشید کے مصاحب تھے۔ اور استاد بھی تھے۔ علم قرأت، علم نحو، علم ادب، علم خط ان چاروں علوم کے امام تھے۔ انہوں نے خط حیری سے خط کوفی ایجاد کیا۔ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ ابو عمرو کسائی کی قرأت تمام قرأتوں میں زیادہ فصیح ہے۔ ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔

ان کی قرأت کے دو راوی ہیں۔ ایک ابو عمر حفص معروف دوری، دوسرے ابوالحارث بن خالد البغدادی۔

امام ابوبکر

۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ امام احمد بن حنبل و شیخ ابن مبارک نے ان کی بہت تعریف کی ہے۔ انہوں نے اپنی عمر میں چوبیس ہزار بار قرآن ختم کیا۔

نضر بن شمیل

خلیل بن احمد کے شاگرد تھے۔ ابو عبید قاسم بن سلام ان کے شاگرد تھے۔ کتاب القرآن کتاب المدخل کتاب المعانی وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔ سنہ ۲۰۳ھ میں وفات پائی۔

الفریابی

محمد بن یوسف بن واقد بن عثمان الضبی نام۔ یونس ابن ابی اسحاق کے شاگرد تھے۔ امام احمد بن حنبل اور امام بخاری نے ان سے روایت کی ہے۔ ان کی تفسیر کا نام تفسیر الفریابی ہے سنہ ۲۱۲ھ میں وفات پائی۔

رجال قرن ثالث

شیخ ابن راہویہ

اسحاق ابن ابراہیم نام۔ شیخ فضیل بن عیاض و شیخ فضل بن دکین کے شاگرد تھے۔ شیخ عبد اللہ بن مبارک سے بھی روایت کرتے تھے۔ شیخ یحییٰ بن معین نے ان سے روایت کی ہے۔ امام بخاری انکے شاگرد تھے۔ (۷۷) سال کی عمر میں سنہ ۲۳۸ھ میں وفات پائی۔

امام احمد بن حنبل

سنہ ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ امام ابو یوسف، امام محمد بن الحسن، امام زفر، امام شافعی کے شاگرد تھے۔ امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ احمد بن حنبل سب سے زیادہ صحیح حدیث جاننے والے ہیں۔ مجتہد صاحب مذہب تھے۔ ان کا مسند ضخیم و مشہور ہے۔ اسمیں پچاس ہزار حدیثیں ہیں۔ سنہ ۲۱۲ھ میں خلیفہ کا عقیدہ ہوا کہ قرآن مخلوق ہے۔ اسپر محدثین و علماء سے جواب لیا گیا۔ خلاف رائے ظاہر کرنے والوں میں سے بعض قتل کئے گئے۔ بعض کو اور سزائیں دی گئیں۔ اسی سلسلہ میں امام صاحب قید ہوئے اور مصائب میں مبتلا ہوئے۔ سنہ ۲۴۱ھ میں امام صاحب نے وفات پائی۔

امام بخاری

محمد بن اسمعیل نام۔ ابو عبد اللہ کنیت۔ امیر المؤمنین فی الحدیث و ناصر الاحادیث النبویہ

وناشر المواریث المحمدیہ لقب، سنہ ۱۹۴ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ امام اعظم کے شاگرد تھے۔ ان کی کتاب صحیح بخاری صحاح ستہ میں اوّل درجہ کی کتاب ہے۔ سنہ ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔

رجال عہد اختلافی

(سنہ ۲۶۱ھ سے سنہ ۳۱۰ھ تک)

امام ابن ماجہ

ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی سنہ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ امام ترمذی کے شاگرد تھے ان کی کتاب سنن ابن ماجہ صحاح ستہ میں شامل ہے۔ کثیر التصانیف، صاحب تفسیر ہیں۔ سنہ ۲۷۳ھ میں وفات پائی۔

امام ابن جریر طبری

ابو جعفر ابن جریر نام۔ سنہ ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ اسمٰعیل بن موسیٰ سدی سے روایت کرتے تھے۔ ان سے طبرانی نے روایت کی ہے۔ مجتہد صاحب مذہب تھے۔ ان کا مذہب سنہ ۵۰۰ھ تک چل کر معدوم ہوگیا۔ کثیر التصانیف مشہور مورخ و مفسر ہیں۔ سنہ ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔

ایک ابن جریر طبری فرقہ کرامیہ میں بھی گذرا ہے۔ وہ بھی صاحب تفسیر و تاریخ ہے۔ دونوں میں صرف سنین ولادت و وفات میں فرق ہے۔ بعض لوگ اس ابن جریر کے اقوال امام ابن جریر کی طرف منسوب کرکے دھوکہ دیتے ہیں۔ کوہستان شام میں ایک فرقہ جریری مشہور ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ امام ابن جریر کا مقلد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ابن جریر کرامیہ کا پیرو ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

رجال قرون ثلاثہ کے بعد

(سنہ ۳۱۱ھ سے سنہ ۱۳۵۷ ہجری تک)

اسحاق

ابو الحسین اسحاق بن ابراہیم تیمی مشہور کاتب تھا۔ اس نے رسم الخط پر ایک کتاب تحفۃ الوامق نام تصنیف کی تھی۔ قرآن لکھا کرتا تھا۔ خلیفہ المقتدر باللہ کے عہد میں تھا۔ جس نے سنہ ۳۱۹ھ تک حکومت کی

ابن مقلہ

ابو علی محمد بن علی بن الحسین بن مقلہ۔ خلیفہ القاہر باللہ عباسی کا وزیر تھا۔ اس نے خط حیرہ سے خط نسخ ایجاد کیا۔ اور پھر خط نسخ سے پانچ خط اور نکالے۔ خط محقق۔ خط ریحان۔ خط ثلث خط توقیع خط رقاع۔ اس کے عہد سے قرآن کی کتابت خط نسخ میں ہونے لگی۔ ۳۲۸ھ میں وفات پائی۔

ابن بواب

ہلال نام۔ ایک شخص امیر بویہ کے دروازے پر چوکیدار تھا۔ جس کو عربی میں بواب کہتے ہیں۔
اس کے بیٹے ابوالحسین علی بن ہلال بواب نے محمد بن اسد اور سمسانی تلامذہ ابن مقلہ سے فن کتابت سیکھا اور ابن مقلہ کے ایجاد کردہ خط نسخ کی اصلاح و تزئین کی۔ یہ قرآن مجید کے مشہور کاتبوں میں سے تھا۔
۴۲۳ھ میں وفات پائی۔

علامہ دانی

ابو عمر عثمان ابن سعید الدانی نام۔ معروف ابن صیرفی۔ ۳۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید کے متعلق ان کی متعدد محققانہ تصانیف ہیں۔ ۴۴۴ھ میں وفات پائی۔

سجاوندی

ابو عبداللہ محمد بن محمد بن طیفور سجاوندی (سجاوند غزنی کے قریب بخارا کے راستہ میں ایک موضع ہے) علامہ عصر و کثیر التصانیف تھے۔ علامات رموز و اوقاف و رکوع وغیرہ ان کی ایجاد ہیں۔ آخر صدی ششم میں وفات پائی۔ بعض علما نے رموز و اوقاف کے متعلق لکھا ہے کہ علماء غزنی کی ایجاد ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ علماء ماوراء النہر کی ایجاد ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ سجاوندی کی ایجاد ہیں۔ لکھنے والوں نے مشہور مقام کا نام لکھا ہے اور یہ علاقہ ماوراء النہر بھی ہے۔

فخر الکتاب

عماد جوینی نام۔ سلطان صلاح الدین کا کاتب تھا۔ کتاب خریدہ اسکی تصنیف ہے۔ قرآن کا کاتب تھا۔ ۵۸۳ھ میں وفات پائی۔ فخر الکتاب خطاب تھا۔

یاقوت رقم اوّل

امین الدولہ ابو در ابن عبد اللہ الملکی الموصلی نام۔ یہ ملکشاہ سلجوقی کا کاتب تھا۔ قرآن لکھتا تھا سنہ ۶۱۸ھ میں وفات پائی

یاقوت رقم ثانی

ابن عبد اللہ رومی الحموی۔ قرآن کا مشہور کاتب تھا۔ سنہ ۶۲۶ھ میں وفات پائی۔

قاضی بیضاوی

ابو سعید ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیضاوی نام۔ شافعی المذہب تھے۔ شیراز کے قاضی تھے۔ آخر عمر میں ترک منصب کر کے شیخ محمد بن محمد کتانی کی خدمت میں رہے۔ شیخ کے ایما سے تفسیر لکھی۔ ان کی تفسیر مشہور و مقبول ہے۔ سنہ ۶۹۲ھ میں وفات پائی۔

یاقوت رقم ثالث

ابو المجید خواجہ عماد الدین رومی۔ قرآن کا کاتب، فن کتابت کا امام تھا۔ خلیفہ مستعصم باللہ کا درباری تھا۔ سنہ ۶۹۸ھ میں وفات پائی۔ اس کا لکھا ہوا قرآن نواب زادہ سعید الظفر خان آف بھوپال کے کتب خانہ میں ہے۔ اس نے خط تیرا موز سے خط نستعلیق ایجاد کیا۔

امام سیوطی

عبد الرحمن بن ابوبکر کمال بن محمد بن سابق الدین بن عثمان نام۔ ابو الفضل کنیت، جلال الدین لقب موضع سیوط (علاقہ مصر) کے باشندے تھے۔ سنہ ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ الاسلام علم الدین بلقینی، شیخ تقی الدین شمنی، شیخ محی الدین کافیجی سے علم حاصل کیا۔ ان کے والد ان کو بخیال برکت ایک مرتبہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے درس میں لے گئے تھے۔ اسوقت یہ تین برس کے تھے۔ اس لئے بعض نے ان کو حافظ کا شاگرد لکھدیا ہے۔ ان کی کل تصانیف کی تعداد پانسو ہے ان میں سے (۹۰) کتابیں فن حدیث میں ہیں سنہ ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔ ائمہ و علما نے ان کو حاطب اللیل (اندھیرے میں لکڑیاں جمع کرنے والا) لکھا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بغیر کسی امتیاز اور جانچ کے جو حدیث بھی سُنی لکھدی۔ ان کی کتابوں میں

ضعیف، مضطرب وغیرہ اقسام کی حدیثیں بہت ہیں۔ لیکن سب کچھ جمع کر گئے۔

میں کہتا ہوں کہ اس امر میں سیوطی کے ساتھ علما نے انصاف نہیں کیا۔ یہ خطاب ان کے لئے جب مناسب و موزوں تھا کہ اُنھوں نے یہ دعوی کیا ہوتا کہ میں نے جس قدر حدیثیں لکھی ہیں سب قابل قبول کی ہیں اور شیخین کی شرائط پر ہیں۔ اور میری نظر سے شیخ کا ایسا دعوی نہیں گذرا۔ اس لئے شیخ کا مسلمانوں پر احسان ہے کہ جو کچھ مناسب لکھدیا اور تحقیق کو آئندہ آنے والوں پر چھوڑ دیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو احادیث میں جعل کا سلسلہ آج تک بھی ختم نہوتا۔ اور خدا جانے کس کس قسم کی روایتیں گڑھی جاتیں اور ان روایتوں میں بھی کیا کیا تغیرات ہوجاتے۔ اسی وجہ سے شیخ ابوالحسن بکری نے فرمایا ہے کہ سیوطی کا تمام عالم پر احسان ہے (تاریخ الحدیث ص۱۱۱) ان کی تصانیف میں اتقان و درمنثور وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔

قبلۃ الکتاب

مرزا سلطان علی مشہدی نام۔ میر علی تبریزی کے شاگرد تھے۔ قرآن کے کاتب تھے۔ قبلۃ الکتاب خطاب تھا۔ بابر بادشاہ نے اپنی تزک میں ان کی تعریف کی ہے۔ ۹۲۲ھ میں وفات پائی۔

میر علی ہروی

مرزا سلطان علی کے شاگرد تھے۔ قرآن کے کاتب تھے۔ شاعر بھی تھے مجنون تخلص تھا شیعہ مذہب تھے۔ صاحب تصنیف تھے۔ قرآن لکھنے کے شایق تھے۔ ان کی تصانیف لندن اور کتب خانہ پٹنہ میں موجود ہیں۔ سلاطین بخارا کے دربار میں تھے۔ ۹۵۹ھ میں وفات پائی۔

شعبان

شیخ زین الدین شعبان بن محمد بن داؤد الآثاری۔ یہ مصر سے مکہ معظمہ اور یمن گئے پھر ہندوستان آئے۔ قرآن لکھتے تھے۔ غالباً دسویں صدی ہجری میں وفات پائی۔

شیخ علی قاری

نور الدین علی بن محمد سلطان القاری الہروی نام۔ تصانیف میں یہ امام سیوطی سے کچھ ہی کم ہیں۔ اور ہر علم و فن پر ان کی تصانیف ہیں۔ ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی۔

میر عماد قزوینی

فن نستعلیق کے امام فن تھے۔ شاہ ایران عباس صفوی کے درباری تھے۔ بادشاہ نے ان سے شاہنامہ لکھنے کی فرمائش کی۔ انہوں نے ستر اشعار لکھکر پیش کئے۔ بادشاہ نے ستر توقان (ایران کا چاندی کا سکہ) انعام دیا۔ میر صاحب نے خلاف شان سمجھ کر واپس کر دیا۔ بادشاہ نے غضبناک ہوکر سنہ ۱۰۲۴ھ میں ان کو قتل کرا دیا۔ جب یہ خبر ہندوستان پہنچی تو شہنشاہ جہانگیر نے رو کر کہا کہ اگر عباس انکو میرے پاس بھیجدیتا تو میں اُن کو ان کے ہموزن سوتی دیتا۔ یہ بھی قرآن لکھا کرتے تھے۔

شاہ ولی اللہ

دہلی وطن تھا۔ شاہ عبدالرحیم کے صاحبزادے۔ محدّث تھے، مفسر تھے، فقیہ تھے، قاری تھے سرحلقہ سلاسل طریقت تھے۔ قرآن اور علوم دینیہ کی ظاہری و باطنی عظیم الشان خدمات آپنے اور آپکے صاحبزادوں شاہ عبدالعزیز (سنہ ۱۲۳۹ھ) شاہ رفیع الدین (سنہ ۱۲۳۸ھ) شاہ عبدالقادر (سنہ ۱۲۳۰ھ) اور آپکے دیگر اعزاء اور اہل خاندان نے جنمیں سے ہر ایک امام وقت تھا۔ انجام دی ہیں۔ آپ کی اور آپ کے صاحبزادوں کی ہر علم وفن پر تصانیف ہیں۔ جو نہایت محققانہ ہیں اور کثیر التعداد ہیں۔ آپ کی تصانیف عرب و مصر میں بھی مقبول ہوئی ہیں۔ ہندوستان میں علم دین کے تقریباً تمام سلاسل آپ کی ذات والا صفات سے وابستہ ہیں سنہ ۱۱۷۶ھ میں وفات پائی۔

آپ کے صاحبزادگان کے تلامذہ میں شاہ عبدالغنی مجددی عمری مہاجر مدنی (سنہ ۱۲۹۶ھ) قاضی ثناءاللہ پانی پتی (سنہ ۱۲۲۵ھ) نواب قطب الدین خان (سنہ ۱۲۸۹ھ) حاملان علم و عمل تھے۔

قاری کرم اللہ

اصل باشندہ امروہہ کے تھے۔ دہلی میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ فن قرات کے امام تھے۔ محدّث تھے۔ سلسلہ طریقت میں شاہ غلام نقشبندی کے خلیفہ تھے۔ سنہ ۱۲۸۵ھ میں وفات پائی۔

قاری کرم اللہ عن شاہ عبدالمجید دہلوی عن قاری غلام مصطفےٰ تھانیسری عن قاری عبدالملک ابن نواب حبش خان عن قاری محمد فاضل عن شیخ عبدالخالق منوفی عن شیخ شمس الدین محمد ابن اسماعیل ازہری مصری عن شیخ عبدالرحمن بن شیخ سخاوہ عن شہاب الدین احمد بن شیخ سنباطی عن شیخ سخاوہ یمنی (شیخ کا سلسلہ اسی کتاب میں لکھا جاچکا ہے)

قاری سیّد امام الدین

امروہہ کے رہنے والے تھے۔ قاری کرم اللہ کے شاگرد تھے۔ ۱۲۶۵ھ میں وفات پائی۔
قاری عبدالرحمن محدث پانی پتی ان کے خاص شاگرد تھے۔ راقم سطور کے خاندان کے ایک بزرگ حافظ احمد حسن بن قاضی جلال الدین (المتوفی ۱۸۹۰ء) انکے شاگرد تھے انہوں نے قرات سبعہ مکررہ متواترہ بقاعدہ جمع الجمع مع الضبط کی تحصیل کی تھی۔

محدث پانی پتی کے ایک شاگرد ان کے ہمنام قاری عبدالرحمن اعمیٰ تھے۔ اُن کے شاگرد مولوی لقاء اللہ پانی پتی موجود ہیں۔ ایک مخلص قومی کارکن ہیں۔ وجیہ و شکیل ہیں۔ ساٹھ برس کا سن ہے مگر اب بھی سینکڑوں میں ایک ہیں ؎

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ　　آثار پدید است صنا دید عجم را

حضرت محدث پانی پتی سے والد ماجد کے برادر عم زاد حافظ حاجی محمد ابراہیم ڈپٹی کلکٹر سیوہاروی اور والد ماجد کے برادر خالہ زاد حافظ احمد علی بن قاضی بنیاد علی سیوہاروی نے بھی استفادہ کیا تھا۔
حافظ احمد حسن سے استفادہ کیا والد ماجد کے ماموں زاد بھائی حافظ قاضی وقار علی ہنسوری مرحوم نے اور راقم سطور کے پھوپا حافظ قاضی نجم الہدیٰ نگینوی مرحوم نے اور عم مکرم حافظ حاجی نور الحسن مدظلہٗ نے (عم مکرم سے بعض سورتوں کی مشق راقم سطور نے بھی کی ہے)
حافظ نجم الہدیٰ سے بعض سورتوں کی تعلیم حاصل کی اُن کے فرزند اکبر آنریبل حافظ محمد ابراہیم بی اے ایل ایل بی علیگ سابق وزیر صوبہ یوپی نے۔

طنطاوی

علامہ طنطاوی جوہری قاہرہ مصر کے باشندے تھے۔ اس عہد میں عالم اسلام کے سب سے بڑے عالم تھے۔ کثیر التصانیف تھے۔ ان کی تفسیر الجواہر نام (۲۵) جلدوں میں ہے۔ عجیب و غریب تفسیر ہے۔ اردو زبان میں بھی اس کا ترجمہ شروع ہوا ہے۔ ۱۹۳۹ء میں وفات پائی۔
راقم سطور نے حضرت مرحوم سے تقریباً دو سال تک استفادہ کیا ہے۔ دور حاضر کے دیگر بزرگوں کا تذکرہ متفرق طور پر اس کتاب میں آچکا ہے۔

الباب الخامس فی شہادات الاقوام
علےٰ
فضل القرآن والنبیؐ والاسلام

اس باب میں غیر مسلم محققین و مورخین اور فضلا کی رائیں جمع کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی رائیں تھیں۔ جنکو میں نے بخوف طوالت چھوڑ دیا ہے۔ ہر مذہب کے فضلا کی رائیں درج ہیں۔ بعض فضلا کی رائیں کئی کئی جگہ درج ہیں اس لئے کہ انہوں نے مختلف اوقات یا مختلف مضامین اور تصانیف میں جُدا جُدا رائیں ظاہر کی ہیں۔

چونکہ رسول کریم۔ قرآن مجید، اسلام اور شریعت ان چاروں کے متعلق علیحدہ علیحدہ رائیں نقل کی ہیں اسلئے بعض فضلا کے مضامین سے جو فقرات جس مضمون کے متعلق تھے اُسی موضع پر درج کئے گئے ہیں ؎

خوشتر آن باشد کہ سرِّ دلبراں　　　گفتہ آید در حدیث دیگراں

قرآن کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں

ڈاکٹر وکٹر عمانوئیل ڈبوس

اس کتاب (قرآن) کی مدد سے عربوں نے سکندر اعظم کی اور رومیوں کی سلطنتوں سے بڑی دنیا فتح کرلی۔ فتوحات کا جو کام رومیوں سے سینکڑوں برس میں ہوا تھا۔ عربوں نے اُسے دسویں حصہ وقت میں انجام پر پہونچایا۔ اسی قرآن کی مدد سے سامی اقوام میں صرف عرب ہی یورپ میں شاہانہ حیثیت سے داخل ہوئے۔ جہاں اہل فنیشیا بطور تاجروں کے اور یہودی لوگ پناہ گزینوں اور اسیروں کی حالت میں پہونچے۔ اِن عربوں نے بنی نوع انسان کو روشنی دکھلائی۔ جبکہ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی ان عربوں نے یونان کی عقل و دانش کو زندہ کیا اور مغرب و مشرق کو فلسفہ طب اور علم ہئیت کی تعلیم دی اور موجودہ سائنس کے جنم لینے میں انہوں نے حصہ لیا۔" (رسالہ پیشوا دہلی جنوری ۱۹۳۳ء)

ڈاکٹر راڈویل

قرآن میں ایک نہایت گہری سچائی ہے۔ جو اُن الفاظ میں بیان کی گئی ہے جو باوجود مختصر ہونے

قوی اور صحیح رہنمائی اور الہامی حکمتوں سے مملو ہیں"۔ (دیباچہ قرآن)

ڈاکٹر راڈویل

قرآن نے اوّل تو جزیرہ نما عرب کے مختلف صحرائی قبیلوں کو ایک مشاہیر کی قوم میں تبدیل کر دیا اس کے بعد اُس نے اسلامی دنیا کی وہ عظیم الشان سیاسی و مذہبی جمعیتیں قائم کیں جو آج یورپ اور مشرق کے لئے ایک بڑی طاقت کا درجہ رکھتی ہیں۔ قرآن کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اس جدید علمی اور فلسفی تحریک کا آغاز کرنے والا ہے جس نے ازمنہ وسطیٰ میں بہترین دل و دماغ رکھنے والے یہودی اور عیسائیوں پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ تحقیقات سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ یورپ میں علم کے دور جدید سے کئی صدیوں پیشتر یورپ کے علما فلسفہ، ہندسہ، ہیئت اور دیگر علوم کے متعلق جو کچھ جانتے تھے وہ تقریباً سب کا سب اصلی عربی کتابوں کی لاطینی ترجموں کے ذریعہ انہیں حاصل ہوا تھا۔ قرآن ہی نے شروع میں گویا ان علوم کے حاصل کرنے کا ذوق شوق عربوں اور ان کے دوستوں میں پیدا کیا تھا (حوالہ مذکور)

یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کا جو تخیل بلحاظ صفات قدرت، علم، عام ربوبیت اور وحدانیت کے قرآن میں موجود ہے۔ اس بنا پر قرآن بہترین تعریف و توصیف کا مستحق ہے۔ قرآن سنے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کتاب کی تعلیم میں ایسے عناصر موجود ہیں جن کے ذریعہ سے زبردست اقوام اور فتوحات کرنے والی سلطنتیں بن سکتی ہیں۔ اس کی تعلیم میں وہ اصول موجود ہیں جو عملی قوتوں کا سرچشمہ ہیں۔ (حوالہ مذکور)

یہ (قرآن) تحریف سے پاک ہے (حوالہ مذکور)

"قرآن ایک عام مذہبی، تمدنی، ملکی، تجارتی، دیوانی، فوجداری وغیرہ کا ضابطہ ہے اور ہر ایک امر پر حاوی ہے۔ مذہبی عبادات سے لیکر رات دن کے کاروبار، روحانی نجات سے لیکر جسمانی صحت جماعت کے حقوق سے لیکر حقوق افراد، اخلاق سے جرائم اور دنیوی سزا سے دینی سزا و جزا وغیرہ تک کے عام احکام قرآن میں موجود ہیں اسمیں سیاسی اصول بھی ہیں جن کی بنا پر حکومت کی بنیاد پڑی۔ اور انہیں سے ملکی قوانین اخذ کئے جاتے ہیں۔ اور روزمرہ کے مقدمات جانی و مالی کا فیصلہ کیا جاتا ہے قرآن ایک بے نظیر قانون ہدایت ہے۔ اس کی تعلیمات فطرت انسانی کے مطابق ہیں" (ہسٹری آف دی رلڈ)

منجملہ اور بہت سی خوبیوں کے جن پر قرآن فخر کر سکتا ہے دو نہایت ہی عیاں ہیں ایک تو وہ موّدبانہ انداز اور عظمت جس کو قرآن خدا کا ذکر یا اشارہ کرتے ہوئے ہمیشہ مدنظر رکھتا ہے کہ وہ خدا سے خواہشات رذیلہ اور انسانی جذبات کو منسوب نہیں کرتا۔ اور دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ تمام نامہذب

ناشائستہ خیالات، حکایات اور بیانات سے بالکل منزہ ہے جو بدقسمتی سے یہودیوں کے صحائف میں عام ہیں قرآن تمام قابل انکار عیوب سے بالکل مبرا ہے۔ اس پر خفیف سے خفیف حرف گیری بھی نہیں ہو سکتی۔ اس کو شروع سے آخر تک پڑھ جاؤ مگر تہذیب کے رخساروں پر ذرا بھی جھینپ کے آثار نہیں پائے جائیں گے۔ (جان ڈیون پورٹ)

جان ڈیون پورٹ

• حضرت مسیح کے بعد دنیا کی اخلاقی حالت تباہ ہو گئی تھی۔ ہر طرف جہالت کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ ہر سمت بے چینی اور بدامنی کے شرارے بلند تھے۔ پتھروں کو قابل پرستش سمجھا جاتا تھا اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا تھا۔ ان حالات میں حضرت محمدؐ پیدا ہوئے اور ۶۱۱ء میں اُنہوں نے قرآن کی اشاعت کی۔ یہ ایک آسان اور عام فہم مذہبی قانون ہے۔ جس میں انسانی زندگی کی اصلاح کیلئے سب کچھ موجود ہے۔ اسکی ایک امتیازی شان یہ ہے کہ اسکی تعلیمات فطرت انسانی کے مطابق ہیں۔ اس مذہبی قانون نے ایک طرف روح کی اصلاح کیلئے ہدایت کی ہے اور دوسری طرف دنیوی ترقی کے بیش بہا اصول تعلیم کئے ہیں۔" (دی گریٹ ٹیچر)

جرمن فلاسفر و شاعر گوئٹے

• قرآن کی یہ حالت ہے کہ اسکی دلفریبی بتدریج فریفتہ کرتی ہے۔ پھر متعجب کرتی ہے اور آخر ش ایک رقت آمیز تحیر میں ڈال دیتی ہے۔ اسی طرح یہ کتاب تمام زمانوں میں اثر کرتی رہے گی" (مولوی رمضان ۱۳۵۲ھ)

ڈاکٹر لدولف کرہیل

• "قرآن میں عقائد اخلاق و عقائد اور ان کی بنا پر قانون کا مکمل مجموعہ موجود ہے۔"

ڈاکٹر ہٹلر

• اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے جو تمدن کا جھنڈا اڑاتا ہے جو تعلیم دیتا ہے کہ انسان جو نہ جانتا ہو اسکو سیکھے۔ جو حکم دیتا ہے کہ استقلال، استقامت، عزت نفس نہایت لازمی ہیں۔ اسکی خصوصیات میں شائستگی اور تمدن کی سب سے بڑی بنیاد ہے (ادب العرب)

موسیو سیدیو

وہ آدابِ و اصول جو فلسفہ حکمت پر قائم ہیں جنکی بنیاد عدل و انصاف پر ہے جو دنیا کو بھلائی اور انصاف کی تعلیم دیتے ہیں اُنمیں سے ایک جز بھی ایسا نہیں جو قرآن میں نہو۔ وہ اعتدال اور میانہ روی کا راستہ سکھاتا ہے۔ گمراہی سے بچاتا ہے۔ اخلاقی کمزوریوں سے نکال کر فضائل کی روشنی میں لاتا ہے

اور انسانی زندگی کے نقائص کو کمالات سے بدل دیتا ہے (ادب العرب)

برٹش انسائیکلوپیڈیا

"قرآن کے احکام مطابق عقل و حکمت واقع ہوئے ہیں۔ کہ اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے کفیل ہو سکتے ہیں۔"

مسٹر کارلائل

"میرے نزدیک قرآن کے تمام معانی میں سچائی کا جوہر موجود ہے، یہ کتاب سب سے اول اور سب سے آخر جو جو خوبیاں بیان ہو سکتی ہیں۔ اپنے میں رکھتی ہے بلکہ در اصل ہر قسم کی توصیف صرف اُسی سے ہو سکتی ہے۔"

سر ولیم میور

"ہم نہایت قوی قیاس سے کہتے ہیں کہ قرآن کی ہر ایک آیت محمد کی غیر محرف اور صحیح الفاظ میں (لائف آف محمد) یہ تو ضرور ماننا پڑے گا کہ قرآن جیسا محمد نے بیان کیا وہی کا وہی ہے اور اس میں توریت اور انجیل کی طرح تحریف نہیں ہوئی" (دیباچہ قرآن الگزینڈر)

کوئی کتاب بارہ سو برس سے ایسی نہیں کہ اسکی عبارت اتنی مدت مدید تک خالص رہی ہو (لائف آف محمد)

مسٹر اسٹین لی لین پول

قرآن کو حضرت محمد نے ایسے نازک وقت میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جبکہ ہر طرف تاریکی اور جہالت کی حکمرانی تھی۔ اخلاق انسانی کا جنازہ نکل چکا تھا۔ بت پرستی کا ہر طرف زور تھا۔ قرآن نے ان تمام گمراہیوں کو مٹایا جن کو دنیا پر چھائے ہوئے مسلسل چھ صدیاں گذر چکی تھیں۔ قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی، اصول مدنیت و علوم حقائق سکھلائے۔ ظالموں کو رحم دل اور وحشیوں کو پرہیزگار بنایا۔ اگر یہ کتاب شائع نہ ہوتی تو انسانی اخلاق تباہ ہو جاتے۔ اور دنیا کے باشندے برائے نام انسان رہجاتے (گلنسز آف ہولی قرآن)

کاؤنٹ ٹالسٹائی

یہ کتاب (قرآن) عالم انسانی کے لئے ایک بہترین راہبر ہے اس میں تہذیب ہے، شائستگی ہے، تمدن ہے۔ معاشرت ہے، اور اخلاق کی اصلاح کیلئے ہدایت ہے اگر صرف یہ کتاب دنیا کے سامنے ہوتی اور کوئی ریفارمر پیدا نہ ہوتا تو یہ عالم انسانی کی رہنمائی کے لئے کافی تھی۔ ان فائدوں کے ساتھ ہی جب ہم اسباب پر غور کرتے ہیں کہ یہ کتاب ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی تھی جبکہ ہر طرف

آتش فساد کے شرارے بلند تھے۔ خوں خواری اور ڈاکہ زنی کی تحریک جاری تھی۔ اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا تھا۔ اس کتاب نے ان تمام گمراہیوں کا خاتمہ کیا (دی لائٹ آف ریلیجن)

مسٹر طامس کارلایل

قرآن ایک آسان اور عام فہم مذہبی کتاب ہے۔ یہ کتاب ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی جبکہ طرح طرح کی گمراہیاں مغرب سے مشرق اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہوئی تھیں۔ انسانیت شرافت تہذیب و تمدن کا نام مٹ چکا تھا۔ ہر طرف بے حسی اور بداسنی نظر آتی تھی اور نفس پروری کی ظلمتوں کا طوفان امنڈ آیا تھا۔ قرآن نے اپنی تعلیمات سے امن و سکون اور محبت کے جذبات پیدا کئے۔ بےحیائی کی ظلمتیں کافور ہوگئیں اور ظلم و ستم کا بازار سرد پڑ گیا۔ ہزاروں گمراہ راہ راست پر آ گئے اور بے شمار وحشی شائستہ بن گئے۔ اس کتاب نے دنیا کی کایا پلٹ دی، اس نے جاہلوں کو عالم، ظالموں کو رحم دل اور عیش پرستوں کو پرہیز گار بنادیا (دی پاپولر ریلیجن آف دی ورلڈ)

پروفیسر ہربرٹ وایل

قرآن جو اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش ہوا جبکہ طرف جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ زمین پر کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں نیکیوں کا رواج ہو اور کوئی جماعت ایسی نہ تھی جو سیدھے راستہ پر چلتی ہو۔ قرآن نے عالم انسانیت کی زبردست اصلاح کی اور وحشیوں کو انسان کامل بنادیا۔ جن اشخاص نے اس کے مضامین پر غور کیا ہے وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ایک مکمل قانون ہدایت ہے۔ انسانی زندگی کی کوئی سی شاخ لے لیجئے۔ ناممکن ہے کہ اس شعبہ میں اسکی تعلیمات رہنمائی نہ کرتی ہوں۔ میرا یہ خیال ہے کہ اگر اسکی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک سمجھدار آدمی بہت وقت دنیاوی اور روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر ان اخلاق کو لے لیجئے جو شرف انسانیت ہیں مثلاً راستبازی پرہیزگاری، رحم و کرم، عفت و عصمت تو قرآن میں یہ سب ہدایتیں موجود ہیں اور اگر ان اخلاق کو لیجئے جن کا تعلق دنیاوی ترقی سے ہے مثلاً محبت و شفقت، عزم و استقلال، جرأت و شجاعت تو ان ہدایتوں سے بھی قرآن معمور ہے بہرکیف وہ ایک حیرت انگیز قانون ہدایت ہے (الکچران اسلام)

ڈاکٹر فرک مورخ جرمنی

"قرآن کی عبارت کیسی فصیح و بلیغ اور مضامین کیسے عالی و لطیف ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ناصح ایسی نصیحت کر رہا ہے اور ایک حکیم فلسفی حکمت الٰہی بیان کر رہا ہے۔"

ڈاکٹر سیل

قرآن انتہائی لطیف و پاکیزہ زبان میں ہے۔ اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اسکی مثل نہیں لاسکتا۔ یہ لازوال معجزہ ہے جو مردہ زندہ کرنے سے بہتر ہے۔

ڈاکٹر موریس فرانسیس

یہ کتاب (قرآن) تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کیلئے جو کتابیں طیار کی ہیں ان سب میں بہترین کتاب ہے۔ اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے متعلق فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے۔ قرآن علماء کے لئے ایک علمی کتاب، شائقین علم لغت کے لئے ذخیرۂ لغات، شعرا کے لئے عروض کا مجموعہ اور شرائع و قوانین کا عام انسائیکلوپیڈیا ہے۔ ان کی یہ کتاب ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہان سے بے نیاز کئے ہوئے ہے یہ بات واقعی ہے اور اسکی واقعیت کی بڑی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشاپردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اسکے عجائبات روز بروز نئے نئے نکلتے ہیں۔ اور اسکے اسرار کبھی ختم نہیں ہوتے۔
(لاباروال)

نیر ایسٹ لندن

قرآن ایک محیر العقول معجز نما صحیفہ ہے (اپریل ۱۹۲۲ء)

ایک مسیحی نامہ نگار

مسلمان جب قرآن و حدیث پر غور کرے گا تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اسمیں پائیگا۔
(معجزات اسلام ص۳۵ بحوالہ مصری اخبار وطن)

ڈاکٹر سموئیل جانسن

قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر اور ہر زمانے کیلئے اسقدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کرلیتی ہیں۔ اور وہ محلوں، ریگستانوں اور شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا پھرتا ہے۔

ڈاکٹر آرنلڈ

اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں۔ (پریکنگ آف اسلام)

ڈاکٹر گاڈفری ہگنس

قرآن میں یہ عجیب خوبی ہے کہ وہ غریبوں کا دوست اور غمخوار ہے۔ (میزان التحقیق ص۶۳)

ڈاکٹر لیبان

"قرآن کی فصاحت و بلاغت روز نئے مسلمان پیدا کر لیتی تھی" (تمدن عرب)

پروفیسر ایڈورڈ مونٹے

قرآن وہ کتاب ہے جس میں مسئلہ توحید ایسی پاکیزگی اور نفاست اور جلال و جبروت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے سوا کسی مذہب میں نہیں۔ (باطل شکن ص۱۳۱)

پروفیسر ڈیوزٹ

ہم پر واجب ہے کہ ہم اس امر کا اعتراف کریں کہ علوم طبیہ، فلکیہ، فلسفہ، ریاضیات وغیرہ جو قرون وسطیٰ میں یورپ تک پہنچے وہ قرآن سے مقتبس ہیں اور اسلام کی بدولت ہیں (صوت الحجاز ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ)

آنحضرت باوجودیکہ اُمّی تھے۔ اور لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے۔ ایک ہی وقت میں تین عظیم مقاصد یعنی قومیت، دیانت، شہنشاہیت کی بنیاد ڈالی۔ اس کے علاوہ ایک ایسی کتاب دنیا کے سامنے پیش کی جو بلاغت کا ایک زبردست نشان، شریعت کا ایک واجب العمل دستور اور دین و عبادات کا قابل اذعان قرآن ہے۔ یہ وہ مقدس کتاب ہے جو اس وقت دنیا کے ½ حصہ میں معتبر اور مسلّم سمجھی جاتی ہے۔ اور اس کی انشاء و حکمت کو معجز نما مانا جاتا ہے (قرآن ایک معجز نما کتاب ہے۔ حصہ اول ص۱۳ بحوالہ لائف آف محمد الکس لوازن)

ڈاکٹر جے جی بول

تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم اپنی خوبیوں کے لحاظ سے ایک حیرت انگیز کتاب ہے اور گذشتہ سالوں میں میں نے غور سے جو اس کا مطالعہ کیا تو اس کی بلاغت الفاظ کی شان و شوکت اور معانی سے حیران رہ گیا۔ (حوالہ مذکور ص۳۵)

قرآن کی زبان بلحاظ لغت عرب نہایت فصیح ہے اس کی انشائی خوبیوں نے اس کو اب تک بے مثل و بے نظیر ثابت کیا ہے۔ اس کے احکام اس قدر مطابق عقل و حکمت ہیں کہ اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرنے کیلئے کفیل ہو سکتے ہیں۔ (پاپولر انسائیکلوپیڈیا)

قرآن کے متعلق یہودی فضلا کی رائیں

یہودی فاضل ڈاکٹر ہاروز

قرآن ایک فصیح و بلیغ عجیب و غریب کتاب ہے۔ جو سرچشمہ علوم اخلاق ہے۔ حضرت محمد کی سیدھی سادی زندگی اور حسن سلوک نے اشاعت اسلام میں بڑا کام کیا۔ (تقریرین ص۲۷)

قرآن کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں

رام دیو ایم اے پرنسپل گروکل کانگڑی

قرآن کی بھاشا بہت سندر ہے۔ اسمیں فصاحت بلاغت بھری ہے اس سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ قرآن کے اندر کئی باتیں بہت اچھی ہیں۔ قرآن کی توحید میں کسی کو شک نہیں صاف بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے، عرب کے اندر عورتوں کا کوئی درجہ نہ تھا۔ محمد صاحب نے عورتوں کے حقوق قایم کئے۔ (پرکاش فروری ۲۷ء)

پروفیسر دویجا داس

قرآن ایسا جامع اور روح افزا پیام ہے کہ ہندو دھرم اور مسیحیت کی کتابیں اس کے مقابلہ میں بمشکل کوئی بیان پیش کرسکتی ہیں (معجزات اسلام ص۱)

گاندھی جی

مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرہ بھر تامل نہیں (معجزات اسلام بحوالہ ینگ انڈیا)

پھوبندر ناتھ باسو

حقیقی جمہوریت کا ولولہ، رواداری، مساوات کی خوبیاں اس نے (قرآن نے) دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلا دیں (باطل شکن ص۲۶)

لالہ لاجپت رائے

میں قرآن کی معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی تعلیم کا سچے دل سے مداح ہوں (رسالہ مولوی رمضان ۵۲ھ ص۱۲)

رابندرناتھ ٹیگور

وہ وقت دور نہیں جبکہ قرآن اپنی مسلمہ صداقتوں اور روحانی کرشموں سے سبکو اپنے اندر جذب کرے گا وہ دن بھی دور نہیں جبکہ اسلام ہندو مذہب پر غالب آجائے گا اور ہندوستان میں ایک ہی مذہب ہوگا (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر وینو گوپال راؤ نائڈو ایل ایم ایس تنالی

قرآن کے الہامی کتاب ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ ایک ان پڑھ اور اسی کی زبان سے دنیا کے بہترین لٹریچر میں ایک زبردست پیغام کا نکلنا ہی اسکی صداقت کا کافی ثبوت ہے۔ (ایمان جون ۳۶ء)

پنڈت شانتارام بی اے پروفیسر اندرا کالج بمبئی

اس کی (قرآن کی) تعلیمات نہایت آسان عام فہم اور انسان کی فطرت کی مطابق ہیں۔ ایک ہٹ دہرم بھی اسکی تعلیمات میں کوئی عیب نہیں بتلا سکتا جو انسانی تہذیب کے اسٹنڈرڈ سے گرا ہوا ہو

(محمد صاحب جیون چرتر)

پنڈت چمپوپتی ایم اے پروفیسر گروکل کانگڑی

حضرت محمد کے دل کی آواز قرآن کی آیات ہیں۔ حضرت کی پاک اولوالعزمیوں کا صحیح اندازہ لگانے کیلئے حضرت کی کتاب کی شعلہ بیانیوں سے اُن کے زندہ پیغام کو اخذ کرنا ضروری ہے

(مولوی ربیع الاول ۱۳۵۵ھ)

قرآن کے متعلق بُدھ مذہب کے فضلا کی رائیں

بُدھ عالم چینی لیڈر مسٹر فن چن

پیغمبر عرب نے جو تعلیمات دنیائے انسانیت کے سامنے پیش کی ہیں وہ روحانی اور مادی ہر دو اقسام کی ریاضتوں کو اپنی اپنی جگہ ٹھکانے سے رکھنے والی اور دونوں کے درمیان بہترین تعاون قایم رکھنے والی ہیں (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

قرآن کے متعلق سکھ فضلا کی رائیں

گرو نانک صاحب

(۱) پت ان پوجامت دن منجم جب دن کا ہے جبنیو نا دہو دہوتا ک چڑاؤ سچ دن سوج نہ ہوئے
کل پران کتب قرآن پوتھی پنڈے رہے پران

یعنی پوجا پاٹ کام نہیں دے سکتی۔ چھوت چھات بیکار ہے۔ جنیوا شنان ماتھے پر تلک لگانا کچھ کام نہ آئے گا۔ اگر کوئی کتاب کام آئے گی تو وہ قرآن ہے جسکے آگے پوتھی پُران کچھ بھی نہیں۔

(معجزات اسلام ص۱۱ بحوالہ گرنتھ صاحب)

(۲) رہی کتاب ایمان دی سچی کتاب قرآن۔ یعنی ایمان کی کتاب قرآن ہے (جنم ساکھی بھائی بالا)

(۳) توریت انجیل زبور ترے سن دیکھے وید ؛ رہے قرآن کتاب کل جگ میں پرمار

یعنی توریت انجیل زبور وید سب دیکھے مگر نجات کی کتاب قرآن ہی ہے (حوالہ مذکور)

(۴) بھتے حرت قرآن دے لکھے سیپارے کیں ؛ تس وچ نصیحتاں سن کر یقین

یعنی قرآن کے تیس سیپارے ہیں جنمیں نصیحتیں ہیں۔ اُن پر یقین کر (جنم ساکھی کلاں نوشتہ گرو انگد جی)

(۵) تیری کنتاں بھالیاں ترے سو دہے بھید ؛ توریت زبور انجیل ترسے پڑھے سن دیٹھے وید

رہیا قرآن کیتھڑے کل جگ میں پروان ؛ مطلب وو دھلا پایا ہندو مسلمان

ناتھے گوتری ترمینوں روزہ نماز ؛ علاں باجھوں مُوسنو دوزخ دلی نماز

یعنی ہندو مسلمان سب نے توریت زبور انجیل وید سب ڈھونڈ ڈالے مگر مقصد ہاتھ نہ آیا۔ البتہ قرآن پر عمل کی صورت میں مقصد ملا ہے۔ نماز روزہ اور عمل کے بغیر دوزخ نصیب ہوگا۔

(معجزات اسلام ص۴ بحوالہ لکے دی ساکھی)

قرآن کے متعلق پارسی فضلا کی رائیں

پارسی فاضل فیروز شاہ ایم اے۔ اُڈیٹر جام جمشید

جہاں اس کتاب (قرآن) کی سب سے پہلے اشاعت ہوئی وہ مُلک ساری دنیا سے زیادہ خراب حالت میں تھا۔ اسکی عام فہم تعلیمات نے دنیا کی کایا پلٹ دی اور انصاف و تہذیب کی روشنی پھیل گئی۔

(مذہب کی روشنی)

عُلماء مذہب عیسوی کی رائیں

پادری وال رمیس ڈلی ڈی

قرآن کا مذہب امن و سلامتی کا مذہب ہے (باطل شکن ص۲۰)

ریورینڈ آر میکینویل کنگ

دنیائے الہام میں اگر الہام کوئی شے ہے۔ اور وہ اپنے مکمل وجود میں موجود ہے تو قرآن ضرور الہامی کتاب ہے۔ (باطل شکن ص۲۰)

ریورینڈ بوسوتھ اسمتھ

ہادی عرب کو ایک ساتھ تین چیزوں کے قایم کرنے کا مبارک موقع ملا۔ وطنیت، اصلاح اعمال مذہب۔ تاریخی دنیا میں اس قسم کی کوئی دوسری مثال نہیں دکھائی جاسکتی (محمد اور محمدن ازم)

ریورینڈ جارج

حضرت اسمٰعیل کی نسل سے حضرت محمد پیدا ہوئے آپ کی شان میں بڑی بات بائبل مقدس میں لکھی ہوئی ہے کہ اس قوم کی بزرگی ہے جسمیں حضرت محمد پیدا ہوں گے حضرت اسحاق کی نسل سے یسوع مسیح

پیدا ہوں گے (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

رسول کریم کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں

ڈاکٹر ڈی رائٹ

محمد اپنی ذات اور قوم کیلئے نہیں بلکہ دنیائے ارضی کیلئے ابرِ رحمت تھا۔ تاریخ میں کسی ایسے شخص کی مثال موجود نہیں جس نے احکام خداوندی کو اس مستحسن طریقہ سے انجام دیا ہو (اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا فروری ۱۹۲۰ء)

مسز اینی بسنٹ

حضور پیغمبر اسلام کی زندگی زمانہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکتی ہے۔ اور تاریخ روزگار شاہد ہے کہ وہ لوگ جو حضور پر حملہ کرنے کے خوگر ہیں جہل مرکب میں مبتلا ہیں۔ حضور کی زندگی سادگی شجاعت اور راست کی تصویر تھی (قاسم العلوم ربیع الاول ۱۳۵۳ھ ہجری)

ڈاکٹر اینڈر برمنگھم

مجھ کو کسی وقت یہ خیال بھی نہ ہوا کہ اسلام کی ترقی تلوار کی مرہون منت ہے بلکہ اسلام کی کامیابی رسول اللہ کی سادہ، بے لوث، ایفائے وعدہ، اصحاب و پیروؤں کی غیر معمولی حمایت توکل بخدا اور ذاتی جرأت و استقلال سے وابستہ ہے۔ نبی کا کام کبھی آسان نہیں ہوتا، اچھے اور دور رس طریقوں کا وضع کرنا جتنا آسان ہے لیکن اُن پر عمل کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ اور پھر جبکہ یہ عظیم الشان کام اپنے ہی خاندان اور قبیلے سے شروع کرنا ہو جس کے لوگ آپکی زندگی کی کمزوریوں سے بھی واقف ہوتے ہیں لیکن محمد نے کام شروع کردیا تھا حالانکہ وہ اپنا نام بھی نہیں لکھ سکتے تھے۔ تاہم انہوں نے اس امر میں رہنمائی کی جو انسان کی زندگی میں سب سے زیادہ اہم ہے یعنی بندے اور خدا کے تعلقات (ڈاکٹر لین پول)

اگر محمد سچے نبی نہ تھے تو پھر کوئی نبی دنیا میں برحق آیا ہی نہیں (ہسٹری آف دی مورش ایمپائر یورپ)

مسز اینی بسنٹ نے اپنے لکچر میں رسول کریم کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا۔

جو شخص ایسے ملک میں پیدا ہو جس کا میں نے تذکرہ کیا جس کو ایسے لوگوں سے پالا پڑا جن کے ناگفتہ بہ حالات کا نقشہ کھینچا ہے اور جس نے اُن کو مہذب ترین مخلوق اور متقی بنا دیا ہو۔ ہو نہیں سکتا کہ وہ خدا کا رسول نہ ہو (مدینہ جولائی ۱۹۲۳ء)

کونٹ ٹالسٹائی

حضرت محمد متواضع، خلیق اور روشن فکر اور صاحب بصیرت تھے۔ لوگوں سے عمدہ معاملہ رکھتے تھے۔ آپ مدۃ العمر پاکیزہ خصائل رہے۔ (حوالہ مذکور)

سر ولیم میور

اپنی تصنیف محمد کے بارے میں اُن کے چال چلن کی عصمت اور اُن کے اطوار کی پاکیزگی پر جو اہل مکہ میں کمیاب تھی متفق ہیں (لائف آف محمد)

ایس۔ایچ لیڈر

جب آپ بوڑھے ہو گئے تو محض رقت قلب کی وجہ سے جو آپ کو خاص طور پر عطا کی گئی تھی آپ کو کئی بیویوں کو محض اُن کی حالت پر رحم کرنے کیلئے اپنے ازواج میں داخل کرنا پڑا (مدینہ جولائی ۳۳ء)

میجر آرتھر گلن موزنڈ

حضرت محمد بلاشبہ اپنے عصر مقدس میں ارواح طیبہ میں سے تھے۔ وہ صرف مقتدر رہنما ہی نہ تھے بلکہ تخلیق دنیا سے اس وقت تک جتنے صادق سے صادق اور مخلص سے مخلص پیغمبر آئے، ان سب سے بھی ممتاز رتبہ کے مالک تھے۔ (استقلال دیوبند فروری سنہ۱۹۲۶ء)

میجر آرتھر گلن لیونارڈ

حضرت محمد نہایت عظیم المرتبہ انسان تھے۔ حضرت محمد ایک مفکر اور ایک معمار تھے۔ انہوں نے صرف اپنے زمانہ کے حالات کے مقابلہ کی فکر نہیں کی اور جو تعمیر کی وہ اپنے ہی زمانہ کے لئے نہیں کی بلکہ رہتی دنیا تک کے مسائل کو سوچا اور جو تعمیر کی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کی (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر جی دیل

آپ کی (رسول کریم کی) خوش اخلاقی، فیاضی، رحم دلی محدود نہ تھی

مسٹر ایڈورڈ مونیٹے

آپ نے سوسائٹی کے تزکیہ اور اعمال کی تطہیر کیلئے جو اُسوہ حسنہ پیش کیا ہے وہ آپ کو انسانیت کا محسن اول قرار دیتا ہے۔

کونٹ ٹالسٹائی

اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کہ محمد ایک عظیم المرتبہ مصلح تھے۔ جنہوں نے انسانوں کی خدمت کی۔ آپ کے لئے یہی فخر کیا کم ہے کہ آپ اُمت کو نور حق کی طرف لے گئے۔ اور اسے اس قابل بنا دیا

کہ وہ امن و سلامتی کی دلدادہ ہو جائے۔ زہد و تقویٰ کی زندگی کو ترجیح دینے لگے، آپ نے اسے انسانی خونریزی سے منع فرمایا۔ اس کے لئے حقیقی تمدن و ترقی کی راہیں کھول دیں۔ اور یہ ایک ایسا عظیم الشان کام ہے جو اس شخص سے انجام پا سکتا ہے جس کے ساتھ کوئی مخفی قوت ہو اور ایسا شخص یقیناً عام اکرام و احترام کا مستحق ہے (حمایت اسلام لاہور جولائی ۱۹۲۵ء)

ایس مارگولیوتھ

آنحضرت کی دردمندی کا دائرہ انسان ہی تک محدود نہ تھا۔ بلکہ جانوروں پر بھی ظلم و ستم توڑنے کو بہت برا کہا ہے۔

کرنل سائکس

کوئی شخص آپ کی خلوص نیت سادگی اور رحم و کرم کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ڈاکٹر ای۔ اے فریمن

اسمیں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد بڑے پکے اور سچے راست باز اور ریفارمر تھے (معجزات اسلام ص ۹۶)

مسٹر سار مستشرق

قرون وسطیٰ میں جب کہ تمام یورپ میں جہل کی موجیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں عربستان کے ایک شہر سے نیر تاباں کا ظہور ہوا جس نے اپنی ضیا باریوں سے علم و ہنر اور ہدایت کے چھلکتے ہوئے نوری دریا بہا دئے۔ اسی کا طفیل ہے کہ یورپ کو عربوں کے توسط سے یونانیوں کے علوم اور فلسفے نصیب ہو سکے (صوت الحجاز ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ)

رسول کریم صلعم کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں

ڈاکٹر بدھ ویر سنگھ دہلوی

محمد صاحب ایک نیک ہستی تھے۔ اس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر جن کے عقیدہ کے لحاظ سے حضرت ایک پیغمبر تھے دوسرے لوگوں کے لئے محمد صاحب کی سوانح عمری ایک نہایت ہی دل بڑھانے والی اور سبق آموز ثابت ہوئی ہے (رسالہ مولوی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

بابو جگل کشور کھنہ بی۔ اے۔ ایل ایل بی

حضرت محمد کی لائف اور آپ کی تعلیم کی بنیادی چیزوں کو دیکھکر ہر شخص آسانی سے اس نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے کہ حضرت محمد نے دنیا پر بہت کچھ احسانات کئے ہیں۔ اور دنیا نے بہت کچھ آپ کی تعلیمات

سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ صرف ملک عرب ہی پر حضرت محمد صاحب کے احسانات نہیں بلکہ آپ کا فیض تعلیم و ہدایت دنیا کے ہر گوشہ میں پہونچا۔ غلامی کے خلاف سب سے پہلی آواز حضرت محمد نے بلند کی، اور غلاموں کے بارے میں ایسے احکام جاری کئے۔ کہ اُن کے حقوق بھائیوں کی برابر کر دیئے۔ آپ نے عورتوں اور استریوں کے درجہ کو بلند کر دیا۔ سود کو قطعیؔ حرام کر کے سرمایہ داری کی جڑ پر ایسا کلہاڑا مارا کہ اس کے بعد سے پھر یہ درخت اچھی طرح پھل پھول نہ سکا۔ سود خواری ہمیشہ دنیا کے لئے ایک لعنت رہی ہے۔ مساوات کی طرف ایسا عملی قدم اُٹھایا کہ اس سے قبل دنیا اس سے بالکل نا آشنا اور ناواقف تھی۔ حضرت محمد صاحب نے نہایت پُرزور طریقہ سے توہمات کے خلاف جہاد کیا۔ اور نہ صرف اپنے پیروؤں کے اندر سے اس کی بیخ و بنیاد اکھاڑ کر پھینک دی بلکہ دنیا کو ایک ایسی روشنی عطا کی کہ توہمات کے بھیانک چہرے اور اسکی ہیئت خدوخال سب کو نظر آ گئے

(حوالہ مذکور)

بی۔ایس اندرا ہوشیار پوری

حضرت محمد صاحب کو جتنا ستایا گیا اتنا کسی ہادی اور پیغمبر کو نہیں ستایا گیا۔ ایسی حالت میں کیوں نہ محمد صاحب کی رحمدلی اور شفقت اور مروت علی المخلوق کی داد دوں جنہوں نے خود تو ظلم و ستم کے پہاڑ اپنے سر پر اُٹھا لئے مگر اپنے ستانے والے اور دُکھ دینے والوں کو اُف تک بھی نہ کہا بلکہ اُن کے حق میں دُعائیں مانگیں اور طاقت و اقتدار حاصل ہو جانے پر بھی اُن سے کوئی انتقام نہیں لیا، بانیان مذاہب میں سے سب سے زیادہ ناانصافی اور ظلم اگر کسی پر کیا گیا ہے تو بانئ اسلام پر۔ اور کوشش کی گئی ہے کہ پیغمبر اسلام کو ایک خونخوار اور بیرحم انسان دکھلایا جائے۔ اور خواہ مخواہ دوسروں کو اُن سے نفرت دلائی جائے۔ اس کا بڑا سبب یہ ہوا ہے کہ محمد کی لائف پر تنقید کرنے والوں نے اسلامی تاریخ اور بانئ اسلام کی سیرت کا صحیح طور پر مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ بلکہ سُنی سُنائی اور بے بنیاد باتوں کو سرمایہ بنا کر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی اگر وہ اسلامی روایات کو سمجھ لیتے اور سچائی کے اظہار کیلئے اپنے اندر کوئی جرأت و ہمت پاتے تو وہ یقیناً اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتے (حوالہ مذکور)

کملا دیوی بی۔اے بمبئی

اے عرب کے مہاپرش آپ وہ ہیں جن کی شکشا سے مورتی پوجا مٹ گئی اور ایشور کی بھگتی کا دھیان پیدا ہوا۔ بیشک آپ نے دھرم سیوکوں میں وہ بات پیدا کر دی کہ ایک ہی سمے کے اندر وہ جرنیل کمانڈر اور چیف جسٹس بھی تھے۔ اور آتما کے سُدھار کا کام بھی کرتے تھے۔ آپ نے

عورت کی مٹی ہوئی عزت کو بچایا۔ اور اُس کے حقوق مقرر کئے۔ آپ نے اس دُکھ بھری دنیا میں شانتی اور امن کا پرچار کیا۔ اور امیر غریب سبکو ایک سبھا میں جمع کیا۔ (اخبار الامان دہلی ۱۱ جولائی ۱۹۳۴ء)

سوشیلا بائی

حضرت محمد صاحب نے ایک سے زیادہ ایسے کام کئے ہیں جن کی بدولت کمزوروں اور بیکسوں کو اُبھرنے اور ترقی کرنے کا موقع مل گیا۔ ایک فرقہ جس کی حالت قابل رحم تھی عورتوں کا تھا، عورتوں کی حالت کچھ غلاموں سے بھی گئی گذری تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مرد ان غریب عورتوں کو انسان ہی نہ سمجھتے تھے۔ محمد صاحب نے (خدا اُن کی روح کو تسکین دے) لوگوں کو بتایا کہ مرد اور عورت انسانی جنس کے دو برابر کے حصے ہیں اور مرد عورت کی، عورت مرد کی زینت ہے (حوالہ مذکور)

گاندھی جی

جبکہ مغرب قعر جہالت میں پڑا تھا تو مشرق کے آسمان سے ایک درخشاں ستارہ طلوع ہوا اور تمام مضطرب دنیا کو راحت اور روشنی بخشی۔ (حوالہ مذکور)

موتی لال ماتھر ایم اے

پیغمبر اسلام نے توحید کی ایسی تعلیم دی جس سے ہر قسم کے باطل عقائد کی بنیادیں ہل گئیں (رسالہ مولوی دہلی۔ ربیع الاول ۱۳۵۱ ہجری)

مفسر راز حیات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تاریخ عالم کے تمام صفحات زندگی کی اسقدر صحیح تفسیر کرنے والی دوسری شخصیت عظمیٰ کے بیان سے خالی ہے، وہ کونسی اذیتیں تھیں جو کفرستان عرب کے کافروں نے اپنے عقائد باطلہ کی حفاظت کیلئے اس بت شکن پیغمبر کو نہیں دیں، وہ کونسے انسانیت سوز مظالم تھے جو عرب کے درندوں نے اس رحم و ہمدردی کے مجسمہ پر نہیں توڑے، وہ کونسے زہرہ گداز ستم تھے جو جہالت کے گہوارے میں پلنے والی قوم نے اپنے اس سچے ہادی پر روا نہیں رکھے مگر انسانیت کے اس محسن اعظم کے زبان فیض ترجمان سے بجائے بددعا کے دُعا ہی نکلی۔ غیر مسلم مورخوں اور مصنفوں کی جنہوں نے قسم کھالی ہے کہ قلم ہاتھ میں لیتے وقت عقل کو چھٹی دیدیا کریں گے اور آنکھوں پر تعصب کی ٹھیکری رکھکر ہر واقعہ کو اپنی کج فہمی اور کج نگاہی کے رنگ میں رنگ کر دنیا کے سامنے پیش کریں گے، آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں اور اُن کے گستاخ اور کج رقم قلموں کو اعتراف کرتے ہی بنتی ہے کہ واقعی اس نفس کش پیغمبر نے جس شانِ استغنار سے دولت، عزت، شہرت اور حُسن کے طلسمی طاقتوں کو اپنے اصول پر قربان کیا وہ ہر کس وناکس کا کام نہیں۔ عرب کے سربرآوردہ بزرگوں نے

اپنے عقاید۔ طلہ کی حفاظت کیلئے اس آفتاب حقانیت کے سامنے جس کی ہر کرن کفر سوز تھی ایک دوسرے سے بالکل متضاد اور مخالف راستے رکھدیئے اور ان کو اختیار دیدیا گیا کہ ان میں سے اپنی حسب مرضی جو راستہ چاہیں منتخب کرلیں۔ ایک طرف ریگستان عرب کی حسین سے حسین عورتیں، دولت کے لنبار عزت وشہرت کی دستار قدموں پر نثار کرنے کو تیار تھیں۔ اور دوسری طرف ذرہ ذرہ مخالفت کے طوفان اُٹھا رہا تھا۔ قتل کی دھمکیاں دی جاتی تھیں آوازے کسے جاتے تھے۔ نجاستیں پھینکی جاتی تھیں۔ راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تھے۔ تاریخ عالم اس حقیقت غیر مشتبہ پر شاہد عادل ہے کہ اس کے اوراق کو تزکیۂ نفس کے ایسے نقید المثال مظاہرہ کا بیان کبھی میسر نہیں ہوا۔ اس حق کوش پیغمبر کو جس کا مدعا نفس پروری سے کوسوں دور تھا۔ دولت کی جھنکار اپنی طرف متوجہ نکر سکی شہرت کی طلسمی طاقت اُس کے دل کو فریب دے سکی حسن اپنی تمام دل آویزیوں کے ساتھ نظر التفات سے محروم رہا۔ اُنہوں نے بلا تأمل فیصلہ کن لہجے میں کہدیا کہ اگر آپ لوگ چاند اور سورج کو بھی میری گود میں لاکر ڈال دیں تو بھی میں تبلیغ حق سے باز نہ آؤں گا (سُوامی لکشمن رائے روڑی ضلع حصار منقول از اخبار صحیفہ حیدرآباد دکن نومبر ۱۹۳۲ء بحوالہ زمیندار لاہور)

جس وقت بھارت ورش میں مذہبی کمزوری اپنا پاؤں جارہی تھی۔ اُس وقت عرب کے ریگستان میں ایک مہان پرش ایک عجیب و غریب وحدانیت کی تعلیم دے رہا تھا۔ مہرشی سوامی دیانند اور اُن کا مصنفہ لالہ لاجپت رائے)

پنڈت وشنو نراین نے دوران تقریر میں کہا۔ کہ

دولت وعزت وجاہ وحشمت کی خواہش سے آنحضرت نے اسلام کی بنیاد نہیں ڈالی۔ شاہی تاج اُن کے نزدیک ایک ذلیل و حقیر شے تھی۔ تخت شاہی کو آپ ٹھکراتے تھے۔ دنیاوی وجاہت کے بھوکے نہ تھے اُن کی زندگی کا مقصد تو موت اور حیات کے متعلق اہم زاویوں کا پرچار تھا۔ (مدینہ جولائی ۱۹۳۲ء)

مہاشے منوہر سہائے

آپ کو مال و دولت کے جمع کرنے یا امیر درئیس بننے کی خواہش نہیں تھی بلکہ آپ نہایت درجہ سادگی پسند اور منکسر المزاج شخص تھے۔ جس وقت آپ کا انتقال ہوا تو موجودہ شاہ عرب ہونے کے باوجود آپ کے پاس مال و زر نہ تھا، نہ جائداد تھی نہ ذاتی ریاست بلکہ اسوقت بھی معمولی حیثیت رکھتے تھے یہ وہ باتیں ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ دنیوی خواہشات کیلئے حضرت محمد صاحب نے کچھ بھی نہیں کیا، بلکہ جو کچھ کیا خدا کے حکم سے کیا اور خلوص کے ساتھ کیا۔ (حوالہ مذکور)

سوامی برج نراین سنیاسی

پیغمبر اسلام نے ایک جنگ بھی جارحانہ نہیں کی بلکہ ہر ایک موقع پر مدافعانہ لڑائی لڑنے پر آپ کو مجبور کیا گیا (حوالۂ مذکور)

لالہ مہر چند لدھیانوی

بانیٔ اسلام نے دشمنوں کی زبان سے اور اُن کے ہاتھوں سے وہ ظلم برداشت کئے جن پر کمزور سے کمزور آدمی بھی بگڑ کھڑا ہوتا ہے مگر بانیٔ اسلام نے استعداد مقابلہ اور طاقت کے باوجود کبھی جواب میں زبان ہلانا یا ہاتھ اُٹھانا پسند نہیں کیا۔ مگر افسوس کہ آپ کے دشمنوں کی زیادتی حد سے گذری جارہی تھی۔ اور اندیشہ تھا کہ ظالم ان کے مددگاروں کی قلیل جماعت کو کچل ڈالیں۔ آخر رحم مجسم نبیؐ جس کو خدا نے دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تھا، اس امر پر مجبور ہو گیا کہ تلوار کے ذریعہ سے اپنے لوگوں کی حفاظت کرے۔ اور یہ ایک ایسا آخری فیصلہ تھا کہ جس کے سوا اپنے گروہ کے بچاؤ کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی۔ ہر چند کہ بانیٔ اسلام کی ذات والا صفات سراپا رحم و شفقت تھی اور اگر بانیٔ اسلام کے بس میں ہوتا تو سرزمین عرب میں خون کا ایک قطرہ بھی گرنے نہ پاتا۔ غرض جو لڑائیاں ہوئیں نہایت مجبوری کی حالت میں ہوئیں (حوالہ مذکور)

لالہ سرداری لال

زمانہ جاہلیت کی زہریلی آب و ہوا اور ایسے ہلاکت خیز ماحول میں ایک شخص پرورش پاکر جوان ہوتا ہے اور اسکی یہ حالت ہے کہ اُس کے مقدس ہاتھوں نے کبھی شراب کو نہیں چھوا۔ اُوسکی پاک نگاہ کبھی نسوانی حسن و جمال کی دلفریبیوں کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ وہ کبھی قتل و غارت میں شریک نہیں ہوا۔ کبھی کسی کو بُرا نہیں کہا۔ کسی کی دل آزاری نہیں کی۔ اُس نے کبھی قمار بازی میں حصہ نہیں لیا اور لوگ جن گناہوں میں مُبتلا تھے ان میں سے ایک بھی اُس نے اختیار نہیں کیا۔ (حوالہ مذکور)

حکم چند کماری، بی اے

عالم شباب میں آپ کی یہ حالت تھی کہ آپ تازہ شادی کے بعد کئی کئی روز تک گھر سے غیر حاضر رہکر تزکیۂ نفس اور ریاضت کشی میں مشغول رہتے تھے۔ بی بی عائشہ صدیقہ کے سوا جتنی عورتیں آپ کے عقد میں آئیں سب کی سب بیوہ تھیں۔ ان حالات پر فرداً فرداً غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نکاح کی خاطر نہ تھے بلکہ کسی اخلاقی ذمہ داری کی ادائیگی کی خاطر تھے (حوالۂ مذکور)

لالہ لاجپت رائے

میں پیغمبر اسلام کو دنیا کے بڑے بھاری رشیوں میں سمجھتا ہوں (رسالہ مولوی رمضان ۵۲ھ)

سوامی بھوانی دیال سنیاسی

جس وقت تمام ملک عرب میں بدترین جہالت پھیلی ہوئی تھی۔ اسوقت محمد صاحب کی ہی تنہا ذات تھی جس نے بے مثال ہمت وجرأت کے ساتھ قوم عرب کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اور ہر طرح کی برائیاں اور بت پرستی کو چھوڑ کر خدا کے آگے سر جھکا دینے کی دعوت دی (رسالہ ایمان پٹی ضلع لاہور مئی ۱۹۳۵ء)

مسٹر بی۔ ایس کشالیہ بی، اے ڈی، ای لندن ڈپٹی انسپکٹر مدارس ضلع کورگ

آنحضرت کی کثرت ازدواج کے متعلق بہتان باندھا گیا ہے لیکن یہ محض غلط ہے، بیشک آپ نے کئی بیویاں کی تھیں مگر زمانہ کے بڑے رواج کو مٹانے کیلئے، اور ہر طبقہ کی عورتوں کو نکاح میں لاکر ان کا سہارا بن جانے کیلئے۔ اور لوگوں کو ترغیب دینے کیلئے کہ وہ بھی بیوہ، باکرہ غلام اور لاوارث عورتوں کو اپنے نکاح میں لائیں اور آپ کے نمونہ کی پیروی کریں۔ آپ نے اپنی نفسانی خواہش کیلئے نکاح نہیں کئے، آپ میں نفسانی خواہش کی کوئی بھی دلیل یا علامت نہیں پائی جاتی۔ (حوالہ مذکور)

بابو مکٹ دہاری پرشاد بی، اے۔ ایل ایل، بی وکیل گیا

حضرت محمد صاحب کی تعلیمات کی طرح حضرت محمد صاحب کے اخلاق بھی بہت بلند تھے (حوالہ مذکور)

راجہ رادھا پرشاد سنہا بی، اے ایل ایل بی آف تیلوکھوا سٹیٹ

آپ کا (رسول کریم کا) ہر قول وفعل استقامت اور راستی کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا اور آپ کا کوئی قدم بھی اخلاق کے جادہ مستقیم سے منحرف نہ تھا۔ (حوالہ مذکور)

پنڈت بہاری لال شاستری ساکن اچھیانی

محمد صاحب کا جنم عرب کے مکہ نگر میں اس سمے ہوا کہ وہ دیش گھور اندھکار میں ڈوبا ہوا تھا اور وہاں کے رہنے والے قریشی یہودی عیسائی سب ہی جہالت اور اوہام پرستی کا شکار ہو رہے تھے۔ محمد صاحب نے ملک کے نہ کسی دہرم کا کھنڈن کیا اور نہ کسی پیشوا کو برا کہا۔ بلکہ تمام پیغمبروں کی عزت کرتے ہوئے ہر ایک مذہب کی تائید کی۔ مگر اسوقت کے لوگوں نے خود غرضی میں پھنس کر مذہب کے روپ کو جو بگاڑ دیا تھا اس کو ظاہر کر دیا۔ دہرم کا ٹھیک ٹھیک روپ سمجھایا۔ اشیور وشواس، آپس میں پریم اور سب کے ساتھ بھلائی آپ کی تعلیم تھی۔ حضرت محمد صاحب نے اپنے ملک کی دھارمک حالت ہی درست نہیں کی بلکہ اونچ نیچ کا جھگڑا پاکھنڈ دور کر کے سب کو ایک کر دیا اور بکھری ہوئی طاقتوں کو عرب قوموں کو ایک سلک کر کے انہیں ایسا

ایسا جوش بھرا کہ خانہ بدوش اور تمام بُرائیوں کے بھنڈار عرب لوگوں نے اپنے ملک ایسی زبردست حکومت قایم کی جس کا رعب پاس پڑوس کے تمام بادشاہوں پر جم گیا۔ سو سال کے اندر اندر عرب لوگوں کی حکومت کابل، مصر، افریقہ اور سندھ تک قایم ہو گئی۔ جاہل سمجھے جانے والے عربوں نے محمد صاحب کی بدولت وہ قابلیت حاصل کی کہ یورپ میں تہذیب اور کئی اصلاحوں کے پھیلانے کا فخر انہیں حاصل ہے اسی طرح محمد صاحب کی بدولت عرب، عراق اور اس کے آس پاس کی قوموں کو دھارمک، سماجک، راج نیتک اور آرتھک سب طرح کا فائدہ پہونچا اور وہ دنیا میں مشہور ہو گئے۔ محمد صاحب نے زندگی بھر بے غرض ہو کر اپنے ملک اور قوم کی یہاں تک سیوا کی کہ آپ اور اپنی اولاد تک کو قربان کر دیا۔ حضرت محمد صاحب نے اسلام کو کوئی نیا دین نہیں بتایا بلکہ سب ستوں سے یہ کہا کہ ست ایک سناتن ہے وہی اسلام ہے، یہ شروع میں بھی تھا۔ اس کا روپ بدلا کرتا ہے۔ محمد صاحب نے اپنی جاتی والوں کو اپنا سندیش سنانا شروع کیا تو لوگ دشمن بن گئے۔ جوں جوں قریش ستاتے گئے حضرت کا جوش کام کے لئے دونا ہوتا گیا، لوگ ان کی جان کے گاہک بن گئے۔ تب یہ مکہ چھوڑ کر مدینے چلے گئے۔ مکہ پر قبضہ کرنے کے بعد حضرت محمد صاحب نے اپنے دشمنوں کے اگیانتا وا تیاچار کو معاف کر دیا آپ بچوں سے پیار، غریبوں کی مدد، دین دُکھیوں کی سیوا، سب کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرتے تھے، دوسرے مذہبوں کا بڑا آدر کرتے تھے۔ محمد صاحب کے گنوں کا ورنن کیا جائے تو کئی سال تک رشی اخبار کے کالم بھرے جا سکتے ہیں۔ ان میں دو گن سب سے مہان تھے، ایشور وشواس اور سنگھٹن کی شکتی۔ آپ کے جیون پر کچھ اعتراض ہیں جو متعصب یوروپین یا دریوں کی ایجاد ہیں اور اُن کے خیال کو بغیر سمجھے ہندوؤں نے بھی انہیں اپنا لیا۔ ہماری رائے میں تو محمد صاحب نے مذہبی جنگ کو اخلاق اور ایشوری وشواس سے فتح کیا۔ اور سوشیل ریفارم پولیٹیکل کام تلوار سے کیا۔ عرب لوگوں کے سماجک سدھار کے لئے سختی اگر کی گئی تو کبھی بُری نہیں ہو سکتی۔ ایسی سختی ملک کے ہر ایک ڈکٹیٹر نے کی ہے۔ جو لوگ مسلمان بادشاہوں کے ان ظلم و ستم کے حوالوں کو پیش کیا کرتے ہیں جو کہ انہوں نے غیر مذہب والوں پر کئے اور ان کے ان میلے آئینہ میں حضرت کے اپدیش کی تصویر کو دیکھا کرتے ہیں ہم ان سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ یہ کام پولیٹیکل ہے۔ آجکل بھی مذہب کے نام پر حکومت اپنا اُلو سیدھا کرتی ہے۔ وہ بادشاہ اپنے ان کاموں کے لئے خود ذمہ دار ہیں۔

آنحضرت نے کئی شادیاں ضرور کیں مگر یہ سب پولیٹیکل ضرورت سے اسی طرح کیا گیا جس طرح سری کرشن بھگوان کو ہندوستان کی پولیٹیکل حالت ٹھیک کرنے کیلئے کئی کئی وواہ کرنے پڑے

ان شادیوں کو نفس کے لئے نہیں کیا گیا۔ بلکہ ان دیویوں کی بھلائی، عرب سرداروں کو رشتہ دار بنا کر اپنے مشن میں سہایک بنانا وغیرہ مقصد تھا۔ ہم نے جہاں تک آپ کے جیون پر غور کیا۔ آپ کو ایک مہا پُرش دیش بھگت، سنسار کا ہتکاری پایا۔ (یہ پنڈت جی کے طویل مضمون کے جستہ جستہ فقرات ہیں یہ مضمون اخبار رشی بجنور یکم جولائی ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا۔ یہ اخبار زیر اڈیٹری لالہ جگناتھ شرن بی اے ایل ایل بی شائع ہوتا ہے)

گاندھی جی

وہ (رسول کریم) روحانی پیشوا تھے۔ بلکہ میں اُن کی تعلیمات کو سب سے بہتر سمجھتا ہوں۔ کسی روحانی پیشوا نے خدا کی بادشاہت کا پیغام ایسا جامع اور مانع نہیں سُنایا جیسا کہ پیغمبر اسلام نے۔ رسالہ ایمان پٹی ضلع لاہور اگست ۱۹۳۶ء)

نرسمہا راؤ

دنیا کے کل پیغمبروں میں حضرت محمد صاحب کو اپنے مشن میں لاجواب کامیابی ہوئی جو کسی دوسرے پیغمبر کو نہیں ہوئی اور یہ پیغمبر خدا کے اخلاق مطہرہ داوصاف حمیدہ کا نتیجہ تھا۔

ہز ہائنس مہاراجہ نرسنگھ گڑھ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سراپا عمل اور ایثار کا مرقع ہے۔ حضور نے زمانہ جہالت میں دنیا کی اصلاح فرمائی۔ اور اُسے اپنی ان تھک کوششوں سے جگمگا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلام کا نام ساری دنیا میں روشن ہے۔ (رسالہ ایمان پٹی جون ۳۶ء)

لالہ برجموہن سروپ بھٹناگر فیروزآبادی

حضرت محمد کی زندگی انسانیت کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہونے کے ساتھ ہی عمل سے مالا مال ہے انہوں نے فرض شناسی اور خدمت انسانی کی زندہ مثال پیش کی۔ انہوں نے تیئس سال کے قلیل عرصے میں بُت پرستی اور توہم پرستی مٹا کر وحدانیت کا سبق پڑھایا (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

ڈاکٹر امبالال ایل ایم ایس

آپ (رسول کریم) بڑے ودوان تھے۔ اعلیٰ درجہ کے سنیاسی تھے۔ آپ زبردست جج تھے ان کا جیون سادہ تھا۔ (حوالہ مذکور)

رائے بہادر پنڈت مٹھن لال بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ صدر آریہ سماج اجمیر

حضرت محمد نے جس وقت "خدا تعالیٰ ایک ہے" یہ آواز بلند کی۔ تو اس وقت ہندوستان،

ایران، عرب و عجم میں ہر جگہ بت پرستی کا دور دورہ تھا۔ بلکہ خدا کی ہستی سے لوگ انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مادہ ہی مادہ ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے حضرت محمد کو فرمایا کہ ثابت کردو کہ خدا تعالیٰ واقعی ہے (حوالہ مذکور)

لالہ امیر چند کھنہ جرنلسٹ ماہر انکم ٹیکس چاندنی چوک دہلی

حضرت محمد صاحب خدمت خلق کے سب سے بڑے علمبردار تھے۔ بھگوان کرشن نے گیتا میں ایشور کی طرف سے ایک مشہور وعدے کا ذکر کیا ہے جس کا ترجمہ علامہ فیضی نے یوں کیا ہے ؎

چو بنیاد دیں سست گردد بسے ٭ نمائیم خود را بشکل کسے

اس وعدہ کا ایفاء حضرت محمد کے وجود سے کیا گیا (حوالہ مذکور)

لالہ نانک چند ناز جرنلسٹ لاہور

دنیا کی عظیم الشان ہستیوں میں ان (رسول کریم) کا درجہ کسی سے کم نہیں (حوالہ مذکور)

پروفیسر رگھوپتی سہائے فراق ایم اے لیکچرار الہ آباد یونیورسٹی

میں حضرت پیغمبر اسلام کی بعثت کو اُن کی شخصیت اور اُن کے کارنامہائے زندگی کو تاریخ کا ایک معجزہ سمجھتا ہوں (حوالہ مذکور)

پنڈت امرناتھ زتشی دیال باغ آگرہ

سیرت نبوی کو بنظر غور دیکھنے سے یہ بات بآسانی ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ پیدائش سے لیکر وفات تک ہر حال میں آنحضرت کو تائید غیبی حاصل رہی جو کہ لازمہ نبوت ہے (حوالہ مذکور)

ماسٹر شیو چرن داس پریزیڈنٹ دہلی پروانشل مجیرز ایسوسی ایشن

آنحضرت نے اس مرتبہ کو اپنی خدا پرستی، استقلال کامل اور روحانیت کی وجہ سے حاصل کیا (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر جے کارام برہما

حضرت محمد نے اخلاق عالیہ کی تلقین ہی نہیں کی بلکہ اُن اصولوں پر عمل بھی فرمایا۔ اُن کی زندگی ایثار و قربانی کی زندگی تھی۔ (حوالہ مذکور)

پنڈت ہردے پرشاد

اگر کوئی مجھ سے دریافت کرے کہ حضرت محمد کون تھے تو میں اس کے جواب میں برملا کہوں گا کہ آپ اپنے زمانہ کے بہت ہی بڑے بزرگ اور پیغمبر، توحید کے علمبردار، حقانیت کے طرفدار، سچائی کے دلدادہ اور ایک ایشور کے پرستار تھے۔ آپ کی اصلاح قابل داد تھی۔ اور تا قیامت یاد رہے گی۔ (حوالہ مذکور)

شیام سندر اڈیٹر رسالہ پیانہ لاہور

پیغمبر اسلام کی اولوالعزمی، قومی ایثار کے لئے میرے دل میں بہت پریم ہے۔ حوالہ مذکور

پنڈت دہرم دیو شاستری

اسمیں شک نہیں کہ حضرت محمد صاحب بنی نوع انسان کے بھلے کیلئے جئے۔ (حوالہ مذکور)

مہاتما نارائن صاحب سوامی پردہان انٹرنیشنل آرین لیگ دہلی

گیتا میں جیسا کہا گیا ہے کہ جب خرابیاں حد سے متجاوز ہو جاتی ہیں تو اُن کے دور کرنے کے لئے سدہارکوں کا جنم ہوا کرتا ہے۔ اسی اصول کے ماتحت حضرت محمد کا جنم عرب میں ہوا۔ (حوالہ مذکور)

لالہ سدا سکھ لال

محمد صاحب اپنی فصاحت و بلاغت سے اکثر شکنا نے عرب کو مُرید کرتے تھے (تاریخ ہند)

شردہے پرکاش دیو جی پرچارک براہمہ دہرم

ہم محمد صاحب کی اُن بے بہا خدمات کو جو وہ نسل انسانی کی بہبودی کیلئے بجا لائے بُھلا کر احسان فراموش نہیں ہو سکتے۔ (سوانح عمری محمد صاحب)

ٹی ایل، وسوانی

محمد کی زندگی ترحم و عنایات و اچھائی سے پُر ہے۔

پروفیسر الیشوری پرشاد

محمد صاحب امن و امان کے خواہاں تھے۔ وہ لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔ خدا کی عبادت کرو اور نیک کام کرو۔ (تاریخ ہند)

بھگت راؤ ایڈوکیٹ کوہ مری

سری رامچندر جی مہاراج، بھگوان سری کرشن جی، گرو نانک دیو جی، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ سب روحانی بادشاہ تھے۔ اور میں کہتا ہوں کہ ان میں ایک روحانی شہنشاہ بھی ہے جس کا مقدس نام محمد تھا۔ جس کے معنی ہی مہلک کئے گئے ہیں اور جس کی پوترا نعت کے متعلق کچھ کہنا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ ہر ایک ریفارمر نے آکر دنیا میں بہت کچھ کیا۔ مگر حضرت محمد صاحب نے دنیا پر اسقدر احسان کئے ہیں جکی مثال نہیں مل سکتی (ملزیان ہند مثلا)

پنڈت سیتا دہاری

پیشوائے دین اسلام حضرت محمد کی زندگی دنیا کو بیشمار قیمتی سبق پڑھاتی ہے اور تقریباً حضرت

کی زندگی ہر حیثیت سے دنیا کے لئے سبق آموز ہے بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھ سمجھنے والا دماغ اور محسوس کرنے والا دل ہو (معجزات اسلام ص۴۷)

لالہ رام لال ورما ایڈیٹر اخبار تیج

جمہوریت، اخوت، مساوات یہ عطیات ہیں جو حضرت محمد نے بنی نوع انسان کو عطا کئے

ہندو فاضل چپلونکر وکیل اکولہ سابق سکریٹری ہندو مہا سبھا نے موضع بلڈانہ

(علاقہ برار) میں تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

پیغمبر اسلام کی بعثت ایک ایسے آفتاب عالمتاب کا ظہور تھا۔ جس کی ضو فگن شعاعوں نے ضلالت کی ظلمت کو چشم زدن میں مستور کر دیا۔ رسول عربی نے سب سے پہلے وحدانیت کی تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی (اخبار رہبر دکن حیدر آباد۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۳۴ء)

ماسٹر شیو چرنداس پریزیڈنٹ دہلی پروانشیل ٹیچرز ایسوسی ایشن دہلی

آنحضرت نے اس رتبہ کو اپنی خدا پرستی، استقلال کامل اور روحانیت کی وجہ سے حاصل کیا۔ (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

لالہ رام چند ربی اے ایل ایل بی پریزیڈنٹ اڈورینس لکھ سبھا لاہور

وحدانیت و مساوات یہ دونوں بے بہا اصول دنیا کو حضرت بانی اسلام نے دیئے۔ محمد علیہ السلام انسانی جماعت کے سب سے بڑے رہنما اور ہادی ہیں۔ جب تک وحدانیت اور مساوات کے اصول سے بڑھیا اصول دنیا کو دستیاب نہیں ہوتے اسوقت تک فیض رسانی کا سہرا محمد علیہ السلام کے سر رہے گا۔ (معجزات اسلام ص۴۷)

رسول کریم کے متعلق بدھ فضلاء کی رائیں

یوکیاؤ مائنٹ (بدھ لیڈر)

میں حضرت پیغمبر اسلام کو خراج عقیدت ادا کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ کوئی شخص جو حضرت پیغمبر اسلام کے حالات زندگی پڑھے وہ آپ کے شاندار کارناموں پر جوش تحسین کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا حضرت محمد کی زندگی از حد مصروف زندگی تھی۔ اور قابل تحسین کارناموں سے لبریز (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

مسٹر این اے نگایا تھن آف برہما

ہندوؤں اور بودھوں کی مذہبی کتابوں کی مطابق جب کبھی دنیا کو ایک معلم جلیل کی ضرورت لاحق

ہوتی ہے ایک معلم جلیل مبعوث ہوتا ہے۔ حضرت محمدؐ ایسے ہی معلم جلیل تھے۔ حضرت محمدؐ نے محمدیت کی تخلیق نہیں فرائی بلکہ سچائی اور امن کے اصولوں کا اعلان فرمادیا (حوالہ مذکور)

پیشوائے اعظم بدھ مذہب مانگ لونگ صاحب

حضرت محمد کا ظہور بنی نوع انسان پر خدا کی ایک رحمت تھا، لوگ کتنا ہی انکار کریں مگر آپ کی اصلاحات عظیمہ سے چشم پوشی ممکن نہیں۔ ہم بدھی لوگ حضرت محمد سے محبت کرتے ہیں اور اُن کا احترام کرتے ہیں۔ (معجزاتِ اسلام ص۶۶)

رسول کریم کے متعلق سکھ فضلا کی رائیں

ماسٹر تارا سنگھ پریذیڈنٹ سکھ لیگ

جب کوئی مجھ سے یہ کہتا ہے کہ حضرت محمد صاحب نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب پھیلایا تھا تو مجھے اس شخص کی کم فہمی پر ہنسی آتی ہے۔ (اخبار الامان دہلی ۷ر جولائی ۱۹۳۲ء)

سردار جوند سنگھ

دنیا میں آنحضرت رسول عربی پاکیزہ زندگی کی بے نظیر مثال ہیں۔ (مدینہ جولائی ۱۹۲۳ء)

سردار رام سنگھ امرتسری

محمد صاحب نے دنیا میں آکر بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اعلیٰ درجہ کے ریفارمر اور اپنے وقت کے بڑے مذہبی پیشوا تھے۔ آپ نے عرب سے بت پرستی اور وہم پرستی کو دور کیا۔ اور بھی بہت سے کام آپ کی زندگی سے وابستہ ہیں، آپ نے عرب سے غلامی کی انسانیت سوز رسم کو مٹایا۔ اسلام کے پیروؤں کو تعلیم دی کہ غلاموں کو آزاد کرنا بڑا ثواب ہے۔ کوئی شخص پیدائشی غلام ہونے کی وجہ سے امام یا خلیفہ بننے سے محروم نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلے دنیا کو آپ ہی نے جمہوریت سے آشنا کیا۔ اور وطن کے متعلق فرمایا کہ وطن کی محبت ایمان کی علامت ہے۔ وطن والوں سے محبت کرنا ایمان ہے اہلِ وطن سے غداری یا نفرت یا ترک تعلق کرنا ناجائز ہے۔ اس تعلیم کا آپ نے یہودیوں اور کافروں سے معاہدات کر کے اور اُن سے محبت و رواداری کا سلوک کر کے مسلمانوں کیلئے ایک اعلیٰ نمونہ بھی قائم کر دیا (مولوی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

سردار کشن سنگھ (اور گرو نانک صاحب)

اس بعثت کے بعد صفحہ ارض پر ایک جدید تہذیب و ترقی کا ظہور ہوا۔ پھر زیادہ تعجب خیز امر یہ

کہ اس تہذیب کے بانی وہی لوگ تھے جو کچھ دنوں پہلے بالکل وحشی تھے۔ اور تہذیب کی ہوا اُن کو چھو بھی نہیں گئی تھی۔ وہ لوگ دن رات شرابیں پیتے تھے۔ اور آپس میں کشت وخون کے سوا ان کا کوئی کام نہ تھا۔ معمولی بات پر بھی قبیلے کے قبیلے کٹ مرتے تھے۔ لڑکی کی ولادت اسقدر ننگ خیال کیجاتی تھی کہ پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ دیا جاتا تھا۔ غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کی کوئی حد نہ تھی جہالت کی انتہا یہ تھی کہ دادا پردادا کا بدلہ پوتے پرپوتے لیتے تھے۔ ان حالات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی معمولی تعلیم کا اثر نہ تھا بلکہ حضرت محمد صاحب کو خداوند عالم کی طرف سے خاص مدد وہدایتیں تھیں کہ باوجود اُن کے غیر تعلیم یافتہ ہونے اور اس سوسائٹی میں نشو ونما پانے کے ایسی کایا پلٹ کر دکھائی کہ جس سے ہم یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ حضرت محمد صاحب ضرور بندگان خدا کی ہدایت کیلئے خدا کے بھیجے ہوئے تھے (آگے لکھتے ہیں) حضرت محمد صاحب کی شخصیت عظیم شخصیت تھی چنانچہ ہمارے آقا سردار گرونانک صاحب جن کی مذہبی رواداری اور بے لاگ انصاف پسندانہ تعلیم کو ایک دنیا نے مانا ہے اُنہوں نے حضرت محمد صاحب کی سیرت کے مطالعہ کے بعد اُن کی تعریف میں جو دوہا لکھا ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت محمد صاحب کی شخصیت دنیا کے تمام انصاف پسند اور غیر متعصب مذاہب میں بھی پسندیدہ اور مقبول رہی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا ہے۔

ڈیٹھا نور محمدی ڈیٹھا نبی رسول نانک قدرت دیکھکر خودی گئی سب بھول

(غازیان ہند ص۱۱۷)

اسلام کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں

مسٹر وائل مصنف ہسٹری آف دی اسلامک پیپل

رسول کریم نے مسلمانوں کو ایسے مذہب کے شیرازے میں منسلک کر دیا کہ جسمیں صرف خدائے واحد کی پرستش اور ابدی نجات کی تعلیم تھی۔ اور مکمل شریعت سے بہرہ اندوز کیا۔ اور اس قانون کا عامل بنادیا جو ہر زمانہ میں یکساں منفعت کے ساتھ نافذ اور رائج ہوسکتا ہے۔

پروفیسر مارس

کوئی چیز عیسائیان روم کو اس ضلالت وغوایت کے خندق سے جسمیں وہ گرے پڑے تھے نہیں نکال سکتی تھی بجز اُس آواز کے کہ جو سرزمین عرب میں غار حرا سے آئی (رسالہ مولوی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

ڈاکٹر لیبان

مذہب اسلام کے اعتقادات آج بھی اُن کا اثر ویسا ہی موجود ہے جیسا پہلے تھا۔ (تمدن عرب)

ہانگر نے ہیں ایک لمبی چوڑی فہرست اُن اخلاقی احکام کی دی ہے جو مسلمانوں میں بطور مقولوں کے رائج ہیں اور بلا خوشامد کہا جا سکتا ہے کہ ان مقولوں سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کو عملاً نیکی کی طرف راغب اور بدی سے بچانے کیلئے نہیں ہو سکتا۔ (تمدن عرب)

روئے زمین کے تمام مسلمان اپنے مذہب کو ان دو چھوٹے جملوں میں بیان کرتے ہیں جن کا اختصار اور جن کی جامعیت حیرت انگیز ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر ایزک ٹیلر

افریقہ کے جن وحشی مقامات پر اسلام کا سایہ پڑا وہاں سے زنا۔ قمار بازی، دختر کشی، عہد شکنی، قتل و غارتگری، وہم پرستی، شراب خوری وغیرہ وغیرہ ہمیشہ کے لئے جاتی رہی مگر اُسی ملک کے دوسرے حصہ پر کسی غیر اسلام مذہب نے قائم جمایا تو ان لوگوں کو رذائل مذکورہ بالا میں اور زیادہ راسخ کر دیا۔ (سینٹ جیمس گزٹ لندن ۸ راکتوبر ۱۸۸۷ء)

مسٹر ایچ۔جی ویلز مورخ انگلستان

محمد سے قبل عربوں کا ذہن و دماغ مٹی ہو رہا تھا۔ وہ شاعری اور مذہبی مباحث میں مبتلا تھے مگر پیغمبر اسلام کے مبعوث ہوتے ہی اُن کی قومی اور نسلی کامیابیوں نے ان میں وہ ولولہ پیدا کر دیا کہ تھوڑے ہی دنوں کے اندر ان کے ذہن و دماغ میں وہ روشنی اور چمک دمک پیدا ہوئی کہ یونانیوں کی بہترین دور کے لگ بھگ پہونچ گئی۔ یعنی اُنہوں نے ایک نئے زاویہ اور قوت تازہ کے ساتھ علم کے اس ذخیرہ کو باقاعدہ نشو و نما دینی شروع کی جس کا کام یونانیوں نے شروع کیا تھا اور شروع کر کے چھوڑ دیا تھا۔ ان عربوں ہی نے انسانوں کے اندر سائنس کی تحقیقات کی تحریک کو از سر نو زندہ کیا۔ موجودہ دنیا کو علم و اقتدار کی جو نعمتیں حاصل ہوئی ہیں وہ عربوں کے ذریعے ہی ہیں۔ تاریخ تمام اعلیٰ لٹریچر اور لسوکس فلسفے کی جڑ بنیاد ہے اور یہی مضمون تھا جس میں اولین عرب مصنفین نے امتیاز حاصل کیا۔ اسلام میں فلسفیانہ علوم کا عظیم الشان انبار لگ گیا تھا۔ بصرہ۔ کوفہ، بغداد، قاہرہ، قرطبہ میں عظیم الشان یونیورسٹیاں قائم تھیں، ان یونیورسٹیوں نے چار دانگ عالم میں اُجالا کر دیا۔ اسلامی فلسفہ کا رنگ و روغن جامعہ قرطبہ ہی کے ذریعے سے پیرس اور آکسفورڈ اور شمالی اطالیہ کی یونیورسٹیوں پر چڑھا۔ بارہویں صدی تک علم الحساب میں صفر کا پتہ تک نہ تھا۔ مگر اس زمانہ میں ایک عرب ماہر علم ریاضیات محمد ابن موسیٰ نے صفر ایجاد کیا۔ اسی نے سب سے پہلے اعشاریہ استعمال کیا اور مفرد اعداد کی قیمت کا تعین اُن کی حیثیت کے مطابق کیا۔ الجبرا انہی کی پیدا کی ہوئی چیز ہے،

ستاروں کے علم کو کہیں سے کہیں پہونچا دیا۔ علم نجوم کے متعلق بہت سے آلات بنائے جو آج تک استعمال ہوتے ہیں۔ فن ادویہ میں وہ یونانیوں سے بہت بڑھ گئے۔ انہوں نے جو کتاب الادویہ مرتب کی تھی وہ آج تک جوں کی توں موجود ہے۔ ان کے علاج کے بہت سے طریقے ایسے تھے جن پر آج تک عملدرآمد ہے۔ ان کے جرّاح بے حس کرنے والی دواؤں کا استعمال جانتے تھے۔ اور دنیا میں مشکل سے مشکل جو جراحی عمل ہوئے ہیں ان میں ان کے آپریشن بھی شامل ہیں۔ اسی طرح کیمیا میں انہوں نے نہایت عمدہ ابتدائی اور بہت سے نئے مادّے اور نئے مرکبات مثل الکحل وغیرہ دریافت کئے۔ فن تعمیر میں بھی وہ دنیا سے بازی لے گئے۔ اور ہر قسم کی دھات سے کام لے لیتے تھے۔ اسی طرح پارچہ بافی میں کوئی اُن سے آگے نہ بڑھ سکا۔ وہ رنگ آمیزی کے گروں سے بھی واقف تھے اور کاغذ کی صنعت بھی انہی کی رہین منت ہے (الامان دہلی مئی ۱۹۳۲ء بحوالہ اسٹار آف انڈیا)

مسٹر ہولڈرسن

حضرت محمد کا پھیلایا ہوا مذہب بالکل واضح اور صاف ہے وہ ایک جامع مانع عقیدہ ہے جو ایک ہی کتاب یعنی قرآن پاک پر مبنی ہے وہ سختی کے ساتھ توحید کا مذہب ہے۔ (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

پروفیسر مارلین

کوئی چیز عیسائیوں کو اُس ضلالت اور گمراہی کے خندق سے جس میں وہ گر پڑے تھے نہیں نکال سکتی تھی۔ بغیر اُس آواز کے جو سرزمین عرب کے غار حرا سے آئی۔ اعلاء کلمۃ اللہ جس سے یونانی انکار کرتے تھے اس آواز نے دنیا میں پیدا کیا۔ اور ایسے علمی پیرایہ میں کیا جس سے بہتر ممکن نہ تھا۔ جیسی انسانیت اور مروت مسلمانوں میں ہے شاذ و نادر ہی کسی قوم میں پائی جاتی ہے (تذکرۃ المسیح)

ڈاکٹر کلارک

حضرت محمد کی تعلیمات ہی کو یہ خوبی ملی ہے کہ اسمیں وہ تمام اچھی باتیں موجود ہیں جو دیگر مذاہب میں نہیں پائی جاتیں (میزان التحقیق صـ۲۳)

اعلیٰ سے اعلیٰ توحید کا مذہب جو دنیا میں پایا جاتا ہے وہ اسلام ہے (آرڈسٹ ہیکل جرمنی از معجزات اسلام صـ۱۶)

مذہب اسلام کا وہ حصّہ جس سے اُس کے بانی کی طبیعت صاف معلوم ہوتی ہے نہایت کامل اور غایت درجہ مؤثر ہے اس سے ہماری مُراد اسکی اخلاقی نصیحتیں ہیں (چیمبرس انسائیکلوپیڈیا)

اسلامی تعلیم کی برتری تفضیلت منزلت اظہر من الشمس ہے۔ محمد کا اسلام کامل مذہب ہے

جس کا ثبوت یہ ہے کہ اسلامی تعلیم بالکل خالص ہے، قوانین و آئین احسانمندی کی رو سے دنیا پر واجب ہے، کہ دنیا پر آپ نے تہذیب و تمدن کا جو حیرت انگیز اثر ڈالا ہے اسکو کبھی فراموش نہ کرے۔
(جوا کیم بولف۔ از معجزات اسلام ص۲۴)

اسلام کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں

لالہ شیام ناتھ ایم اے دہلوی

بلاشبہ اسلام نے جہاں بے شمار اصلاحات اور بنی نوع انسان کی خدمت میں شغف کا اظہار کیا۔ وہاں افراد غلامی کے متعلق بھی اس کی مساعی بہت قابل قدر اور قابل توصیف ہیں۔ دنیا کی سب سے بڑی لعنت اگر کوئی چیز ہے تو یہی غلامی۔ خدا جانے کس منحوس ساعت میں اس رواج نے جنم لیا تھا کہ ہزارہا برس گذر جانے کے بعد اب تک کسی نہ کسی حصۂ عالم پر اس کا وجود نظر آ ہی رہا ہے۔
آپ نے (رسول کریم نے) غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین شروع کر دی۔ یہ بھی دنیا میں اپنی نوعیت کی پہلی آواز تھی۔ غلام ایک اذل ترین مخلوق سمجھے جاتے تھے۔ عزت اور سلوک تو ایک طرف کسی آسایش و آرام کے بھی مستحق نہ سمجھے جاتے تھے۔ سب سے پہلے مسلمانوں نے اس طرف توجہ کی اور جوں جوں مسلمانوں کا اقتدار اور اُن کا دائرۂ اثر بڑھتا گیا۔ غلاموں کی حالت بھی سنورتی گئی (رسالہ مولوی دہلی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

ماسٹر شنکر داس گیانی ہیڈ ماسٹر مڈل اسکول ضلع لائل پور

آپ کی تعلیم میں ہمیں بہت سی خوبیاں نظر آتی ہیں جن کو دیکھکر بے اختیار آپ کی تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اگر آپ کچھ نہ کرتے صرف خدا پرستی، اور مساوات کی تعلیم پر اکتفا کرتے تو بہت کچھ تھا اور اتنے ہی پر دنیا اُن کے قدموں پر عقیدت کے پھول نچھاور کرتی۔ مگر اب جبکہ آپ کی تعلیمات میں توحید، تقویٰ، نیکی، پارسائی، محبت، رواداری، اور عورتوں کے حقوق آزادی وغیرہ چیزیں بھی نظر آتی ہیں تو ایسی حالت میں اُن کی تعریف سے چشم پوشی کرنا ہٹ دھرمی اور بدترین تعصب ہے (حوالہ بعد)

لالہ دیش بندھو ایڈیٹر اخبار تیج دہلی

حضرت محمد صاحب کی پوری زندگی میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ آپ نے کسی قوم تو قوم کسی ایک شخص کو بجبر مذہب میں داخل کرنا تو کجا کبھی کسی کو اسکی اجازت بھی دی ہو۔ خیر یہ تو مذہب میں شامل کرنے اور نہ کرنے کا معاملہ تھا۔ اسلامیوں کا سلوک غیر قوموں کے ساتھ اتنا روادارانہ رہا ہے کہ اسکی مثال

کسی دور نہیں ملتی۔ اسلامی جہاد جس کو بری صورت میں پیش کیا جاتا ہے اُس میں بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب فوجیں بڑھیں تو راہ میں کسی نقصان نہ پہونچائیں۔ دشمن کو پناہ دینے میں بخل نہ کریں عورتوں بیماروں، بچّوں، بوڑھوں اور پجاریوں سے تعرض نہ کریں۔ یہ کتنے اعلیٰ احکام ہیں۔ جنگیں ہمیشہ ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی مگر کسی قوم نے دشمن پر کبھی رحم نہیں کیا اور رحم کیسا پوری سنگدلی سے لوٹا، جلایا اور برباد کیا مگر حضرت محمد کے وقت میں اسکی کوئی مثال نہیں ملتی۔ (حوالہ مذکور)

لالہ رام لال ورما قایم مقام اڈیٹر اخبار تیج دہلی

ہم نے تلوار کا چرچا بہت سنا ہے اور مثال کے طور پر جہاد کا مسئلہ ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے گویا کہ اسلام کی نشر و اشاعت اور اسکی بقا و ترقی کا انحصار تلوار پر ہے۔ ایسا کہنا خود اسلام کی تردید کرنا ہے۔ اس غلط اور شر انگیز عقیدہ کے حامیوں نے حضرت محمد صاحب کی زندگی کے واقعات کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور صداقت سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ اسلام میں تلوار کی جگہ ہے وہی جو کسی مذہب میں ہو سکتی ہے۔ اسلام میں تلوار کا استعمال جائز ہے مگر صرف وہیں تک جہاں تک کہ صداقت اور سچائی کی حفاظت کیلئے ضروری ہے۔ اسلام میں امن و آشتی اور صلح و آشتی کی جگہ تلوار سے کہیں بالا تر ہے۔ اسلام تلوار کا نہیں بلکہ امن کا پیغام ہے۔ (حوالہ مذکور)

مسز نائیڈو

محمد کو جس مذہب کی تبلیغ کے لئے مبعوث کیا گیا تھا۔ بے تعصبی اُس کا عجیب و غریب پہلو تھا محمد کے اہل وطن نے سسلی پر حکومت کی اور مسیحی اسپین پر سات صدیوں سے زاید زمانے تک کوس لمن الملک بجایا لیکن انہوں نے کسی حالت میں بھی رعایا کے حق عبادت و پرستش میں دست اندازی نہیں کی وہ عیسائیت کا احترام اسلئے کرتے تھے کہ قرآن کریم انہیں غیر مسلموں سے رواداری کا برتاؤ کرنا سکھلاتا تھا۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے مذہب کم و بیش ایثار علی النفس کی تعلیم دیتے ہیں مگر اسلام اس بارے میں سب سے آگے ہے۔ بنی نوع انسان کی خدمت تعلیم اسلام کا سرمایہ امتیاز ہے اسی نے اسلام نے عالمگیر اخوت کا اُصول دنیا کے روبرو پیش کیا ہے۔ دنیا اس اصول کی پیروی کرنے سے خوش حال ہو سکتی ہے (اخبار الامان دہلی ۱۷ جولائی ۱۹۳۲ء)

گاندھی جی

اسلام اپنے عروج کے زمانہ میں غیر روادارانہ نہ تھا۔ اس نے تمام دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا تھا (حوالہ مذکور)

رامانند سنیاسی سکریٹری آل انڈیا دلت اُدھار سبھا دہلی

اسلام کو سب سے بڑی نعمت جو حضرت محمد صاحب نے عطا کی وہ لاشریک خدا کی پرستش تھی اور اس چیز نے ابتداءً اسلام کو حیران کن کامیابی دی۔ (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر ایس سیتارام ایم اے

دنیا کی موجودہ تہذیب صرف اسلام کی بدولت ہے۔ اسلام نے ایشیائی تہذیب کی روشنی کو اونچا کر رکھا تھا۔ یوروپین زیادہ تر تعلیم حاصل کرنے کیلئے مسلمان استادوں کے پاس گئے۔ سکھ مذہب جس کے بانی باوا نانک اور گرو گوبند سنگھ جی ہیں اور بنگال کا فرقہ ستیارام یا نام اسلام ہی کی بدولت ظاہر ہوا۔ (رسالہ مولوی دہلی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

لالہ لاجپت رائے

اسلام کی وحدانیت کیا تھی۔ ایک آتش خیز پہاڑ تھا جس کی اُبلتی ہوئی لہر کے سامنے نہ بت پرستی ٹھہری۔ نہ آتش پرستی ٹھہری۔ نہ انسان پرستی ٹھہری، نہ عیسی پرستی ٹھہری۔ جہاں تک یہ پہونچی راستے میں صفائی کرتی چلی گئی (مہرشی دیانند اور ان کا کام مصنفہ لالہ لاجپت رائے)

لالہ مہر چند لدھیانوی

بانی اسلام کی تعلیم میں اُلفت و محبت رحم و شفقت، عفو و کرم کا اثر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے

(مدینہ جولائی ۱۹۴۳ء)

جنگلی عربوں نے جب حضرت محمد صاحب کے اپدیشوں پر عمل کیا تو ساری مغربی دنیا کے استاد بن گئے

(سوانح عمری گرو گوبند سنگھ ص۵۵)

پنڈت کرشن گوپال بی اے اڈیٹر بھارت سماچار میرٹھ

سنسار کی اصلاح میں جیسی کامیابی اسلام دہرم کو ہوئی ہے کسی دہرم کو نہیں ہوئی۔ تاریخ کے پڑھنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اسلام کا چمکنے سے پہلے پورب پچھم میں دہریت کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ اسلام نے ایشور بھگتی کا سبق دیا۔ اسلام دہرم کی دوسری خدمت استریوں کا پربان ہے۔ تاریخ پڑھنے والے اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ اس سمے عرب میں استریوں کی حالت بڑی تھی، ہر دیش میں اُن کی دشا قابل رحم تھی۔ ان کا کوئی حق نہ تھا۔ اور ان کی کوئی عزت نہ تھی۔ اسلام نے استریوں کو عزت دی۔ اسلام کی ہر ایک تعلیم منش کی فطرت کے مطابق ہے، اسلام نے ایسے انداز سے ہردے اور آتما کو سُدھارا کہ صدیوں کی گمراہی مہینوں میں مٹ گئی، اسلام دہرم کا ایک سب سے بڑا احسان یہ ہے،

کہ اس نے امیر و غریب اور پوتر اور شودر کو ایک صف میں لا کھڑا کیا۔ اسلام سے پہلے غریبوں کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ ہر جگہ مالدار آدمی عزت کے مالک بنے ہوئے تھے۔ (پیشوا ۱۳۷۵ھ)

بابو مکٹ دھاری پرشاد بی اے ایل ایل بی وکیل گیا۔

محمد صاحب کی بے انتہا عمدہ تعلیمات و اخلاق کے ہی یہ کرشمے ہیں کہ اسلام اب تک قائم ہے اور مجھے یہ اقرار کرنے میں کچھ بھی باک نہیں ہے کہ محمد صاحب کا مذہب ہی اپنی تعلیمات کی بنا پر آج دنیا میں سب سے زیادہ عام پسند مذہب ہے۔ (ایمان۔ مئی ۱۹۲۵ء)

راجہ رادھا پرشاد سنہا بی اے۔ ایل ایل بی آف تیلو تھو اسٹیٹ

میں نے آج تک اپنے مذہب کی کتابیں اور دوسرے مذہب کے بانیوں اور بڑے بڑے ریفارمروں کی تعلیمات پڑھی ہیں۔ ان میں مجھے کہیں بھی مساوات کا اتنا زبردست اور کھلا حکم موجود نہیں ملا جتنے صاف اور بغیر الجھے ہوئے الفاظ میں آنحضرت نے اسکی ہدایت فرمائی ہے۔ مختلف قوموں اور نسلوں اور مذہبوں میں ایک اخوت کا رشتہ قائم کرا دینا آنحضرت کی ہدایت سے پیشتر غالباً کبھی اور کہیں دیکھا گیا۔ (حوالہ مذکور)

مسٹر بی آر سنہا ایم اے میمیو برما

اسلام کا دنیا کو سب سے بڑا تحفہ ایک خدا کی پرستش ہے۔ اسلام خدا کو ایک ذات اور بے شریک مانتا ہے۔ پانچ وقت کی نماز پڑھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اسلام پاک و صاف کپڑوں اور پاک جسم کے ساتھ عبادت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ بغیر وضو کے نماز جائز نہیں۔ ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ آنکھ اور ناک کے بہت سے امراض اُن کو نجس اور ناپاک رکھنے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ جسم کے تئے ایک دفعہ غسل کافی نہیں۔ چند گھنٹوں کے بعد وبائی امراض کے جراثیم ہمارے بدن پر آ بیٹھتے ہیں خاصکر ان حصوں میں جو کپڑوں سے باہر رہتے ہیں۔ وضو ان اعضا کو پاک صاف کر دیتا ہے۔ رمضان کے روزے رکھنا ان سے روحانی اور جسمانی فوائد دونوں حاصل ہوتے ہیں۔ بہت سے ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ بہت سی بیماریاں جسم کے اندر ایک قسم کے زہر کے جمع ہو جانے سے ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر ہدایت کرتے ہیں کہ ہر بیماری تین سے لیکر سات دن تک فاقہ کرنے سے اچھی ہو جاتی ہے۔ اس حکمت کا نام ہماری طب میں نیچرل پیتھی یا قدرتی علاج ہے۔ اسلام نے اس علاج کو مذہب کا جز بنا دیا ہے (حوالہ مذکور)

پنڈت سندر لال

ان کی (رسول کریم کی) پیغمبرانہ جد و جہد اور تصویر عمل کو میں دوسرے مورخین کے الفاظ میں

بیان کروں گا۔ ریوینڈ ڈبلیو آر سٹیفنس اپنی کتاب دی بائبل اینڈ دی قرآن میں لکھتے ہیں۔ جو برائیاں آپ کے زمانہ میں سب سے زیادہ پھیلی ہوئی تھیں اور جن کی قرآن میں بڑے زور کے ساتھ برائی کی گئی ہے۔ وہ یہ تھیں۔ شراب خوری۔ عجب۔ تکبر۔ لاتعداد عورتوں سے شادیاں، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا قماربازی، سودخواری، قتل وغارت، لوٹ، ساحری۔ پیغمبر اسلام کے وجود سے ان شرمناک اور انسانیت سوز عیوب میں سے کچھ تو بالکل مٹ گئے اور چند باقیماندہ کم ہوکے ہوتے تقریباً نہ ہونے کی برابر رہ گئے۔ اس صورت میں عربوں کا آفتاب ترقی بام کمال پر پہونچا۔ (استقلال دیوبند فروری ۱۹۳۶ء)

راما راؤ بی اے ایل ایل بی

لیگ آف نیشن نے دنیا میں امن پھیلانے کی بیحد کوشش کی ہے لیکن اگر اسلامی اصول پر کوشش کیجاتی تو دنیا میں کبھی کا امن پھیل چکا ہوتا۔ (رسالہ ایمان جون ۳۶ء)

پنڈت رامچندرا وجیا آنریری مجسٹریٹ لکھیم پور کھیری منیجر ریاست بجوا

اسلام کوئی جذباتی یا خیالی مذہب نہیں، نہ چند عقاید و رسوم کا مجموعہ ہے بلکہ ایک خالص عملی مذہب ہے۔ اسلام محبت کا مذہب ہے۔ وہ انسانوں کو تمام مخلوق سے محبت کی تعلیم دیتا ہے، اور مخلوق سے محبت اُن کے حقوق کی نگہداشت سے ہوتی ہے۔ اسلام میں عورت کا مرتبہ بلند ہے۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا واحد مذہب ہے جسمیں ہر ایک انسان بلا تفریق قوم و دولت کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۲ھ)

بابو شیر سنگھ شمیم

رسول اکرم کے ارشادات اور عملی کارناموں کو اگر بہ نگاہ غایر ملاحظہ کیا جائے تو ان میں زمانہ کی تمام خوبیاں نظر آئیں گی جو منشائے الٰہی کے موافق اور بنی نوع انسان کے لئے مشعل ہدایت ہیں۔ (حلالہ کوی)

بھائی پرمانند ایم اے

ایک شخص آج مسلمان ہوتا ہے اسمیں اُسی وقت ایک تبدیلی آجاتی ہے وہ مسلمان سماج کا الگ (جسم) بن جاتا ہے اور اسمیں مسلمان سماج کیلئے مذہبی جوش اور اتساہ پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن آریہ سماج میں داخل ہونے پر کوئی ایسا نیا سماجک جیون پیدا نہیں ہوتا (آریہ گزٹ ۲۶ مئی ۱۹۲۸ء)

مسٹر پی سی رائے سنائٹ ڈی ایس سی ایڈنبرگ پی ایچ ڈی ایل ایل ڈی

سب مذاہب سے زیادہ اسلام میں مساوات کا اصول پایا جاتا ہے۔ یہ مکمل طور پر سب انسانوں کو برابر بناتا ہے۔ اسلام کو قبول کرتے ہی تم میں اور کسی دوسرے مسلمان میں فرق نہیں رہجاتا۔ اسلام میں ننگ

کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اس فراخدل پالیسی کی وجہ سے اسلام نے بحرالکاہل کے کناروں سے لیکر اطلانٹک کے کناروں تک تمام دنیا میں ترقی کی۔ ان دنوں جزیرہ نما ملایا میں اسلام حیرت انگیز رفتار سے ترقی کر رہا ہے۔ اسکی ترقی کا باعث تلوار یا قرآن نہیں کیونکہ اس ملک میں کبھی بھی مسلمانوں کا راج نہیں رہا۔ بلکہ قرآنی تعلیم کے ماتحت اسکی فراخدلی، سب کے لئے برابری کی پالیسی ہی اسکی ترقی کیوجہ ہے (رسالہ کوائنی لاہور سے اخبار اردو بمبئی ۳ اپریل ۱۹۲۵ء نے نقل کیا)

شری راج وید پنڈت گرادھر پرشاد شرما

میری رائے میں اگر کسی مذہب کو اخوت باہمی، اخلاق و تہذیب اور اتحاد کی دولت فراوانی اور کثرت سے عطا کی گئی ہے تو وہ مذاہب کا سردار اسلام ہے۔ اسلام کی فیاضی، کشادہ دلی اس کا امتیازی نشان ہے وہ امیر، غریب سبکو اپنی شفیق آغوش میں پناہ دیتا ہے۔ اس کے دروازے سب کے لئے کھلے ہیں اور ہر خیال اور ہر رنگ کا انسان اس کے زیر سایہ آرام و راحت کی زندگی بسر کر سکتا ہے (اخبار راجپوت جون ۱۹۲۵ء)

لالہ رامچند رمچندہ

کاش ہندو، سکھ، عیسائی، بودھ اور دوسرے لوگ آنحضرت کی پاک اور عالمگیر تعلیم کو سمجھیں اور اس سے مستفید ہوں (الایمان اگست ۱۹۳۳ء)

پا ٹہلا اسونا دیم راؤ بی لے ایل ٹی وکیل

کئی لوگوں نے کہا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے یہ بالکل ناواقفیت کی بات ہے (رسالہ ایمان پٹی ضلع لاہور ۱۸ مئی ۱۹۲۵ء)

مسٹر بلد یو سہائے بی اے

اگر کسی مذہب نے امن و امان کو اپنا فرض قرار دیا ہے اور اس کے قیام میں پوری قوت صرف کی ہے تو وہ مذہب صرف اسلام ہے۔ (حوالہ مذکور)

پروفیسر اندر لیسر پنڈت درشنانند

اسلام کے پرورتک پیغمبر محمد صاحب کو دنیا میں اپنے وچاروں کا پرچار کئے صدیاں وتیت ہو گئیں ان صدیوں میں پیغمبر کے بتلائے ہوئے آنک تا کے اصولوں کو گھس کر اد یک اوجل کیا ہے، ان کی چمک میں کمی نہیں ہونے پائی ہے سمیہ کی کسوٹی پر کسا جاگر اسلام کے پرورتک کا بتلایا ہوا ایکشوربادا در سجنور نی جیون کا اصول کھرا سونا سدرم ہوا ہے۔ پیغمبر کے مہا پرش ہونے میں اس سے ادھک مضبوط

کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت محمد صاحب ایشور کے زبردست پرچارک تھے وہ سنسار کے سب سے بڑے اناد بیر اور سچائی کے ایک سرہیا و شانی وکیل تھے۔ (معجزات اسلام ص ۶۶)

اسلام کے متعلق بدھ فضلا کی رائیں

ڈاکٹر یوشوی گی سول سرجن برہما

اسلام ایک ایسا مذہب ہے، جو عملی ہے اُس نے عام انسانی برادری کی تعلیم دی ہے اور عالمگیر امن اگر قائم ہو سکا ہے تو صرف اسلام کے زور سے (حوالہ مذکور)

مسٹر این لے نگا باھن آف برہما

اسلام توحید ذات باری تعالیٰ کا علمبردار ہے۔ یہ ایک ایسا بلند تخیّل ہے جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں موجود نہیں ہے۔ قرآن پاک کی ہر سورت میں خدا حسین و جمیل تخیل موجود ہے، عالمگیر اخوت کا درس سب سے پہلے اسلام ہی نے دیا۔ اسلام انسانی زندگی میں ایک زندہ طاقت ثابت ہو سکتا ہے۔

شریعت اسلام کے متعلق فضلائے یورپ کی رائیں

ڈاکٹر لیبان

اس زمانہ میں جبکہ اسلام سے کہیں پرانے زمانے کی حکومتیں قلوب سے کم ہوتی جاتی ہیں قانون اسلام کی وہی پہلی حکومت اس وقت تک قائم ہے، (تمدن عرب)

ڈاکٹر لڈولف کرہل

اسمیں (قرآن میں) ایک وسیع جمہوری سلطنت کے ہر شعبہ کی بنیادیں بھی رکھدی گئی ہیں تعلیم، عدالت حربی، انتظامات، مالیات اور دیگر نہایت محتاط قانون ہے۔

ڈاکٹر گبن

قرآن کی نسبت بحرِ اطلانٹک سے لیکر دریائے گنگا تک مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح قانون اساسی ہے نہ صرف اصول مذہب ہی کیلئے بلکہ ان قوانین کے لئے بھی جن پر نظام عمران کا مدار ہے جن سے نوع زندگی وابستہ ہے جن کو ہیئت اجتماعی کی ترتیب و تنسیق سے تعلق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد کی شریعت سب پر حاوی ہے۔ وہ اپنے تمام احکام میں بڑے بڑے شہنشاہ سے لیکر ایک چھوٹے کر چھوٹے فقیر و گدا تک کیلئے مسائل و احکام رکھتی ہے۔ یہ وہ شریعت ہے کہ ایسے دانشمندانہ اصول اور

عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہاں میں اسکی نظیر نہیں مل سکتی۔

برٹش انسائیکلوپیڈیا

شریعت اسلام نہایت اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے۔ (باطل شکن ص۳۰)

قرآن میں قوانین دیوانی و فوجداری و سلوک باہمی پائے جاتے ہیں۔ مسائل نجات روح و حقوق رعایا و حقوق شخصی و نفع رسانی خلایق وغیرہ وغیرہ پر بھی حاوی ہے۔ (اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن)

موسیو اوجین کلافل

قرآن مذہبی قواعد اور احکام ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ اسمیں اجتماعی سوشل احکام بھی موجود ہیں جو انسان کی زندگی کے لئے بہر حال مفید ہیں ـــــ ایسا کامل مجموعہ قوانین تیار کیا گیا جو دنیا کی ملکی اور مذہبی اور تمدنی ہدایتوں کے لئے کافی ہے تو ہم نہایت حیران ہوتے ہیں کہ ایسا عظیم الشان ملکی اور تمدنی نظام جسکی بنیاد کامل اور سچی آزادی پر ہے کس طرح قایم کیا گیا (باطل شکن ص۱۳۱، تاریخ الفقہ ص۱۲۵)

کرنل آیری اوبرین سی-آئی، ای او بی ای ممبر پنجاب کمیشن

اسلامی قانون وسائل وراثت کے ماتحت، جائداد کے متعلق عورتوں کے حقوق احتیاط سے درج کئے گئے ہیں۔ (تاریخ الفقہ ص۱۲۵)

شریعت اسلام کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں

لالہ بیجناتھ مشیر قانون

پروردگار عالم نے ان کو (مسلمانوں کو) قانون مکمل صورت میں مرحمت فرمایا ہے اور کسی بادشاہ کو قانون وضع کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے اس بیش بہا ذخیرہ (فقہ اسلامی) کی موجودگی میں بادشاہ وقت کا کوئی کام وضع قوانین کے متعلق باقی نہیں رہتا (تاریخ الفقہ ص۱۲۵ بحوالہ دہرم شاستر)

خاتمہ

ہزار ہزار شکر ہے خداوند ذوالجلال کا کہ یہ کتاب رمضان المبارک (۱۳۵۹ھ) کے متبرک مہینے میں مکمل ہوئی خداوند کریم اسکو قبول فرمائے اور سب کے لئے مفید بنائے۔ آمین۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنَا فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنَا فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَاِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ

مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ إِلَيْكَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ

شد ختم بر حدیث تو آخر بیان ما   باشد نگین نام تو مہر دہان ما